

وہ سڑک کے کنارے ہر چیز سے بے پرواہ چل رہی تھی۔ بے شمار یادوں کا ایک ریلا اس کے ساتھ تھا۔ اسے اپنے قریب کسی کی موجودگی کا احساس ہوا۔ وہ وہی تھا سنہری آنکھوں والا مرد۔ کوٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے وہ سست قدم اٹھا رہی تھی۔ نظریں ہنوز بلڈ نگ پر تھیں۔ وہ گردن موڑ کر اس شخص کو دیکھنا نہیں چاہتی تھی۔ اسے یقین تھا اسے دیکھنے پر وہ ہر بار کی طرح کسی خیال کی مانند غائب ہو جائے گا۔ اس نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی۔ وہ قریب ایک بیچ پر بیٹھ گئی۔ وہ شخص بھی اسکے ساتھ بیٹھ گیا۔ وہ مسلسل اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ خود پر اسکی نظریں محسوس کر سکتی تھی مگر اسے دیکھنے کی غلطی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اس کا ساتھ ہی اس کے لیے غنیمت تھا۔ اسکو دیکھنے کی خواہش میں وہ اس کا ساتھ بھی کھو دیتی۔ اور وہ ہمیشہ کی طرح غائب ہو جاتا۔ کیوں کہ وہ تو محض ایک خیال تھا۔ تانیہ علی کا خیال۔ جو پچھلے آٹھ سال سے اسکے ساتھ تھا۔ اسکی آنکھوں میں آنسو جمع ہونے لگے تھے۔ وہ اس سے کچھ کہتا کیوں نہ تھا؟ وہ اسکی آواز سننے کو ترک پر رہی تھی۔

"کوئی فائدہ نہیں اسے ایسے روز رو زد دیکھتے رہنے کا نہیں ایڈ میشن ملنا یہاں اس بات کو مان لیں۔"

بہت سال پہلے یہیں بیٹھے اس شخص نے اس سے کہا تھا۔ جب وہ حسرت بھری  
نگاہوں سے آرمی میڈیکل کالج کو دیکھ رہی تھی۔ وہ کہیں بار وہاں سے گزرتے  
یہیں بیٹھ جایا کرتی اور اس کالج کو یوں ہی دیکھا کرتی۔

"اگر ایڈ میشن ہو گیا ناہ ز کو ٹو تم اپنی خیر مناؤ زہر کا نجیکشنا دے کر ماروں  
کی تمہیں۔"

ثانیہ کی بات سن کروہ قہقاہا گا کر ہنسا تھا۔

"اچھارہ لیں گی میرے بغیر؟؟" "کمال یقین سے سوال پوچھا گیا تھا یوں جسے یہ تو  
ممکن ہی نہ ہو۔

"ہمکم کو شش کر سکتی ہوں ویسے بہت مشکل ہے۔"

وہ مسکرا کر اسکی بازو میں بازو ڈال کر اسکی جانب دیکھتے ہوئے بولی تھی۔ اس جگہ  
پر بہت کچھ بدلتا چکا تھا۔ بلڈ نگ درخت سڑ کیں وہاں کی چھل پہل اور وہ  
خود۔۔۔

سب سے ریادہ تو وہ بدلتا چکی تھی۔ جتنی توڑ پھوڑ اسکے اندر ہو چکی تھی اتنی اگر  
اس جگہ پر ہوتی تو وہ جگہ بخرا اور ویران ہو چکی ہوتی۔

"ثانیہ؟؟" جنبی آواز پر وہ چونک کر بائیں جانب مرٹی۔

سامنے کوئی ۳۰ سال کے لگ بھگ لڑکی کھڑی تھی۔

"جی؟؟" ثانیہ سوال یا نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بولی۔

"آپ تانیہ ہیں نا تانیہ علی؟؟" اس نے خوشی سے پوچھا۔

"جی میں ہی ہوں مگر معذرت میں نے پہچانا نہیں۔" اس نے سنجیدگی سے کہا۔  
وہ ہمیشہ سے ہی سنجیدہ تھی۔ مگر زندگی نے اسے پاگل پن کی حد تک سنجیدہ کر دیا  
تھا۔

"اوہ تانیہ اُس می زیرہ۔ زیرہ عاطف۔" وہ گرم جوشی سے اس سے ملتے ہوئے  
بولی۔

تانیہ کے چہرے کارنگ سفید ہوا تھا۔ اسے گھٹن ہونے لگی تھی۔ وہ زیرہ تھی  
اسکی میڈیکل کالج کی جو نیر۔ ماضی کی یادوں نے ایک بار پھر اسکے دماغ کے گرد  
چال بنا تھا۔ وہ اسے جھٹکا دے کر دور ہٹی تھی۔ اور بغیر اسے دیکھے واپس پلٹ گئی  
تھی۔ وہ اب پوری رفتار سے چل رہی تھی۔ پچھے کھڑی لڑکی اسے پکارتی رہی  
مگر وہ ان سنی کیے وہاں سے بھاگی تھی۔ اسکی آنکھوں میں آنسوں تھے مگر وہ  
انہیں بار بار صاف کر کے مزید تیز چلتی جاتی۔ گھر پہنچ کر وہ صوف ف پر سر ہاتھوں  
میں گرائے بیٹھ گئی تھی۔ ماضی کی وہ یادیں اسے لمحہ لمحہ موت دیتی تھیں۔

"اے آپ یہاں کب آئی؟؟" مٹھاں سے بھری آواز پر وہ سامنے مرٹی جہاں  
بے شمار معصومیت چہرے پر لیے وہ مسکراتی ہوئی کھڑی تھی۔ آمنہ سلطان۔ وہ  
اسکی سا تھی، اسکی ہمراز اسکی کراینم پار ٹنر تھی۔ تانیہ کو خیال آیا کہ وہ اپنے گھر  
نہیں تھی۔ وہ اپنے ماں باپ کے گھر تھی۔ وہ اسکا عارضی ٹھکانا تھا۔ لڑکیوں کے

لیے رشتے یوں ہی بدل جاتے ہیں۔ پچپن سے جو اسکا مستقل ٹھکانا تھا۔ جب وہ کہیں جاتی تو جلد از جلد گھر جانے کی زد کرتی تھی اب وہ اس کا عارضی ٹھکانا بن چکا تھا۔ وہ خیالوں میں گم تھی جب آمنہ مسکراتی ہوئی اسکے قریب آئی۔ وہ مسکرا رہی تھی؟؟ کیوں؟؟ کیسے؟؟ وہ آخر اتنا حوصلہ کہاں سے خرید لائی تھی؟؟ "وہ باہر گئی تھی تو واپسی پر یہاں آگئی۔" وہ کہہ کر پر سکون سی ہو کر بیٹھ گئی۔ آمنہ نے مسکرا کر سر ہلا�ا۔ آمنہ جتنی مسکراتی تھی تانی یہ سنسنے کے معاملے میں اتنی ہی کنجوس تھی۔ اسکے چہرے پر شاید ہی کسی نے پچھلے آٹھ سالوں سے مسکرا ہٹ دیکھی ہوتی۔

"تم اتنی پر سکون کیسے رہ لیتی ہو آمنہ؟؟" وہ اسکی مسکرا ہٹ کو دیکھ کر بولی۔ "اللہ کسی انسان پر اسکی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا تانی یہ۔ اتنا ہی آزماتا ہے جتنا وہ برداشت کر سکے۔ میں بھی کر سکتی ہوں آپ بھی کر سکتی ہیں کوشش کریں۔" آمنہ ایک بار پھر مسکرا کر بولی۔ وہ ہمیشہ ہی ایسی باتیں کرتی تھی۔ دل کو بھالینے والی۔

"نہیں ہوتا آمنہ ہو، ہی نہیں سکتا۔" تانی یہ کہہ کر اٹھی تھی۔

"کہاں جا رہی ہیں؟؟" آمنہ نے پوچھا۔

"اگھر جا رہی ہوں۔" وہ محض اتنا کہہ کر گھر سے باہر آگئی۔

آمنہ نے دکھ سے اسے جاتے دیکھا۔ اسکے دل میں بے پناہ تکلیف ہوتی تھی

جب جب وہ تانیہ کو یوں دیکھتی تھی۔

اسکی نظر سامنے دیوار پر لگی تصویر پر گئی۔ بھورے گھنگریا لے بال اور سنہری آنکھوں والے اس مرد کی تصویر دیکھ کر آمنہ کرب سے مسکرائی۔ "تم نے کبھی ہمارے ساتھ اچھا نہیں کیا۔" وہ کہتے ہوئے اس تصویر کے قریب آئی۔ "تم نے کتنی زندگیاں بر باد کر دیں حزیفہ۔" وہ اس تصویر کو دیکھتے ہوئے بغیر کسی احساس کے کہہ رہی تھی۔

"سب کہتے ہیں میں اتنا پر سکون کیسے رہ لیتی ہوں۔ میرے اندر کتنا درد ہے کتنی تکلیف ہے کوئی نہیں جانتا۔" عجیب کرب بھری مسکراہٹ تھی اسکے چہرے پر۔

"سب تمہاری غلطی ہے تم نے سب بر باد کر دیا۔" تصویر میں مسکراتی اس تصویر نے آمنہ کے چہرے پر ٹیکتے آنسوں، کرب اور مسکراہٹ کو بیک وقت دیکھا تھا۔ کیا تھا اس مسکراہٹ میں کے وہ تصویر والا مرد کرب سے گزرتا جو اسے دیکھ لیتا۔ آمنہ کی مسکراہٹ میں کچھ بدلاو ساتھا۔ کیا واقع وہ تکلیف میں تھی؟ کاش اس مسکراہٹ کا اندازوہ راز وہ شخص کچھ سال پہلے جان لیتا۔

مگر——

کاش——

\*\*\*

"اتانیہ لج شیر کرو گی میرے ساتھ؟؟" دوپونیوں والی گول مٹول سی بچی اسکے قریب بیٹھتے ہوئے بولی۔

"نہیں۔" اتنا کہہ کروہاں سے اٹھی تھی۔ تانیہ علی اپنی چیز کسی کو نہیں دے سکتی تھی۔ اپنا حق سامنے والے کے حلق سے کھینچ کر لے سکتی تھی۔ وہ گراونڈ میں چاروں طرف دیکھتے ہوئے جا رہی تھی۔ وہ کسی کو تلاش کر رہی تھی۔ تیرہ سالہ تانیہ معصومیت سے لج باکس کو کس کر پکڑے جا رہی تھی جب اسکی نظر کچھ دوراً یک منظر پڑی۔ آگ سی آگ تھی جو تانیہ کے دل میں وہ منظر دیکھ کر لگی تھی۔ وہ سنہری آنکھوں والا بچہ معصومیت سے آنکھیں صاف کرتا خود سے بڑے بچوں کے قریب کھڑا نہیں دیکھ رہا تھا۔ جو اس کا لج بہت مزے سے کھا رہے تھے۔ تانیہ نے نہ دائیں دیکھانہ بائیں شدید تیش کے عالم میں انکے قریب پہنچی تھی۔

"حزیفہ یہ تمہارا لج ہے؟؟" تانیہ نے حزیفہ کو غصے سے بازو سے پکڑ کر پوچھا۔ "وہ کہہ رہے تھے اگر لج نہ دیا تو میری شکایت کر کے سکول سے نکلوادیں گے۔" حزیفہ روتے ہوئے بولا۔

"رونابند کرو حزیفہ سخت چڑھے مجھے یوں رونے سے۔" تانیہ غصے سے کہتی ان لڑکوں کی جانب مرڑی۔

جو عمر میں تانہبے سے بھی بڑے تھے۔

"لنج واپس کرو۔" تانیہ نے بے خوف لہجے میں کہا۔

"کھا کرو اپس کر دیں گے۔" ایک لڑکے نے ہستے ہوئے چلپس پر کیچپ لگا کر کہا۔

"اوئے واپس کر دیتے ہیں بچوں کو بھی بھوک لگی ہو گی۔" دوسرے لڑکے نے مزید شرارت سے کہا۔

"رہنے دے یا راس لڑکی کی کون سنتا ہے ابھی کچھ کہاروں نے لگے گی۔" لڑکا ہنس کر کہتا تانیہ کی جانب مڑا۔ اس نے تانیہ کی آنکھوں میں آنسوں کو جمع ہوتے دیکھا۔

"اے ارے دیکھو ابھی سے رونے لگی۔" وہ تینوں لڑکے قمقماں کا کر بولے۔  
انکی ہنسی کو برپک تب لگی جب تانیہ نے چیخ چیخ کر رونا شروع کر دیا۔

"اوئے کیا ڈرامے کر رہی ہے یہ لے لے لے لچ۔" ایک لڑکے نے سپیٹا کر کہا۔ گراونڈ میں سب پچے انکی جانب متوجہ ہو گئے۔ مگر تانیہ مزید زور لگا کر رونے لگی۔ حزیفہ حیرت سے منہ کھولے تانیہ کو دیکھ رہا تھا۔ وہ روکیوں رہی تھی؟

"کیا ہو اتنا نہ یہ پیٹار و کیوں رہیں ہیں آپ؟؟؟" ایک موٹے چشمے والی ٹھپرا سکے قریب آ کر پوچھنے لگی۔ وہ تینوں لڑکے اب صحیح معنوں میں ڈرچکے تھے۔

"میم یہ تینوں بھائی مجھ سے اور حزیفہ سے لنج ٹھیچ کر کھا رہے ہیں۔" تانیہ اس قدر دکھ سے چور لبجے میں بولی کہ ان لڑکوں کو خود پرشک ہوا کہ ان نے تانیہ کا لنج کب لیا۔ حیرت کا شدید ترین جھٹکا انہیں تب لگا جب ان نے تانیہ کا آدھا کھایا ہوا لنج اپنے قریب پڑے پایا۔ وہ وہاں کب آیا؟؟؟

"اچھا یہ مٹاچپ ہو جاؤ! اتنی سی بات پر یوں روتے نہیں ہیں۔" ٹیچرنے اسے پر سکون کرنا چاہا۔

"میم یہ مجھے اور حزیفہ کو بہت گندی گندی گالیاں دے رہے تھے اور عجیب با تین کر رہے تھے۔" واللہ ان لڑکوں نے تانیہ کی ایکٹنگ کو داد دی تھی۔

"میم میم ایسا کچھ نہیں ہے یہ جھوٹ بول رہی ہے۔" لڑکوں نے موٹے چشمے والی ٹیچر کی سخت گھوری کو دیکھ کر کہا۔

"ابھی اسی وقت پرنسپل کے آفس چلو۔" وہ اتنا کہہ کر آگے چل پڑی۔ وہ لڑکے حیرت اور سدمے سے اس معصوم بچی کو دیکھ رہے تھے جواب آنکھیں صاف کر کے لنج اٹھا رہی تھی۔

"تم نے جھوٹ کیوں کہا میم سے ہم نے یہ سب کب کیا؟؟؟" ایک لڑکے نے کہا۔ وہاں اس سے بد تمیزی کر کے خطرہ مول نہیں لے سکتے تھے۔

"آپ کہہ رہے تھے ناں کے میری کون سنتا ہے کچھ کہا تو روشن انشروع کر دوں

گی۔ "وہ لنج حزیفہ کے حوالے کر کے بولی۔

"مگر آپ یہ سوچنا بھول گئے کہ اگر میں روئی تو کون نہیں سنے گا۔" وہ شیطانی مسکراہٹ انکی جانب اچھا لتے ہوئے بولی۔

"بہت غلط کیا تم نے۔" ایک لڑکا شدید غصے سے بولا۔

"چلو حزیفہ اب آپ اگلے پورے مہینے انکی شکل نہیں دیکھ سکو گے کیوں کے یہ سسپنڈ ہونے والے ہیں" وہ کمال دلیری سے انکے منہ پر تما نچہ مار کر حزیفہ کو لیے وہاں سے چلی گی۔

\*\*\*

علی یوسف اور نازیہ بیگم کی دو اولادیں تھیں۔

تانية علی بے خوف، نذر اور بہادر۔ اسے اپنا حق لینا اور چھیننا آتا تھا چاہے سید ہے طریقے سے یا چاہے تانية علی کے طریقے سے۔  
اور دوسری۔۔

حزیفہ علی۔ معصوم اور بے پناہ معصوم۔ وہ بچپن سے بہت سادہ مزاج تھا۔ بچپن میں۔۔۔ تب تو معصوم ہوتے ہیں مگر وہ تب بھی تھا ب بھی ہے۔  
اب باری ہے علی یوسف کے جڑواں بھائی سلطان یوسف کی اولاد کی۔

وہ اکیڈمی میں بیٹھی سبق یاد کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ سب کو چھٹی ہو چکی

نہی مگر وہ اب بھی وہیں تھی۔ شام کے اندر ہیرے پھیل رہے تھے۔ وہ آنکھوں میں آنسو لیے اوپنچی اوپنچی آواز میں پڑھ رہی تھی۔ اسکے ساتھ ایک اور پچھے بھی تھا جو عمر میں اس سے کچھ بڑا تھا۔ ناجانے سبق یاد نہ ہونے کے باوجود وہ خاموش کیوں بیٹھا تھا؟؟ آمنہ کو اس سے کوفت ہو رہی تھی۔

"جاوہ تم دونوں نالاً لق انسان کبھی وقت پر یاد نہیں کرتے۔ اب اندر ہیرا ہونے والا ہے اس لیے جاؤ گھر جا کر یاد کر لینا۔" استاد کے اتنا کہنے کی دیر تھی وہ دونوں بیگ اٹھائے پوری رفتار سے دوڑ رہے تھے۔

کچھ دور جا کر وہ دونوں سست قدم اٹھائے جا رہے تھے۔ آمنہ تب محض بارہ سال کی تھی۔ مگر بچپنااب بھی دس سالہ آمنہ جیسا تھا۔

\*\*\*

"تم اکیلی گھر کیسے جاؤ گی؟؟" ساتھ چلتے لڑکے نے اس سے پوچھا۔

"تمہارا سر درد نہیں ہے تم اپنے گھر جاؤ۔" آمنہ نے غصے سے کہا۔

آمنہ تیز تیز چلنے لگی تھی۔ آمنہ سلطان کو اپنے باپ اور بھائی کے علاوہ ہر مرد ذات سے اسے ایسی ہی کوفت تھی۔

"آمنہ تم کبھی سیدھے طریقے سے بات کر سکتی ہو؟؟" لڑکے نے کوفت سے کہا۔

"نہیں کر سکتی۔" آمنہ نے اسی انداز میں کہا۔

"مجھے سخت زہر لکتی ہو یوں بات کرتے ہوئے بھی ڈھنگ سے بات کر لیا کرو۔" وہ اسکے سامنے کھڑا ہو کر بولا۔

"سامنے سے ہٹو۔" وہ بنا کسی ڈر کے بولی۔

"نہیں ہٹوں گا کیا کر لوگی۔" وہ کمینگی سے مسکرا تا اسکی جانب بڑھا۔ "میں تو کچھ نہیں کر سکتی۔" آمنہ مسکراتے ہوئے بولی۔

ابھی وہ کچھ بولنے ہی والا تھا کے کسی نے اسے کالر سے پکڑ کر اپنی جانب گھما یا اور بغیر سوچنے سمجھنے کا موقع دیے اسکے چہرے پر مکوں کی برسات کر دی۔ "مگر میرا بھائی بہت کچھ کر سکتا ہے۔" آمنہ مسکراتے ہوئے بولی۔ اسے آدھ مو اکر کے اس نے ٹھنڈا سانس لیا۔ اس نے بس ایک بار نظر اٹھا کر آمنہ کو دیکھا۔ اس نے کندھی اچکائے۔

"آپ نہ آتے تو میں یہی کرتی۔" اس نے کہا۔

شايان بغیر کچھ کہے آگے بڑھ گیا۔ آمنہ بھی اسکے شانہ بشانہ چل پڑی۔ وہ شايان سلطان تھا۔ اپنے گھر کی عزتوں کی حفاظت کرنا اسے آتا تھا۔ اسے سکھایا گیا تھا۔ اس نے آمنہ کو ایک سخت نظر تک نہ دی تھی۔ کیوں کہ وہ اسکی بہن تھی اسکی عزت۔ اسے اپنے عزت پر سوال اٹھانا نہیں آتا تھا۔ اسے عزت پر وار کرنے والوں کا منہ توڑنا سکھایا گیا تھا اگر وہ وہاں موجود نہ ہوتا تو کوئی شک نہ تھا کہ آمنہ بھی اس لڑکے کا یہی حال کرتی۔ وہ آمنہ سلطان تھی اسے خود کی عزت کی

حفظت کرنا آتا تھا۔

\*\*\*

یہ تھے علی یوسف اور سلطان یوسف کے بچے۔ نذر، بے خوف، بہادر غرض ہر خوبی خود میں سموئے وہ چاروں تباہی تھے۔  
اب بات کی جائے یوسف جمال کی آخری اولاد کی۔  
حليمہ یوسف کی۔

علی اور سلطان کی اکلوتی اور لادی بہن حليمہ یوسف کی ایک ہی اولاد تھی۔ وہ حقیقتاً آگ تھی۔

زارا حیدر۔ مغرور، آناپرست، خود غرض بھی کہا جاسکتا ہے۔ اسکے تعارف کے لیے یہ الفاظ کافی رہیں گے۔

وہ پانچوں جو پچپن سے ہی اپنی ذات میں ایک علی نام تھے اب بڑے ہو چکے تھے۔

تانية میڈیکل کالج میں پڑھ رہی تھی۔

حزیفہ اپنی قابلیت کی وجہ سے سولہ سال کی عمر میں کالج پاس کر چکا تھا اور اب کیمیسٹری میں بی۔ ایس کر رہا تھا۔ یہ اسکا آخری سال تھا۔

شاپیان عمر میں ان سب سے بڑا تھا۔ وہ اپنی پڑھائی مکمل کر چکا تھا اور اپنے والد کا بزنس سمبھال رہا تھا۔

آمنہ انگلش میں بی ایس کر رہی تھی اسکا دوسرا سال چل رہا تھا۔

اور زار آج کل ڈیسائینگ میں دلچسپی سے کام کرتی دکھائی دے رہی تھی۔

"کام کیسا جا رہا ہے شایان؟" سلطان اپنے بیٹے کی جانب متوجہ ہوئے۔

"بہت بہتر بابا۔ بلکہ بہترین۔" وہ مسکراتا ہوا بولا۔ سلطان یوسف کو اپنی اولاد سے بہت امیدیں تھیں اور وہ انکی ہر امید پر پورا اتر رہے تھے۔

\*\*\*

"حزیفہ اٹھو وہ بھی تمہیں کا لج جانا ہے۔" اگری بھوری آنکھوں والی، بھورے ہلکے گھنگریا لے بال جو کندھوں سے زرائیچے آتے تھے بھری بھری جسامت اور گول مٹول چہرے والی تانیہ اسکے منہ پر سے کمبل کھینچتی ہوئی چیخ رہی تھی۔ اسکے چہرے پر سب سے پرکشش اسکی ٹھوڑی کاہل کاسا گڑھا تھا۔ جو ہر دیکھنے والے کو بھاتا تھا۔ حزیفہ اسکی ساری عادات سے واقف تھا۔ وہ یقیناً کسی کام کی وجہ سے اسے اٹھا رہی تھی مگر بہانا بھی تو بنانا تھا۔

"آپ آج سنڈے ہے۔" وہ ہنس کر کہتا پھر سونے کی تیاری کرنے لگا۔

"آپ اکس کو بولاز کوٹے۔ اٹھو گے یا نہیں؟؟" وہ غصے سے بولی۔

"نہیں اٹھوں گا کیا کر لیں گی۔" وہ کمبل میں منہ دیے بولا۔

ٹھیک ہے ہم اکیلے ہی چلی جاتی ہیں آمنہ بیچاری کب سے ویٹ کر رہی ہے۔"

تانية کا تیر نشانے پر لگا تھا۔

"کہاں جا رہی ہے آمنہ؟؟" وہ یک دم اٹھ بیٹھا تھا۔

"میں نے کہا تھا" ہم اور میرے زکوٹ بھائی کو بس آمنہ کی پڑی ہے۔" وہ غصے سے کہتی باہر آگئی۔ حزیفہ بھاگا بھاگا باہر آیا۔ باہر اسے کوئی نہ دکھائی دیا۔ یا یوں کہا جائے اسے آمنہ نہ دکھائی دی۔

"کہاں ہے آمنہ؟" تانية کے پاس کچن میں آکر بولا۔

"اپنے گھر ہو گی بھائی مجھے کیا پتا۔" تانية لاپرواہی سے بولی۔

"بہت بڑی ہو تم آپاس کا بدلا میں تم سے ضرور لوں گا۔" وہ غصے سے کہتا سکے قریب آیا۔

"کس کا بدلا لینے والے ہو؟؟" آواز پر حزیفہ کرنٹ کھا کر پلٹا۔ سامنے آمنہ معصومیت سے سرپرد و پٹہ سیٹ کرتی ایک ہاتھ میں پلیٹ تھامے کھڑی تھی۔ "کیا لائی ہو آمنہ؟" تانية اسکی جانب بڑھتے بولی۔

"حلوہ پوری بنائی تھی مامانے اور حکم کے مطابق آپ کی خدمت میں پیش کرنے آئی ہوں۔" وہ مسکرا کر بولی۔

علی اور سلطان کے گھر ایک ہی سڑک کے آمنے سامنے موجود تھے۔

"تمہیں ایک گڈنیوز سناؤں؟" تانية مسکراتے ہوئے بولی۔

اسکی مسکراہٹ بہت خالص تھی۔ وہ مسکراتے ہوئے بلا کی پر کشش لکتی تھی۔ "مجھے بھی مجھے بھی۔" حزیفہ دوڑ کر آمنہ کے قریب کھڑا ہو کر بولا۔

"اس زکوڑ کو پہلے سنالیں رہنہ جائے۔" آمنہ نے اسے ہلکی سے چٹ لگاتے ہوئے کہا۔ حزیفہ نے یوں بازو پکڑ لی جیسے کسی نے خنجمر دیا ہو۔

آمنہ بے اختیار مسکرا دی۔ حزیفہ کو دیکھتے ہی اسکے چہرے پر یوں ہی مسکراہٹ آ جایا کرتی تھی۔

"حیمہ پھوپھو آرہی ہیں آج۔" تانیہ نے شرارت سے مسکراتے ہوئے کہا۔ "واقع۔ یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ زارا سے اتنے دنوں سے ملاقات نہیں ہوتی۔" آمنہ چھکتے ہوئے بولی۔

"مجھے کانج جانا ہے پھر اکیدمی پھر اکسٹر اکلا سس ہیں تو چار دن بعد گھر آؤں گا۔" حزیفہ بر اسامنہ بنائے کر بولا۔

"آج سندے ہے حزیفہ۔" تانیہ مسکرا کر بولی۔

"پھوپھو کی لاڈلی کی تعریفوں کے قصے سننے سے اچھا ہے میں سندے کو بھی کانج چلا جاؤں۔" حزیفہ کہہ کر کمرے کی جانب چلا گیا۔

وہ کوئی بچے نہ تھے حزیفہ سمیت وہ سب جانتے تھے کہ حیمہ اپنی بیٹی کے گن یہاں آ کر کیوں گاتی ہے جس پر کوئی راضی نہ تھا۔

"اسے چھوڑو تم بھی آج بھیں رکنازار آئے گی تو خوب باتیں کریں گے۔"

تانية نے مسکرا کر کہا تو آمنہ نے اثبات میں سر ہالیا۔

حزیفہ اپنی بات کے مطابق واقع باہر نکل پڑا تھا۔ کوئی نہ جانتا تھا وہ کہاں گیا۔

"اس بد تمیز لڑکے کا میں کیا کروں پتا بھی تھا پھوپھو آرہی ہیں پھر نہ جانے کہاں چلا گیا۔" نازیہ بیگم غصے سے ملاز میں کے ساتھ کام کرتے کہہ رہی تھی۔

"اف ہو ما ما آجائے گا آپ جانتی تو ہیں پھوپھو کی باتوں سے بچنے کے لیے گیا ہے پرجائے گا کہاں آئے گا تو ادھر رہی۔" تانية نے انہیں کہا۔

"کیا ہوا جو حلیمہ اس سے زار اکی بات کر دیتی ہے۔ ضروری نہیں ہے کہ وہ کسی خاص مقصد کی وجہ سے ہی کہہ رہی ہو۔ اسکی عادت ہے۔" نازیہ بولیں۔

"ماما بس کر دیں سب جانتے ہیں وہ اسی وجہ سے کہتی ہیں۔" تانية نے خفگی سے کہا۔

"پاگل نہیں ہے وہ جانتی ہے کہ حزیفہ اور آمنہ کا پچپن سے رشتہ ہوا ہے۔ پھر وہ بھلا کیوں ایسی سوچ رکھے گی۔" نازیہ غصے سے تانية کی طرف مرڑ کر بولیں۔  
"اچھا ماں آپ کو سب معلوم ہے۔ اب باہر جا کر مت بتاؤ بیجے گا آپ کی اولاد کا یہ خیال ہے۔" تانية کہہ کر پچن سے باہر آگئی۔

"پاگل سمجھ رکھا ہے مجھے میں کوئی ایسی حرکتیں کرتی ہوں بتاؤ اب؟" نازیہ ساتھ کام کرتی ملاز مہ سے بولی جس نے مسکرا ہٹ ضبط کر کے نفی میں سر ہلا کیا۔  
تانية باہر آئی تو اس نے لان میں زار اکو بیٹھے دیکھا۔

اسکی رنگت بہت صاف تھی۔ کالے سیاہ بال کمر پر جھوٹ رہے تھے۔ مغرور اٹھی ناک اور سیاہ آنکھوں والی زار احیدر کسی بات پر مدھم اور مغرور سامسکراتی تھی۔ مسکراتے ہوئے اسکے گال کے ایک جانب ہلکا سا گھٹرا پڑتا تھا۔ گول مٹوں سے چہرے پر وہ گھٹرا بے پناہ پر کشش لگتا تھا۔

"الوتانیہ آگئی۔" حلیمه یوسف کے کہنے پر زارتانیہ کی جانب مرٹی۔ واللہ تانیہ کو حیرت ہوئی کہ اسکے بھائی کو آخر وہ پسند کیوں نہ تھی۔

"ارے تانی آؤناں ہمارے ساتھ بیٹھو کہاں کچن میں گھسی رہتی ہو سرو نہیں ہیں ناں اس کام کے لیے۔" زارا کا لجاء اسکے مغرور پن سے میل کھاتا تھا۔ آگئی بھی بس دیکھ رہی تھی کام زراسا۔ "تانیہ زارا کے قریب بیٹھتے بولی۔" "حزیفہ کہاں ہے کہیں نظر نہیں آرہا۔" حلیمه کی بات پر جہاں آمنہ نے کڑوا منہ بنایا وہیں زارا کی نظریک دماد ہر بھٹکی تھی۔ اسکے دل کی رفتار بڑھ گئی۔

"باہر گیا ہے ابھی آجائے گا تھوڑی دیر میں۔" تانیہ نے بغیر زارا کو نوٹ کیے کہا۔

"آمنہ بیٹا آگے کا کیا پلین ہے مطلب کون سا پرو فیشن چتنا ہے؟؟؟" حیدر کمال نے پوچھا۔

"ابھی کچھ خاص سوچا نہیں ہے مگر شاید ٹیچنگ کروں مجھے کافی انٹرست ہے۔"

آمنہ نے جواب دیا۔

"اوہ کام آن آمنہ کوئی اور جاب کرو ہائی لیول کی یہ کوئی خاص جاب تو نہ ہوئی۔" زارا نے سستے ہوئے کہا۔ وہ سب اسکے اس لمحے کے عادی تھے۔ "ابھی تو کچھ خاص سوچا نہیں ہے ویسے پہلے پڑھ لوں پھر سوچوں گی۔" آمنہ نے بات کوٹا لتے ہوئے کہا۔

"اور تانیہ تمہارا کتنا عرصہ رہ گیا ہے؟ جلدی پڑھائی کرو بھائی تاکہ شادی کریں تمہاری۔" اب کی بار حلیمه بولیں۔

"ہو جائے گی پھوپھو شادی بھی آپ کیوں فکر کرتی ہیں؟" تانیہ نے مسکراہٹ ضبط کرتے ہوئے کہا۔

"اور ویسے بھی ماما کہہ رہی تھی میری اور حزیفہ کی شادی ساتھ ساتھ کریں گی ابھی تو وہ بچہ ہے۔" تانیہ نے حلیمه کو تپاتے ہوئے کہا۔

"پہلے رشتہ تو ہونے دو پھر کریں گی ناں حزیفہ کی شادی۔" حلیمه کڑواہٹ سے بولیں۔

"حزیفہ کا رشتہ تو پچپن سے ہی پکا ہے حلیمه تم جانتی ہو اب بس تانیہ کا کرنا باقی ہے۔" نازیہ انکے قریب آتے ہوئے بولیں۔

"آج کل کے بچے کہاں مانتے ہیں ان پچپن کے رشتؤں کو نازیہ انکی اپنی مرضی سے کرنے دوانکو۔" حلیمه نے برا سامنہ بنایا۔

"ماما پلیز کین یو جسٹ لیودس ٹاپ۔ کوئی اور بات کر لیں۔" زارا کو فت سے  
بولیں تو حلیمہ نے کروٹ بدی۔

\*\*\*

رات کے قریب حزیفہ آیا تو اس نے دروازے سے گھستے ہی زارا کو لان میں  
اکیلے ٹھلتے پایا۔ اسکا سارا مود ڈغارت ہوا۔

وہ بغیر اسکو دیکھے اندر جانے لگا جب زارا نے اسے پکارا۔

"حزیفہ !!" اسکے حلق میں کڑواہٹ کھل گئی۔ مگر خود پہ ضبط کرتا وہ اسکی جانب  
مرٹا اور جبراً مسکرا یا۔

"اوہ تم یہاں کیسی ہو ؟؟؟" وہ مسکرا کر بولا۔

"میں ٹھیک ہوں تم کہاں تھے صبح سے ابھی آرہے ہو ؟؟؟" زارا کی آنکھوں کی  
چمک بڑھ گئی تھی۔ وہ مسکرا کر بولی۔

"وہ کیا ہے نال زارا کے میں کسی کو بتا کر نہیں گیا تھا اور اس لیے میں ضروری  
نہیں سمجھتا کہ میں تمہیں بھی بتاؤں۔" حزیفہ مزید مسکرا کر نرمی سے کہہ کر  
اندر کی جانب بڑھ گیا۔

زارا کے تن بدن میں آگ سی لگ گئی تھی۔

"سمجھتا کیا ہے خود کو مجھے یوں کہنے کی ہمت کیسے ہوتی اسکی۔" زارا غصے کے

پیر پڑھ کر اندر کی جانب بڑھ گئی۔

\*\*\*

"حزیفہ کیا کر رہے ہو آج کل؟؟" حلیمه نے کھانے کی ٹیبل پر حزیفہ سے پوچھا۔

"پچھلے مہینے جو آپ کو پتا یا تھا، ہی کر رہا ہوں پھوپھو یونڈ گری چار سال کی ہے ناں تو ایک مہینے میں میں کچھ اور تو کرنہ نہیں سکتا۔" حزیفہ کمال مٹھاں لبھے میں مسکرا کر بولا۔

"حزیفہ !!" نازیہ نے تنبیہ کی۔ کھانے کی ٹیبل پر سب کی دبی دبی سے ہنسی گو نجی تھی۔ زار اسپاٹ تاثرات سے نظریں جھکائے کھانا کھا رہی تھی۔ "اف ہوما آپ تو مرا قبھی نہیں کرنے دیتی۔" حزیفہ منہ کے زاویے بگاڑے بولا۔

کھانے پر علی یوسف اور سلطان یوسف کے گھر کے سب افراد موجود تھے۔ کھانے کے بعد آمنہ، تانیہ اور زار اٹیرس پر آگئیں۔ باقی سب لان میں موجود تھے۔ وہ ٹیرس سے انہیں دیکھ سکتیں تھیں۔

"حزیفہ کافی بد تمیز نہیں ہو گیا۔" زار اپنے بیٹھے حزیفہ کو دیکھ کر بولی۔ "یہ زکوٹا تو پیدا کشی ایسا ہے تمہیں آج پتا چلا؟؟؟" تانیہ نے براسامنہ بنایا کہا۔ "اس سے کہو یوں نہ کیا کرے کچھ بھی ہو سکتا ہے۔" زارا عجیب لبھے میں بولی۔

"کیا مطلب؟؟؟ تانیہ نا جھی سے بولی۔

"میرا مطلب ہے وہ ہر کسی سے یوں ہی بات کر لیتا ہے کہیں کسی کے ساتھ معاملہ خراب نہ ہو جائے۔" زارا نرمی سے مسکرا کر بولی۔

"نہیں نہیں سمجھدار ہے ایسا کچھ نہیں کرے گا۔" تانیہ نے کیا تو زارا مسکرا دی۔ آمنہ نے با غور زارا کی مسکراہٹ کو دیکھا۔ اسے عجیب گھٹن کا احساس ہوا تھا۔ وہ کیا سوچ رہی تھی؟؟؟

\*\*\*

تین دن وہاں رکنے کے بعد زارا اور حلیمه واپسی کے لیے نکلی تھیں۔ حیدر پہلے ہی جا پکے تھے۔

"کیا ہوا ہے زارا کیوں اتنی خاموش ہو وہاں بھی تین دن سے تم یوں ہی ہو؟؟؟" حلیمه نے راستے میں اس سے پوچھا۔

"اما آپ نے حزیفہ کونوٹ کیا ہے۔ وہ کتنا بد تمیز ہو چکا ہے۔ ایٹ لیسٹ تمیز سے بات تو کر سکتا ہے نا؟؟؟" زارا خفگی سے بولی تو حلیمه مدھم سا مسکرا دی۔ "زارا بیٹا!!" حلیمه نے مسکرا کر اس کا ہاتھ تھاما تو وہ جو باہر دیکھ رہی تھی انکی جانب متوجہ ہوئی۔

"تم حزیفہ کو پسند کرتی ہو؟؟؟" حلیمه کے نرم لمحے نے زارا کو کسی سحر میں جکڑ لیا تھا۔ وہ ہر بات اپنی ماں سے کھل کر کرنے والی لڑکی اپنی ماں کے سامنے اپنی

محبت سے انکار کرنا چاہتی تھی۔ مگر کسی سحر کے زیر اثر اس نے سرا ثبات میں ہلا کیا۔

حليمه کی مسکراہٹ گھری ہوئی۔

"تو حاصل کر لو اسے۔" حليمه کا لبجا کچھ مختلف تھا۔ کچھ عجیب۔۔۔

"وہ آمنہ کو چاہتا ہے ماما۔" زارا کی آنکھ سے آنسوں پھسلा۔

"تم اسے چاہتی ہو زارا حیدر۔" حليمه نے بس اتنا کہا تھا۔ دونوں کی نظریں ملیں تھیں۔ وہ دونوں مسکرائیں۔ انکی مسکراہٹ کچھ مختلف تھی۔ کچھ عجیب۔۔۔  
ایک عورت کی آنکھیں میں کچھ خوفناک تھا۔۔۔

اور دوسری عورت کی آنکھوں میں چمک تھی۔۔۔  
وہ جانتی تھیں انہیں کیا کرنا ہے۔

\*\*\*

زارا کے جانے کے چند دنوں کے بعد کی بات ہے۔

حزیفہ سلطان یوسف کے گھر میں داخل ہوا۔ سامنے سے سلطان کی بیوی فریال شہباز بیٹھیں تھیں۔

"اے حزیفہ بچے آؤ۔" وہ اسے دیکھ کر مسکراتے ہوئے بولیں۔

حزیفہ متذبذب سا ان سے کچھ فاصلے پر بیٹھ گیا۔

"اتنے دنوں بعد آئے ہو کہاں غائب ہوتے ہو؟؟؟" وہ پلیٹ میں مژہ چھیلتے

ہوئے بولیں۔

"یہیں ہوتا ہوں چاپھی بس روزروز سرال آنا اچھا نہیں لگتا۔" حزیفہ کمال دلیری سے یہاں وہاں نظریں گھماتا بولا تو فریال ہنس پڑیں۔

"میرے گھر کی لڑکیوں پر اپنی گندی نظر مت رکھوں کوٹے۔" شایان ناجانے کہاں سے ٹپک پڑا تھا۔ حزیفہ کرنٹ کھا کر سیدھا ہوا۔

"بآخذ ابھائی آج سویرے ہی سا بن بلکے باجی کے فیس واش سے نظریں رگڑ رگڑ کر صاف کروں گا۔" حزیفہ ڈھٹائی سے مسکرا کر بولا۔

"نظریں صاف کر بھی لو پھر بھی میری بہن کو مت دیکھنا سمجھے؟؟؟" شایان اسکے قریب بیٹھتے بولا۔

"اب اپنی منگیتر کو نہیں دیکھوں کا تو پرانی عورتوں کو دیکھتے اچھا لگوں کا کیا؟؟؟" حزیفہ کی بات پر فریال کامنہ کھل گیا۔ وہ کس دلیری سے سب بولتا چلا جا رہا تھا۔ "شرم کرو حزیفہ بس انیس سال کے ہو تم ابھی۔" شایان اسے گھورتے ہوئے بولا۔

"آپ بھی تھوڑی شرم کر لیں بھائی چھپیں کے ہونے والے ہیں۔" حزیفہ نے پورا پورا بدلا لیا تھا۔

"تو اس میں شرم کی کیا بات ہے؟؟؟" شایان نے پوچھا۔

"اب میری انیس سال کی عمر میں منگیتر ہے اور آپ کی پچھیں سال کی عمر میں

بھی نہیں تو میری کیا علٹی۔ ہیں ناچاپی۔ "وہ معصومیت سے بولا۔

"بلکل صحیح بیٹا بے شرم چھپیں کا ہونے والا ہے پر شادی کی بات تک نہیں کرتا۔" فریال بھی حزیفہ کے ساتھ مل گئیں۔

"کسی کام سے آئے ہو؟؟؟" شایان سنجیدگی سے بولا تو حزیفہ کے چہرے پر کمینی مسکراہٹ دیکھ کر گڑ بڑ کا احساس ہوا۔

"بھائی شایان کیا آپ سے زرا کیلے میں بات کر سکتا ہوں؟" وہ اسکے قریب آ کر سر گوشی میں بولا۔

"آؤ باہر چلتے ہیں۔" شایان کھڑا ہو کر بولا۔ اسکو خطرہ تھا کہ کوئی ایسی ویسی بات ہوئی تو کوئی بعید نہ تھا کہ حزیفہ وہیں کہہ دیتا۔

"چلیں بھائی جیسا آپ کا حکم۔" حزیفہ مسکرا کر اسکے پیچھے چل پڑا۔ باہر لان میں آ کر شایان رکا تو حزیفہ بھی رک گیا۔

"بولو اب کیا گل کھلایا ہے؟" شایان منہ کے زاویے بگاڑ کر بولا۔

"گل تو آپ کے کھلنے والے ہیں بھائی۔" حزیفہ مسکراتا ہوا بولا۔

"کیا مطلب؟" شایان نے پوچھا۔

"پہلے میری ایک شرط ہے۔" حزیفہ مسکرا کر بولا۔ "اگر وہ منظور ہوتا بتاؤں گا۔"

"بولو بھی کیا تکلیف ہے اب۔" شایان کو فت سے بولا۔

"شام میں آپ، میں، باجی اور آمنہ گھونے چلیں گے ٹھیک؟؟؟ مگر یہ میں نہیں کہہ رہا یہ آپ کا پلین ہو گا۔ بولیں منظور ہے؟؟؟" حزیفہ بتیسی دکھاتے ہوئے بولا۔

شايان نے خود کو کچھ سخت کہنے سے روکا۔

"ٹھیک ہے۔ اب بولو۔" شايان نے کہا تو حزیفہ مسکرا یا۔

"آپ کا رشتہ آنے والا ہے۔" حزیفہ کہہ کر خود ہی قہقاہا گا کر رہنا۔ شايان اسکی بات سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"کیا بق رہے ہو حزیفہ سیدھے طریقے سے بولو۔" شايان نے غصے سے کہا۔

"اچھا اچھا ایک منٹ۔" حزیفہ ہنسی پر قاپوپا تے بولا۔

"بھائی میرا یقین کریں میں اپنے گنہ گار کانوں سے ابھی سن کر آ رہا ہوں تانیہ آپی ماما کو بتا رہی تھیں کہ وہ آپ دونوں کے رشتے کی بات کریں۔"

حزیفہ کی بات نے شايان کو پتھر کا کر دیا تھا۔

تانیہ ہا سپیٹل سے ہو کر گھر آئی تھی۔ ہاتھ منہ دھو کر فریش ہوئی پھر نازیہ کے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

دروازہ ناک کرنے پر اسے اجازت ملی تو وہ اندر داخل ہوئی۔ نازیہ بیگم نماز سے فارغ ہو کر بیٹھیں تھیں۔

"ماما!؟" تانیہ نے پکارا۔

"بھی بیٹا آجائے۔" نازیہ نے مسکرا کر کہا۔ تانیہ چلتی ہوئی آئی اور انکے قریب بیٹھ گئی۔

"کیسا گزرادن؟" وہ تانیہ کے ماتھے پر سے پیار سے بال پیچھے کرتے بولی۔  
"گزر گیا ماما۔" وہ تنھی ہوئی سی بولی۔

"بیٹا ریست کر لو جا کر تھک گئی ہو۔" وہ پیار سے بولیں۔

"ماما آپ سے کچھ بات کرنی تھی۔" تانیہ انکا ہاتھ تھام کر مسکرا کر بولیں۔  
"ہم بولو۔" نازیہ بولیں۔

"ماما! آپ ایک بات بتائیں۔" وہ ٹانگیں اوپر کر کے بیٹھ گئی۔ "آپ نے حزیفہ اور آمنہ کا پچپن سے رشتہ کر دیا تو میرا اور شایان کا کیوں نہیں کیا؟؟؟" تانیہ کی بات سے نازیہ کو جھٹکا لگا تھا۔

"کیا کہہ رہی ہو تانیہ؟؟؟" وہ حیرت سے بولیں۔

اف ہو ما بس بات کر رہی ہوں۔ مطلب میں بڑی تھی آپ نے یہ کیوں نہیں سوچا؟" وہ مسکرا ہٹ ضبط کرتے ہوئے بولی۔

"کبھی سوچا نہیں اس بارے میں فریال کی مرضی تھی تو آمنہ اور حزیفہ کا پچپن سے رشتہ کر دیا۔" نازیہ کچھ کنفیوز لگ رہی تھی۔ "تم کیوں پوچھ رہی ہو؟"  
نازیہ نے پوچھا۔

"ماما میں شایان سے شادی کرنا چاہتی ہوں۔" تانیہ کی بات پر نازیہ چند لمحے کچھ

بول نہ سکیں۔

"اتانی یہ کیا کہہ رہی ہو بیٹا۔ اب کیا ہم لڑکی کار شتہ لے کر جائیں گے انکے پاس ؟؟" نازیہ اسکی بات سے غیر آرامدہ ہوئیں۔

"ماما میں یہی بتانا چاہتی تھی میں بابا سے بھی بات کر لوں گی۔ مجھے پسند ہے وہ اور میں اسی سے شادی کرنا چاہتی ہوں اس میں کچھ غلط نہیں ہے۔" وہ سنجیدگی سے بولی۔

"بیٹا مگر شاید وہ راضی نہ ہو جوان مرد ہے اب تک شادی نہیں کی شاید وہ کسی اور میں انٹر سٹڈ ہو۔" نازیہ نے اسے سمجھانا چاہا۔

"ماما یہ "شاید" والی بات مت کریں آپ بابا سے بات کریں اگر ان نے منع کر دیا تو کوئی مسئلہ نہیں۔" اتنی مسکرا کر بولی۔ نازیہ اسکی بات سے کچھ متفق نہ تھیں مگر ان نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

انکی بد قسمتی تھی یا کچھ اور کہ یہ بات باہر سے چلتے حزیفہ نے سن لی تھی۔ اسنے نہ یہاں دیکھانہ وہاں سیدھا شایان کے پاس پہنچا۔ اس کو بس شایان کو تپانا تھا اور اسکے چہرے کے رنگ دیکھنے کے لیے وہ اسکے سامنے کھڑا سب کچھ اگل چکا تھا۔

"تم مzac کر رہے ہو ؟؟" شایان کی بات سن کر حزیفہ کا جوش مانند پڑا۔

"لو اتنی بڑی سچی بات حزیفہ نے آج تک نہیں کی اور انہیں اسی میں شک ہے۔" حزیفہ خفگی سے بولا۔

"نکلو یہاں سے آیا بڑا سچی خبریں دینے والا اس فلاپ سٹوری کو تم اپنے پاس رکھو۔ آمنہ کو دیکھنے کے لیے پتا نہیں کیسے کیسے بہانے بنانے کر گھس آتا ہے گھر میں۔" شایان یہ کہہ کر اندر کی جانب بڑھ گیا جبکہ حزیفہ منہ کھولے اسے دیکھ رہا تھا۔

"ایسی کوئی حور پری نہیں ہے آپ کی وہ چوہی سی بہن۔" وہ پچھے سے چھ کر بولا۔

"خود جب شادی ہو جائے گی ناں باجی سے تب آپ کو لوگ پتا جائے گا۔" اس نے نحوست سے کہہ کر سر جھٹکا۔

وہ خود کو پر سکون کر رہا تھا جب اسکی نظر اوپر کھڑکی میں کھڑی آمنہ پر پڑی۔ وہ غصے سے بازو سینے سے لگائے اسے دیکھ رہی تھی۔

"اوہ یلو آمنہ کیسی ہو؟؟" وہ بالوں میں ہاتھ پھیرتا مسکرا کر بولا۔ وہ کچھ بہت خاص سننے کے موڈ میں تھا۔ وہ مسکرا کر اسکے جواب کا انتظار کر رہا تھا۔ آمنہ نے غصے سے کھڑکی کے پٹ بند کیے تھے۔ حزیفہ کامنہ کھلا رہ گیا۔

"ان بہن بھاؤں نے تپانے کی قسم کھار کھی ہے۔" وہ یہ کہتا گھر سے باہر آگیا۔ اب آمنہ اس بات پر یقیناً منہ پھلا کر بیٹھ جائے گی اور حزیفہ کو اسے راضی کرنا پڑے گا۔ یہ نوک جھوک ان کے لیے معمولی تھی۔

وہ حزیفہ کی بات سن کر کمرے میں آیا تھا۔ کمرے میں آکر اس نے واش رو م کا

رخ کیا۔ چہرے پر پانی کے چھینٹے مارنے کے بعد اس نے آئینے میں اپنا علس دیکھا۔

پانی کی بوندیں اسکے بالوں اور ہلکی داڑھی سے ٹپک رہیں تھیں۔ اسکی نیلی آنکھوں میں کچھ مختلف تاثر تھا۔ چند لمحے وہ خود کو یوں ہی دیکھتا رہا پھر بے اختیار مسکرا دیا۔ اسکی مسکراہٹ اسکی ہنسی میں تبدیل ہوئی۔ وہ واشروم سے باہر آکر بیٹھ گیا۔ پانی اسکے بالوں سے اب بھی ٹپک رہا تھا۔

"مطلوب تانية علی کو شایان سلطان پسند آگیا۔ انٹر سٹنگ۔" وہ اپنی ہی بات سے مخصوص ہوا۔

"مطلوب میری پسندیدہ عورت کا پسندیدہ مرد میں ہی ہوں۔" وہ کہہ کر ہنسنے لگا۔ اسکی آنکھوں کی چمک بڑھ چکی تھی۔ اسکی گھری نیلی آنکھوں میں کسی کا محبت بھرا سراپا تھا۔

"اتانية علی۔۔۔" اس نے محبت سے چور لبھ میں اسکا نام لیا۔ وہ ایک بار پھر مسکرا دیا۔

"جو کام میں کرنے کے لیے انتظار کی گھٹریاں گن رہا تھا اللہ کی شان میری تانية نے پہلے ہی کر دی۔" وہ خود سے کہہ کر ہنس دیا۔

"دیس مائے گرل۔" وہ آنکھیں موندے مسکرا رہا تھا۔ آج وہ ساتویں آسمان پر تھا۔

آج اگر تانیہ یہ کام نہ کرتی تو کچھ عرصے میں شایان نے یہ کام خود کرنا تھا۔  
وہ دونوں اپنی طرف سے یک طرفہ محبت کا شکار تھے مگر اس بات سے انجان  
کہ وہ دونوں ایک دوسرے کا عشق ہیں۔

علی کوتانیہ کا اظہار خیال بہت پسند آیا۔ وہ اس کے فیصلے پر بہت خوش تھے۔ ان  
نے سلطان سے دونوں بچوں کے رشتے کی بات کی۔ دونوں خاندانوں کو اس  
رشته میں کوئی حرج نہ تھا سو یہ رشتہ طے پایا تھا۔

\*\*\*

تانیہ منگنی کے حق میں نہ تھی۔ سور شتہ طے ہوا اور دو سے تین سال بعد شادی  
کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔

آمنہ یونیورسٹی سے آرہی تھی جب اس نے نوٹ کیا کے ایک کالی بی۔ ایم۔ ڈبلیو  
کچھ دیر سے اسکے پیچھے ہے۔ اس نے ایک دو مرتبہ غصے سے پیچھے مر کر گاڑی  
چلانے والے کو دیکھنا چاہا مگر گاڑی کے شیشے کالے ہونے کی وجہ سے کچھ دیکھنے  
پائی۔ اسکی یونیورسٹی گھر سے زیادہ دور نہ تھی۔ باوجود گھر والوں کے کہنے پر کہ  
وہ گاڑی پر جایا کرے وہ پیدل ہی آیا جایا کرتی تھی۔ اسے پسند تھا کھلی فضائیں  
اپنی مرضی سے آنا۔ قدرت کے کر شموں کو دیکھنا۔ وہ مکمل سیاہ عبا یا اور نقاب  
میں ملبوس تھی صرف اسکی بھوری آنکھیں دیکھی جاسکتی تھی۔ وہ کافی غصے سے  
اس گاڑی کو خود کے پیچھے محسوک کرتی جا رہی تھی جب اچانک ایک ہیوی

بائیک اسکے قریب آ کر رکا۔ آمنہ شدید تمیش کے عالم میں اسکی جانب مرٹی۔  
مکمل سفید ہیوی بائیک پروہ سفید ہی لی شرط اور جینز پہنے بیٹھا تھا۔ سر پر بہت  
خوبصورت سفید ہیلیمٹ تھا جسکی وجہ سے اسکا چہرا چھپا ہوا تھا۔ اس نے ہیلیمٹ  
کا شیشہ اٹھایا۔ چہرے پر ماسک کی وجہ سے بس اسکی آنکھیں واضح تھیں۔ آمنہ  
اسے پہچان گئی تھی۔ وہ حزیفہ تھا۔ سورج کی کرنیں سیدھا اسکی آنکھوں پر پڑے  
رہیں تھیں جس کی وجہ سے اسکی آنکھوں کا رنگ مزید حسین دکھائی دے رہا  
تھا۔

حزیفہ کی بائیک رکی تو وہ گاڑی انہیں کراس کرتی آگے بڑھ گئی۔  
"اکیلی کیوں جا رہی ہو؟؟" حزیفہ کے آنکھوں میں ہلاکا ساغصہ تھا۔  
"میری مرضی۔" وہ اتنا کہہ کر چل پڑی۔

"ارے سنو تو۔" حزیفہ ہڑ بڑا کر اسکے پیچھے بائیک لا یا۔  
"میرا مطلب تھا پیدل کیوں آرہی ہو گاڑی پر کیوں نہیں آئی؟"  
آمنہ عبا یا سمجھا لے پیدل چل رہی تھی جبکہ حزیفہ بائیک ہلاکا چلاتا اسکے  
ساتھ جا رہا تھا۔

"میں بھائی اور بابا کو بتا کر آتی ہوں آپ کو کیا مسئلہ ہے؟" وہ غصے سے بولی۔  
"اچھا اچھا آ جایا کرو پیدل ابھی بیٹھو میں لے چلتا ہوں۔" وہ بولا تو آمنہ کے قدم  
رک گئے۔ حزیفہ بھی رک گیا۔

آمنہ نے ایک نظر حزیفہ کے خوبصورت ہیوی بائیک کو دیکھا اور مسکرائی۔ مسکرانے کی وجہ سے نقاب میں اسکی آنکھیں چھوٹی ہو گئیں۔

"نہیں جانا آپ کی اس گدھا گاڑی پر خود ہی جائیں آپ۔" وہ اتنا کہہ کر آگے بڑھ گئی۔

"اگدھا گاڑی! میری چنکوں؟؟ میری وائیٹ سٹار؟؟ میری وائیٹ کوین؟؟ میری رانی؟؟" وہ سدمے سے اپنی بائیک کے رکھے گئے نام لے رہا تھا۔ "ہمت کیسے ہوئی تمہاری میری جان کو گدھا گاڑی کہنے کی۔" وہ غصے سے پیچھے سے بولا۔

"اسی لاکٹ ہو جاؤ پیدل ہی تم۔ تم گدھا گاڑی لاکٹ بھی نہیں ہو بد تیز کہیں کی۔" آمنہ تیز تیز چلتے اس سے کافی دور جا چکی تھی۔ وہ بظاہر بہت غصے میں اوپنجی آواز میں بولا مگر اسکی آواز اس حد تک تھی کہ وہ آمنہ کو سنائی نہ دی۔ آمنہ کافی تیزی سے چلتی جا رہی رہی اور حزیفہ آہستہ بائیک چلاتے اسکے پیچھے جا رہا تھا۔

وہ کافی غصے میں گھر آئی تھی۔ کمرے میں آکر اس نے عبا یا اور نقاب سے خود کو آزاد کیا۔ بال کھول کر وہ بیڈ پر ڈھے سی گئی۔ ابھی وہ آرام کرنے کی غرض سے لیٹی ہی تھی کہ اسکا موبائل بجا۔ چاروں نچار وہ اٹھ کر بیگ سے موبائل نکال کر لائی۔ کسی آن نون نمبر سے کال دیکھ کر کافی دیر تو اس نے جواب ہی نہ دیا۔

موباکل نجح کر خود ہی خاموش ہو گیا۔ وہ کندھے اچکا کر دوبارہ لیٹی تھی۔ وہ آنکھیں موند کر سونے ہی والی تھی کہ موبائل کی چنگھاڑتی ہوئی آواز پر ایک بار پھر اٹھ بیٹھی۔ دوبارہ وہی نمبر دیکھ کر اس نے کال اٹھائی مگر خاموش رہی۔ "آمنہ سلطان۔۔" کسی اجنبی آواز نے اسکا نام پکارا تھا۔

"کون ؟؟" وہ بغیر کسی تاثر کے بولی۔

"جان جاؤ گی ہمیں بھی ابھی تسلی رکھو۔" وہ شخص مسکراتا ہوا بولا تھا۔ آمنہ نے مزید کسی بات کے کال کاٹ دی تھی۔ مگر اس سوچ نے کہ شاید کوئی جاننے والا تنگ کر رہا ہوا س نے دوبارہ کال اٹھا لی۔

"مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے۔" وہ شخص بغیر کسی تمہید کے بولا تھا۔

"جی کہیے میں سن رہی ہوں۔"

آمنہ اب کی بار سنجیدہ ہوئی۔

"ریلیشن شپ میں آؤ گی؟" اس شخص کے کمینگی سے کہے گئے الفاظ آمنہ کو کسی ہتھوڑے کی مانند لگے تھے۔ آمنہ کو یوں لگا کہ کوئی اس سے پوچھ رہا ہو کہ وہ جہنم جانا چاہے گی؟

"کیا بقواس ہے کون ہو تم؟؟" وہ شدید غصے سے بولی تھی۔

"دیکھو یار۔۔" اس شخص نے کچھ کہنا چاہا تھا۔

"خبردار جو مجھے ان واہیات القابات سے پکارا تمیز سے بات کرو۔" وہ نقچ میں

بول اگھی تھی۔

"اوکے اوکے روپیلیکس۔ میں جست یہ کہہ رہا تھا کہ تم مجھے کافی پسند آئی ہو کیا فرینڈ شپ ہو سکتی ہے؟؟؟" وہ بلا کاڑھیٹ تھا۔

"نہیں ہو سکتی اور اسندہ یہاں کال مت کرنا۔" اتنا کہہ کر آمنہ نے کال کاٹ دی تھی اور اس شخص کا نمبر بلاک کر دیا تھا۔

اسے معلوم تھا اس قسم سے ابليس ہر جگہ موجود ہیں جو ہر لڑکی کو یوں ہی راہ سے بھٹکانے آتے ہیں۔ مگر دراصل یہ شیطان کاروپ ہوتے ہیں۔

آمنہ جانتی تھی اسے اس قسم کے لوگوں سے کس طرح بات کرنی ہے۔ اسے صرف ایک کام کرنا تھا۔ بلاک اور نظر انداز۔

بس اتنی سی بات۔ اسے کوئی ضرورت نہ تھی کسی کو سدھارنے کی یا کسی کو انسان بنانے کی اسے صرف اپنا بچاؤ کرنا تھا ہر قسم کے شیطانی عمل سے۔

\*\*\*

وہ چاروں مونال پر موجود تھے۔ اسلام آباد کی ٹھنڈی اور پُرسکون ہوادل کو راحت بخش رہی تھی۔ آمنہ آج بھی نقاب اور عبا یا میں ملبوس تھی، جبکہ تانیہ لمبے فریاک اور مکمل حجاب میں تھی۔ وہ دونوں آپس میں دھیمی آواز میں بات چیت کر رہی تھیں، جبکہ شایان اور حزیفہ اپنی گفتگو میں مصروف تھے۔ تانیہ کے پاس شایان سے بات کرنے کا کوئی موضوع نہ تھا۔ جبکہ آمنہ شایان سے

نارا ضمکی کا اظہار کر رہی تھی۔

پچھے بیٹھے لڑکوں کے ایک گروہ میں سے کسی نے بلند آواز میں کہا، "پردے والی لڑکیاں ہیں برواس لیے بوائے فرینڈ سے بات نہیں کر رہیں۔" ان لڑکوں کا تھہرا بلند ہوا تھا۔

ان چاروں نے ان باتوں پر کوئی رد عمل ظاہرنہ کیا، کیونکہ وہ جانتے تھے ان کا مقصد محض چھیر چھاڑ تھی۔

انسان کو گدھا کہنے سے وہ گدھا نہیں بن جاتا، لیکن انسان کا رد عمل اسے گدھا ثابت ضرور کر دیتا ہے۔

یہ لوگ ایسے نچلے درجے کے جملوں پر مشتعل ہو کر لڑائی کرنے کے بجائے ان افراد کو ترس بھری نظر سے دیکھتے رہے۔

رحم کے قابل ہی تو ہوتے ہیں یہ لوگوں پر باتیں بنانے والے لوگ۔

وہ سب ہلکی پھلکی گفتگو میں مصروف تھے جب ٹیبل پر پڑا آمنہ کا موبائل بجا۔ آمنہ نے اٹھا کر دیکھا تو ان جان نمبر دیکھ کر کال کاٹ دی۔ ایک بار پھر کال آنے لگی تو آمنہ نے کال اٹھائی۔ دور کھیں آمنہ جانتی تھی یہ کون ہے۔ بلکہ اسے یقین تھا یہ وہی تھا۔

"السلام و علیکم" سنجدہ، سخت اور گھمبیر لمحجا۔ یہی لمحہ ہوتا ہے اور ہونا چاہیے اللہ کا حکم ماننے والی کانا محرم کے ساتھ۔

"اگھو منا پھرنا اچھی بات ہے مگر یوں میرے بغیر ام ہم ناٹ فیئر۔" وہ شخص مایوسی سے بولا۔

"رانگ نمبر۔" اس نے یہ کہہ کر کال کاٹ دی اور بغیر کسی دیر کے نمبر بلاک کیا۔ سب بغور اسے دیکھ رہے تھے۔

"کون تھا؟؟" شایان نے پوچھا۔ یہ پوچھنے کا حق آمنہ سلطان نے بھائی اور باپ کے علاوہ کسی کونہ دے رکھا تھا۔

"پتا نہیں کوئی رانگ نمبر تھا۔" اس کے اتنا کہنے پر شایان مطمئن ہو گیا۔ حزیفہ کو کچھ غلط لگ رہا تھا۔

گاڑی میں آمنہ کامو بائل کہیں بار بجا تھا مگر وہ اسے نظر انداز کرتی رہی۔ حزیفہ کچھ عجیب نظر سے آمنہ کو دیکھ رہا تھا اور آمنہ اسکی نظروں کا مطلب جانتی تھی۔ تانیہ کے پوچھنے پر وہ یہی کہتی کہ کوئی رانگ نمبر ہے خود کال کر کر کے تھک جائے گا تو نہیں کرے گا۔ شایان نے ایک وضاحت کے بعد اس سے کچھ نہ پوچھا۔ اسے اپنی بہن پر ہر شخص سے زیادہ بھروساتھا۔

\*\*\*

"تکلیف کیا ہے آخر تمہیں ہو کون تم؟؟" آمنہ گھر پہنچی تو ایک بار پھر کال آنے پر بھڑک اٹھی۔ ناجانے آمنہ اسکے کتنے نمبر ز بلاک کر چکی تھی مگر وہ بلاکاڈ ہیٹ شخص تھا ہر بار نئے نمبر سے کال کر لیتا۔

"چلو آپ نے پوچھا تو سہی کہ یہ عام بشر ہے کون۔" وہ شخص بولا۔

"سید ہے طریقے سے بتاؤ کیا تکلیف ہے تمہیں؟؟؟" آمنہ ایک بار پھر سخت لمحے میں بولی۔

"میں یہ بتانا چاہتا تھا کہ یہ جو تم اتنی باحیانی پھرتی ہو میرے پاس تمہاری حیا کے تمام ثبوت موجود ہیں" وہ شخص عجیب بات کر رہا تھا۔  
"کیا بقواس کر رہے ہو؟" آمنہ غرائی تھی۔

"جی جی آمنہ سلطان میں وہی بقواس کر رہا ہوں جو آپ سن رہی ہیں۔ اچھا چھوڑوا یک بات بتاؤ۔" وہ شخص بولا تھا۔

"یہ جو تم بڑی باحیانی پھرتی ہو لڑکے سے بات نہیں کرتی نامحرم سے دوستی نہیں کرتی فلاں فلاں اس سب کے بعد بھی تم اپنے منگیتر کے ساتھ بڑی خوش ہوتی ہو۔ ہستی ہو مسکراتی ہو گھومتی ہو کیا یہ سب الاؤ ہے تمہیں؟؟؟" ناجانے آمنہ کیوں اسکی بات سن رہی تھی مگر وہ سن رہی تھی تو اسے احساس ہوا کہ ایک حیادار عورت کو قدم کتنا پھونک پھونک کر رکھنا پڑتا ہے۔

"تمہارا سوال میری حیا کے بارے میں ہے یا میرا میرے منگیتر سے ملنے کے بارے میں؟" اس نے اس بات پر توجہ نہ دی کہ اس شخص کو اسکے منگیتر کے بارے میں کیسے معلوم ہوا۔

"کیا تمہارا اپنے منگیتر سے ملنا، مسکرانا، باتیں کرنا، گھومنا ہی تمہاری حیا پر سوال

نہیں ہے؟؟ وہ بھی تو نا محرم ہے۔" اس شخص نے تلخ لہجے میں کہا۔

اور آمنہ سلطان کو لگا کسی نے اسے ایک اوپنچی بلڈ نگ سے دھکا دیا ہو۔ وہ منہ کے بل گری تھی۔ اس شخص نے بہت بری چوٹ دی تھی۔

"میں اسکے ساتھ اکیلے نہیں جاتی۔" ناجانے وہ اسے تسلی دے رہی تھی یا خود کو۔

"اکئیں گر لفرینڈز اور بوائے فرینڈز پارک میں ہوتے ہیں، ہو ٹلنز میں ہوتے ہیں وہ بھی تو اکیلے نہیں ہوتے اسکا کیا مطلب ہوا وہ سہی ہیں؟؟؟ اگر ایسا ہے تو تم مجھ سے بھی پبلیکلی مل لو۔" وہ کمینگنی سے مسکرا کر بولا۔

آمنہ سن وساکت پیٹھی تھی۔ ایک اعلیٰ درجے کا لو弗 لفزنگا انسان اسکے منہ پر کس بہادری سے تماچہ مار گیا تھا۔

"میں بتاؤ آمنہ سلطان ایسا کیوں ہے؟؟؟" وہ بولا تھا۔

"کیوں کے تمہارے دل میں حیا نہیں ہے تم جتنا مرضی پرداہ کر لو تم جتنا مرضی خود کو بچالو۔ تم کہیں نا کہیں ہماری طرح ہی ایک بہت کو من گناہ کر رہی ہو۔

مجھے فرق نہیں پڑتا تم گناہ کرو جو مرضی مگر ایسٹلیسٹ یوں مت ظاہر کرو جیسے تم سانیک کوئی نہیں۔ جسٹ فرینڈ شپ کرنی تھی تو تم نے اتنی باتیں سنادیں اور وہ شخص جس سے بس رشتا ہوا ہے اسکے ساتھ گھونے نکل پڑی۔" اسکی ہنسی آمنہ کو پہنچتے ہوئے سیسے کی مانند لگی تھی۔ آمنہ نے اس کافون بند کر دیا تھا۔

اگلے چند دن اس شخص کا فون نہ آیا تھا مگر اسکی بات نے آمنہ کو دھچکا دیا تھا۔ کیا اسکے دل سے حیا ختم ہو چکی تھی؟؟ کیا وہ پر دہ کرنے اور خود کو ہر فتنے سے بچانے کے بعد بھی ایک بہت کو من گناہ کر رہی تھی؟؟ وہ کافی الجھی ہوئی تھی۔ وہ حزیفہ سے ٹھیک طریقے سے بات نہ کر رہی تھی۔ اس نے حزیفہ کی کہیں کالز کو نظر انداز کیا تھا۔ "کیا ہوا ہے آمنہ تم کالز کیوں نہیں اٹھا رہی؟؟؟" اسے حزیفہ کا وائس نوٹ موصول ہوا تھا۔

آمنہ نے چزیفہ کو کال ملائی تھی۔

"انتحینک گاڑ کال تو اٹھائی تم نے کیا ہوا تمہیں ٹھیک ہو؟؟؟" حزیفہ نے کال اٹھاتے ہی کہا۔

آمنہ خاموش رہی۔

"آمنہ۔" حزیفہ نے پیار سے اسے پکارا۔ آمنہ نے بے اختیار آنکھیں میسح لیں تھی ایک آنسو اسکی آنکھ سے ٹوٹ کر اسکی جھوٹی میں آگرا۔

کیوں اسکو یہ احساس نہ ہوا تھا کہ وہ آج سے پہلے ایسے ہی لبھ پر مسکرا دیا کرتی تھی۔ جب وہ اسے پکارتا تھا آمنہ کسی نادان لڑکی کی طرح بس اسکے پیار سے پکارنے پر خوش ہو جایا کرتی تھی۔ آمنہ کو محسوس ہوا کہ اسکے سارے اعمال ضائع کر دیے گئے ہیں۔ وہ تو یہ بھی نہ کہہ سکتی تھی کہ وہ نادان تھی اسے معلوم

نہ تھا۔ اسے سب معلوم تھا اسے معلوم تھا ایک نامحرم سے محض مسکرا کر بات کرننا کتنا بڑا گناہ تھا مگر کیوں اس نے حزیفہ کے معاملے میں آنکھیں بند کر لیں تھیں؟؟ وہ اس گناہ کو کس طرح جسٹیفائی کر سکتی تھی۔

وہ اسکا نفس تھا جس نے ہر بار کی طرح اسکی آنکھوں پر پٹی باندھ دی تھی۔ منگیتھی تو ہے کل اس سے شادی ہو جائے گی کچھ غلط نہیں ہے۔

ایسے ہی اسکے نفس نے اسے الجھائے رکھا تھا۔ مگر آج اسکا نفس اسکا ساتھ چھوڑ کر کہیں دور چلا گیا تھا۔ وہ دور کھڑا کہہ رہا تھا "یہ تم نے کیا کر دیا آمنہ سلطان"۔ وہ اس پر ہنس رہا تھا، اسے نیچا دکھار رہا تھا۔ بھلا وہ کیوں کر اس گناہ کو جسٹیفائی کرتا؟؟

آمنہ کی ہلکی سی سکی گونجی تھی۔

"آمنہ۔۔ آمنہ تم رور ہی ہو کیا ہوا ہے؟؟ کسی نے کچھ کہا ہے؟؟ آمرہ پلیز کچھ بولو۔" حزیفہ پریشانی سے بولے جا رہا تھا۔

"حزیفہ میرا ایک کام کر سکتے ہو؟؟؟" آمنہ نے روندھی ہوئی آواز میں کہا۔

"سب ٹھیک ہے آمنہ؟؟؟" حزیفہ پریشانی سے بولا۔

"حزیفہ مجھ پر ایک رحم کر دو مجھے کسی بھی جائز رشتے میں بندھنے سے پہلے اب کبھی کال مت کرنا اور مجھ سے بات کرنے کی کوشش مت کرنا۔" آمنہ نے اتنا کہہ کر کال کاٹ دی تھی۔

حریفہ سن و ساکت بیٹھا اسکی بات کو سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ اچانک یہ کیا کہہ رہی تھی؟؟ اسے کیا ہوا تھا؟؟ حریفہ حیرت سے مو بال کو دیکھ رہا تھا۔ آمنہ نے گاڑی میں آنا جانا شروع کر دیا تھا۔ کہیں بار وہ اس گاڑی کو اپنے تعقب میں محسوس کرتی تھی۔

آمنہ یونیورسٹی سے ابھی گھر لوٹی تھی سامنے تانیہ کو بیٹھے دیکھ کر سست قدم اٹھانے لگی۔

"آگئی آمنہ۔" تانیہ نے مسکرا کر کہا تو فریال بھی اسکی جانب مرٹی۔ "جاوے بیٹا جلدی سے فریش ہو آؤ میں کھانا لگاتی ہوں۔" فریال نے کہا۔

"نہیں ماما بھوک نہیں ہے۔" وہ اتنا کہہ کر کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

"پچھلے چند دنوں سے اسکا یہی رویہ ہے نہ ڈھنگ سے کھاتی ہے نہ بات کرتی ہے۔" فریال نے دکھ سے کہا۔

"آپ پریشان مت ہوں پڑھائی کا برڈن ہو گا۔ آپ کھانادیں میں اسکے کمرے میں لے جاتی ہوں۔" تانیہ نے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

فریال نے اثبات میں سر ہلا کیا اور ملازمین کو کھانا لانے کا کہا۔ تانیہ نے آمنہ کے کمرے کا دروازہ کھولا۔

وہ سامنے ہی بیٹھی تھی۔ وہ اب تک عبا یا اور نقاب میں ملبوس تھی۔ وہ صوفے پر بیٹھی اپنے ایک ہاتھ کو دوسرا ہاتھ کی انگلی سے مسل رہی تھی۔

"آمنہ چلنج کر لو پھر کھانا بھی کھانا ہے۔" تانیہ نے میبل پر ٹرے رکھتے ہوئے کہا۔ آمنہ بے تاثر نگاہوں سے اسے دیکھتی رہی۔

"کیا ہوا آمنہ چلنچ کر لو۔" تانیہ نے ایک بار پھر کہا۔

"مجھے ڈر لگ رہا ہے۔" آمنہ نے کہا تو تانیہ کو حیرت ہوئی۔

"کس سے؟؟" تانیہ اسکے قریب بیٹھتے بولی۔

"مجھے ڈر ہے کہ میں اپنے سارے اعمال ضائع کر دوں گی۔" وہ اتنا کہہ کر رونے لگی تھی۔ تانیہ حیرت سے اسے رو تاد کیکھ رہی تھی۔ اس نے آج سے پہلے ایسی بات نہیں کہی تھی۔

"کیا کہہ رہی ہو آمنہ؟؟ پلیز چپ ہو جاؤ۔" وہ اسے خاموش کرانے لگی۔

"کیا میرے دل میں حیا نہیں ہے تانیہ؟؟ کیا کیا میں بھی سب کی طرح گناہ کر رہی ہوں؟؟ کیا میرے سارے اعمال ضائع کر دیے گئے؟؟" وہ روتے ہوئے اپنے خدشات بیان کر رہی تھی۔

"اچھا اچھا پلیز چپ ہو جاؤ پھر بات کرتے ہیں۔" تانیہ نے اسے چپ کر اناچاہا۔ وہ اٹھ کر واشروم کی جانب بڑھ گئی۔

تانیہ پریشانی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ واپس لوٹی تو اسکے شفاف چہرے پر پانی کی بوندیں تھیں۔ وہ بیٹھ پر بیٹھ گئی۔

"اب بتاؤ کیا ہوا ہے؟؟" تانیہ اسکے قریب بیٹھتے ہوئے بولی۔

آمنہ نے خود کو تیار کیا پھر بولی۔

"انسان کو کیسے پتا چلتا ہے کہ اسکے دل میں حیا ہے یا نہیں؟؟؟" آمنہ نے عجیب سوال پوچھا تھا۔

"کیا مطلب؟؟؟" تانیہ کنفیوز ہوتی تھی۔

"اگر میں پرداہ کرتی ہوں مکمل پرداہ مگر صرف گھر سے باہر۔ گھر کے اندر شاید نہیں کرتی۔ میں اپنے نامحرم کرنے سے مزاق کرتی ہوں، مسکرا کر بات کرتی ہوں شاید انکے سامنے میں مکمل پرداہ بھی نہیں کرتی تو اس کا کیا اسکا مطلب کے میں گھر کے باہر محض دکھاوے کے لیے پرداہ کرتی ہوں میرے دل میں حیا نہیں ہے؟؟؟" آمنہ کی آنکھوں میں آنسوں تھے۔

"تمہیں گلط ہے کہ تم اپنے نامحرم کرنے سے بات کرتی ہو؟؟؟" تانیہ نے سوال کیا۔

"محض بات کرنے کی بات نہیں ہے آپی۔۔۔" وہ کہہ کر ایک بار پھر رونے لگی۔ تانیہ خاموشی سے اسے دیکھتی رہی۔

"میں حزیفہ سے کس حد تک اٹیچڈ ہوں آپ جانتی ہیں۔ مگر۔۔۔ مگر وہ بھی تو نا محروم ہے۔ میں۔۔۔ میں اسے اپنی پکھر ز بھیجتی ہوں۔ میں اس سے۔۔۔ اس سے۔۔۔ عجیب نویست کی باتیں کرتی ہوں۔ مجھے احساس تک نہیں ہوا کہ میں کتنا بڑا گناہ کر رہی ہوں۔ مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ میرے سارے نیک اعمال کسی

ریت کی مانند میرے ہاتھ سے پھسل گئے ہیں۔ میں نے یہ کیا کر دیا۔" وہ سب بیان کر کے اب پھوٹ پھوٹ کر رودی تھی۔ وہ کافی دیر روئی رہی تھی۔ "تم اللہ سے معافی مانگ لو۔" جب وہ خاموش ہوئی تو تانیہ بولی۔

"میں مانگ لوں مجھے معلوم ہے وہ میرا رب ہے وہ غفور و رحیم ہے معاف کر دے گا۔ مگر میں وہ اعمال کہاں کہاں سے اگھٹے کر لاؤں جوان اٹھارہ سالوں میں میں نے کمائے مگر ایک غلطی کی وجہ سے ضائع کر دیے۔" وہ بے تحاشہ رورہی تھی۔

"مجھے بتائیں ناں آپی۔۔۔

انسان کو کیسے پتا چلتا ہے کہ اسکے دل میں حیا ہے یا نہیں؟؟؟" وہ تانیہ کا ہاتھ تھام کر معصومیت سے پوچھ رہی تھی۔

"جب آپ اپنے گناہ کو جسٹیفائی کرنا شروع کر دیں تو آپ کے دل سے حیا ختم ہو جاتی ہی۔ بات محض جسٹیفائی کرنے کی نہیں ہے اگر آپ کو اپنے گناہ پر بڑا فخر ہوتا ہے تو بھی آپ کے دل سے حیا ختم ہو جاتی ہے۔" تانیہ نے اسے سمجھانا چاہا۔" دیکھو میں تمہیں بہت سی اگزیمپل دیتی ہوں۔" تانیہ نے ایک بار پھر بولنا شروع کیا۔

"چغلی۔۔۔ دیکھو یہ کتنا بڑا گناہ ہے۔ یہاں تک کہ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ نے کہا کے چغل خور جنت میں داخل نہ ہوگا۔ مگر لوگ محض

دوسروں کو نیچا دکھانے کے لیے کسی کا ایسا راز جس پر خدا نے پردہ ڈال رکھا ہو سب کو بتا دیتے ہیں۔ اور بڑے فخر سے بتاتے ہیں کہ ویکھو میں نے اسکے ساتھ یہ سوک کیا۔ اور جسٹیفیاٹ کیسے کرتے ہیں؟؟ کہ ہم نے تو اسکی بھلائی کے لیے کیا۔"

"جھوٹ۔۔۔ یہ تو کبیرہ گناہ ہے مگر ہم لوگ چھوٹے چھوٹے جھوٹ بول کر اپنا آج بچاتے ہیں کل کی فکر نہیں کرتے۔ کل سے مراد قیامت کا دن روز مبشر جب یہ گناہ ہمارے سامنے لاٹیں جائیں گے تب ہم اس سچی ذات کے سامنے کیسے ان گناہوں کو جسٹیفیاٹ کریں گے۔ ہم یہ کیوں نہیں سوچتے کہ اگر اس دن جب ہماری ابدی زندگی کا فیصلہ کیا جا رہا ہو گا تب اگر ہمارے لیے جہنم کا انتخاب ہوا ان چھوٹے چھوٹے گناہوں کی وجہ سے تب ہم کہاں جائیں گے؟؟ تب ہم کس کے سامنے ان گناہوں کو جسٹیفیاٹ کریں گے؟؟ آج تو ہم ہنسی مزاق میں یہ گناہ کر دیتے ہیں اور بڑے فخر سے بیان کرتے ہیں کہ آج میں نے فلاں سے یہ جھوٹ بولا مگر روز مبشر کیا ہو گا؟؟ کبھی سوچا کسی نے کہ اگر اس روز ہم رسوا ہو گئے تو کہاں جائیں گے؟؟ یہ ایک دل دہلا دینے والا سوال ہے مگر اسے صرف چند لوگ ہی سمجھتے ہیں۔"

"بات مختصر کہ حیا اور اعمال کا گہرا تعلق ہے۔ اگر آپ اپنے برے اعمال پر خوش ہوتے ہیں اور انہیں سب کے سامنے فخر سے بیان کرتے ہیں اور کوئی

ملانی ہمیں ٹکر جائے تو ہم اپنے گناہ جسٹیفیاً کرنے لگتے ہیں ایسے دل سے بے حیائی ختم ہو جاتی ہے۔"

"اگر آپ کو اپنے گناہ پر پچھتاوا ہو تو مطلب آپ کے دل میں حیا ہے؟؟" آمنہ نے امید سے پوچھا۔

"بلکل ایسا ہی ہے مگر صرف پچھتاوا کرنے سے کچھ نہیں ہوتا اور یہ کہنے سے بھی کچھ نہیں ہوتا کہ ہم آہستہ آہستہ کوشش کریں گے۔ تم کتنے سال کی ہو آمنہ؟؟" تانیہ نے عجیب سوال کیا۔  
"اٹھارہ سال کی۔" آمنہ نے جواب دیا۔

"اگر کل کو تم خدا ناخواستہ مر جاؤ تو اللہ کو کیا جواب دو گی کہ میں کوشش کر رہی تھی؟؟ اٹھارہ سال آمنہ اٹھارہ سال گزرنے کے بعد تم محض کوشش کر رہی تھی۔ گناہ آہستہ آہستہ کر کے نہیں چھوڑے جاتے گناہ کا احساس ہونے پر اسی لمحے اسی وقت اسی گھٹری اس گناہ سے رک جانا چاہیے۔" تانیہ بات ختم کر کے مسکرائی تھی۔

"پتا نہیں میں کہاں کی بات کو کہاں لے گئی۔ میں کوئی اکسپرٹ نہیں ہو معلوم نہیں تمہیں تمہارا جواب ملایا نہیں۔" وہ خنجل سا مسکرائی تھی۔

"شکر یہ آپ نہ ہوتی تو یہ سوال مجھے تنگ کیے رکھتا۔" آمنہ ہلاکا سا مسکرائی۔  
"چلو کھانا کھالو اور اس مجنوں فیز سے نکل آؤ۔" تانیہ ٹرے سامنے رکھتے ہوئے

بولی تو آمنہ ہنس دی۔

تانية نے اس کے سوال کا جواب کسی مخلص کی طرح دیا تھا جتنا اسے معلوم تھا۔  
اسنے آمنہ کو بغیر کسی جھمٹ کے مخلصانہ جواب دیا۔ بلا شعبہ وہ اسکی بہترین  
ساتھی تھی۔

\*\*\*

آمنہ حزیفہ سے کافی کٹ سی گئی تھی۔ وہ سامنے آتا تو آمنہ غائب ہو جاتی۔ تانية  
نے حزیفہ سے کوئی بات نہ کی تھی۔ حزیفہ نے آمنہ کو کالز کرنا چھوڑ دیں تھی۔  
اور اب وہ خود کم سے کم اسکے سامنے آیا کرتا تھا۔ اسے آمنہ پر غصہ آرہا تھا جو وجہ  
بتائے بغیر یوں ہی منہ مور چکی تھی۔

"بچوں کی شادی کے بارے میں کیا خیال ہے؟؟ کب تک کرنے کا رادہ  
ہے؟؟" سلطان یوسف نے علی سے پوچھا۔

وہ شام کے وقت لان میں بیٹھے چائے پی رہے تھے۔ وہ اکثر شام میں سب اگھٹے  
وہاں بیٹھا کرتے تھے۔ وہ خاندان کے سب سے زیادہ اتفاق سے رہنے والی فیملی  
تھی۔

"جب بچوں کی مرضی ہو گی تب ہی کریں گے۔" علی نے جواب دیا۔  
"ابھی تو بچے پڑھ رہے ہیں ابھی ایسا کچھ ارادہ نہیں ہے۔" فریال بولیں۔  
"بچی پڑھ رہی ہے بیگم اور بچے کے اپنے بچے پالنے کی عمر ہو گئی ہے اور کتنا

عرصہ رکنا ہے۔" سلطان نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"لو بس چھپیں کا، ہی تو ہوا ہے آپ تو اسے لڑکیوں والے تانے دے دے کر مار دیں کے سلطان صاحب۔" فریال منہ بناتے بولی۔

"سمی کہہ رہی ہیں بھا بھی ابھی رہنے دو بچارے کی عمر ہے انجوائے کرنے کی بعد میں تو ایک عمر پڑی ہے اس غلامی کے لیے۔" علی یوسف بھی دکھ سے بولے۔

"جی آپ تو غلامی کر کر کے ہی اس عمر کو پہنچ ہیں نا جو یوں کہہ رہے ہیں۔" نازیہ بیگم حنگمی سے بولیں۔ ان سب کے قہقہے اس بلند و بالا گھر میں گونج رہے تھے۔

\*\*\*

"آپ کی آمنہ سے بات ہوئی ہے؟؟" حزیفہ تانیہ کے کمرے میں آکر بولا۔ وہ کافی سنجیدہ دکھائی دے رہا تھا۔

"کس بارے میں؟؟" تانیہ نے لاپرواہی سے پوچھا۔

"اس کے بارے میں۔ وہ ٹھیک ہے؟؟" حزیفہ اسکے سامنے بیٹھتے ہوئے بولا۔ "ہاں اسے کیا ہونا تھا ٹھیک ہی ہے۔" تانیہ موبائل پر مصروف تھی لاپرواہی سے بولی۔

"وہ ٹھیک نہیں ہے آپی۔ وہ نہ مجھ سے بات کرتی ہے نہ سامنے آتی ہے۔ کچھ

پر ابلم ہے؟؟" حزیفہ نے سنجیدگی سے پوچھا۔  
"جو بھی پر ابلم ہے اس کا پر سنل ہے تم اس سے دور رہو۔" تانیہ نے بھی سنجیدگی سے کہا۔

"کیا مطلب آپی میں کیوں دور رہوں؟؟" حزیفہ نے حیرت سے پوچھا۔  
"حزیفہ وہ اگر تم سے کچھ وقت تک دور رہ رہی ہے تو اسے سپسیں دو۔" تانیہ نے پیار سے سمجھانا چاہا۔

ابھی حزیفہ کچھ کہنے، ہی والا تھا جب تانیہ بولی۔  
"کچھ مت کہو حزیفہ اسے کچھ وقت چھوڑ دو وہ ٹھیک ہو جائے گی۔" تانیہ کے کہنے پر حزیفہ نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلا�ا۔

"اب تم ٹھیک ہو جاؤ کیا مجنوں بنے پھر رہے ہو۔" تانیہ نے ہوس کر کہا۔  
"لو بھلا میں کیوں مجنوں بننے لگا اللہ معااف کرے۔" حزیفہ کانوں کو ہاتھ لگاتا باہر کی جانب بڑھ گیا۔ تانیہ اسے دیکھ کر مسکرا دی۔ وہ ایسا ہی تھا ہر کسی کے چہرے پر مسکان لانے والا وہ نادان سامعصوم سا حزیفہ۔

\*\*\*

کافی دن گزرنے کے بعد اس شخص نے آمنہ سے رابطہ کیا تھا۔ خلاف معمول آمنہ نے پہلی رنگ پر کالا ٹھہرائی تھی۔  
ہیلو آمنہ کیسی ہو؟؟" اس شخص نے شوخ لمحے میں کہا۔

"بلکل ٹھیک اللہ پاک کا کرم ہے۔ تم بتاؤ کیسے ہو؟؟ آمنہ نے مسکرا کر کہا۔ وہ شخص تو مانو غش کھا کر گرنے کے قریب تھا۔

"اللہ کا بہت فضل ہے ٹھیک ہوں۔" اس شخص نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ویسے تم نے آج تک اپنا تعارف نہیں کروایا کبھی۔ نام کیا ہے تمہارا؟؟ آج آمنہ کچھ زیادہ ہی گپ شپ موڈ میں تھی۔

"نام جانتا ہے؟؟" اس شخص نے تلخی سے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جی مجھے بہت بے چینی ہو رہی ہے۔" آمنہ نے کہا۔

"تم جانتی ہو مجھے آمنہ سلطان۔" اس شخص نے تلخی سے کہا۔

"بہت بہتر طریقے سے عبد اللہ صاحب۔" آمنہ نے مسکرا کر کہا۔

"واو یار تمہیں میرا نام اب تک یاد ہے۔ انٹر سٹینگ۔" وہ شخص قہقاہا گا کر ہنسا تھا۔

"مجھے تم یاد ہو عبد اللہ آج بھی یاد ہو کل بھی یاد تھے۔" آمنہ کے لہجے میں ہلکی سی غصے کی رمق تھی۔

"دیکھو میں تمہیں یاد ہوں تم مجھے یاد ہو کتنی انٹر سٹینگ سٹوری ہے۔ ہم دونوں ایک دوسرے کو بھول ہی نہیں سکے۔" وہ شخص کمینگ سے بولا تھا۔

"مجھے ہمیشہ سے یاد تھا کہ ایسی کمینی حرکت کون کر سکتا ہے بھلا تم امیر باپ کی بگڑی اولاد کے علاوہ۔" وہ تلخی سے بولی۔

"آج بہت تمیز سے بات کر رہی ہو خیریت ہے؟؟ کہیں دل کی حیا کے ساتھ ساتھ ظاہری حیا بھی ختم ہو گئی؟؟" وہ شخص تمہارا گا کر ہنسا۔

"میں تمہیں کچھ کہنا چاہتی ہوں عبد اللہ۔" وہ نرمی سے بولی۔

"جی جی ہم تو اسی انتظار میں بیٹھے ہیں۔" وہ چمکتے ہوئے بولا۔

"کوئی بھی مرد بے غیرت نہیں ہوتا اور جس مرد میں غیرت نہ ہو وہ مرد نہیں ہوتا۔" آمنہ مسکرا کر بولی۔

"یہ کہنے کا مقصد؟؟" اس شخص کے چہرے سے مسکراہٹ غائب تھی۔

"اگر تم میں زرا بھی غیرت ہے تو آئندہ مجھے کال مت کرنا اور میرے سامنے مت آنا۔ اگر تم نے مجھے کال کی تو میں سمجھ جاؤں گی کہ تمہاری غیرت مر چکی ہے۔ اور جس میں غیرت نہ ہو۔۔۔" آمنہ نے بات ادھوری چھوڑ دی تھی۔

عبد اللہ نے جڑے بھینچ لیے تھے۔ اس نے خود کو کچھ سخت کہنے سے روکا۔

"تمیز سے بات کرو آمنہ سلطان میں تمہارے ساتھ کیا کر سکتا ہوں تم ابھی اس سے واقف نہیں ہو۔" عبد اللہ غصے سے بولا۔

"کیا کر لو گے؟؟" آمنہ کا لمحہ آج بھی اسے بارہ سالہ آمنہ جیسا تھا جب وہ اکیڈمی میں اس سے بات کرنے کی کوشش کرتا تو آمنہ اسے ایسے ہی لمحے میں بات کرتی تھی۔

عبد اللہ کو ہمیشہ سے آمنہ سے چڑھتی جب جب وہ اس سے اس لمحے میں بات

کرتی اسکے اندر اب بال ساٹھتا۔ وہ اپنے والدین کے ساتھ دبئی جا چکا تھا اور اب  
اتنے عرصے بعد لوٹا تھا۔

"میرے پاس تمہاری کس قسم کی پکھر ز ہیں تم جانتی ہو؟؟؟" وہ کمینگی سے بولا۔  
"کیا کر لوگے ان پکھر ز کا؟؟؟" آمنہ اب بھی بے خوف لمحے میں بولی۔

"اگر تمہارے گھر کے مردوں کے ہاتھ یہ پکھر ز لگ جائیں تو کیا ہو گا؟؟؟" وہ بولا  
تو آمنہ مسکرا دی۔ عبد اللہ کو مزید غصہ آیا تھا۔

"اس معاشرے میں صرف وہی عورت کامیاب ہے جس کے گھر کے مردار س  
پر بھروسا کریں۔ تم مجھے یہ دھمکی مت دو عبد اللہ میرے گھر کے مردوں کو مجھ  
پر کتنا بھروسا ہے تم نہیں جانتے۔" آمنہ ہلکی مسکان سے بولی۔

"ٹھیک ہے آمنہ آج کے بعد تمہیں میری کال موصول نہیں ہو گی۔ اب  
تمہیں تمہارے گھر کے مرد ہی نیچاد کھائیں گے۔" اس نے اتنا کہہ کر کال کاٹ  
دی۔

آمنہ نے اسکا نمبر بلاک نہ کیا وہ جانتی تھی اب وہ کبھی اسے کال نہ کرنے والا  
تھا۔ آمنہ کافی ریلیکس ہو گئی تھی۔

\*\*\*

"اتانیہ بابا تمہاری شادی کرنا چاہتے ہیں۔" نازیہ نے اسکے کمرے میں آکر اس

سے کہا۔

"جی؟؟" اتنا نیہ نے سوچا اسے سننے میں کوئی غلطی ہوئی ہے۔

"ہاں وہ کہہ رہے تھے کہ تم بڑی ہو تمہاری کریں گے تو ہی کچھ ہو گا۔" نازیہ نے کہا۔

"ماما میں ابھی پڑھ رہی ہوں ابھی ایسا کچھ مت سوچیے گا پلیز۔" اتنا نیہ نے منت کی۔

"مگر اتنا نیہ تم بڑی ہو اور کب تک انتظار کریں۔ پڑھائی ساتھ ساتھ ہوتی رہے گی۔" نازیہ نے اسے سمجھانا چاہا۔

"ماما پلیز کوئی جلدی نہیں ہے ابھی حزیفہ اور آمنہ کا سوچیں وہ کتنے چھوٹے ہیں۔" اتنا نیہ نے بہانا تلاش کیا۔

"حزیفہ اور آمنہ کا تم سے کیا لینا دینا؟" نازیہ نے حیرانگی سے کہا۔

"ماما آپ ہی تو کہہ رہی تھی کہ میری اور حزیفہ کی شادی ساتھ ساتھ ہو گی۔" بڑی بھوری آنکھوں میں حیرت تھی۔

"اے وہ تم میں نے یوں ہی کہہ دیا تھا ب کیا حزیفہ کے انتظار میں تمہیں بٹھا کر رکھیں گے؟" نازیہ کو اسکی بات نے حیران کیا۔

"نہیں نہیں بابا سے کہیں ایسا کچھ نہ سوچیں ابھی میں پڑھ رہی ہوں۔" اتنا نیہ نے ایک بار پھر منت کی۔

"اخود کہہ دوناں۔ رشتے کی بات تو خود بڑے دھڑلے سے کر دی گئی۔" نازیہ  
نے تانادیا۔

"کر لوں گی بات آپ بس اب تانامت دینا۔" تانیہ منہ کے زاویے بگاڑے  
بولی۔

\*\*\*

"بابا۔" تانیہ نے سٹڈی روم میں داخل ہوتے ہوئے پیار سے پکارا۔  
"جی بچا۔" علی سفید لباس پر بھوری شال اور ٹھہر کسی کتاب میں مصروف  
تھے۔

"بابا کیا پڑھ رہے ہیں؟؟" تانیہ اشتیاق سے انکے قریب بیٹھتے بولی۔  
"اپکو کچھ خاص نہیں۔" وہ کتاب ایک جانب رکھتے ہوئے بولے۔

"کوئی بات کرنی ہے تانیہ؟؟" انہوں نے تانیہ سے مسکرا کر پوچھا۔  
برڑی بڑی بھوری آنکھوں میں صاف دکھائی دے رہا تھا وہ کچھ خاص کہنے آئی  
ہے۔

"جی بابا۔" وہ مسکرا کر بولی۔ مسکرانے پر اسکے گال مزید اٹھ جاتے جس سے وہ  
بہت معصوم دکھائی دیتی۔

"بولو بیٹا۔" علی نے کہا۔

"وہ ماما کہہ رہی تھی آپ شادی کرنا چاہتے ہیں۔" تانیہ کنفیوز سی بولی۔

"لا حولا ولا قوت بیٹا میری کوئی عمر ہے شادی کرنے کی۔" علی کی سبز آنکھیں حیرت سے کھلیں۔

"نہیں نہیں میرا مطلب ہے آپ میری شادی کرنا چاہتے ہیں یہ بتایا تھاما نے۔" تانیہ نے ہڑ بڑا کر کہا۔ چندیل کی خاموشی کے بعد ان دونوں کا قہقہا بلند ہوا تھا۔

"بابا۔۔۔ کیا سوچ لیا تھا آپ نے؟؟" تانیہ شریر سا مسکرا کر بولی۔  
"میری مجال کے میں ایسا کچھ سوچوں۔" وہ مسکرا کر بولے۔

"بابااا۔۔۔ ابھی میں شادی نہیں کرنا چاہتی آپ پلیز چاچو کو بھی ایسا کچھ مت کہیے گا ابھی۔" تانیہ معصومیت سے بوجی۔

"جیسا میرا بچہ چاہے ویسا ہی ہو گا۔ بس سلطان شاید شایان کی شادی کرنا چاہتا ہے اس لیے میں نے کہہ دیا۔" وہ چشمہ ایک جانب رکھتے ہوئے بولے۔  
"جو بھی ہے میں ابھی پڑھائی پر فوکس کرنا چاہتی ہوں اس لیے ایسا کچھ نہیں ہو گا۔" تانیہ منہ پھلا کر بولی۔

"میں سمجھ سکتا ہوں شادی کے بعد تم فوکس سے ڈسٹریک ہو وجہ کی نا۔" علی نے سنجیدگی سے کہا۔

"بابااا۔۔۔" تانیہ خفگی سے چھینی۔

"اچھا اچھا بیٹا جیسے تمہاری مرضی میں سلطان سے کہہ دوں گا میری بیٹی کو ڈاکٹر

بننے دو۔ "وہ اسکے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرتے بولے۔

"ہاں نہیں تو ایک عمر خرچ کی ہے یہاں پک پہنچنے میں اب ڈاکٹر بن کر ہی کچھ اور سوچیں گے ٹھیک ؟؟" وہ انکے سینے پر سر رکھ کر بولی۔  
"بلکل ایسا ہی ہو گا۔" علی نے بھی مسکرا کر ہامی بھری۔

\*\*\*

آمنہ کی گاڑی یونیورسٹی سے ابھی لوٹی تھی۔ وہ مکمل سیاہ عبا یا میں ملبوس پچھلی سینٹ سے اتری تھی۔ پاؤں میں سفید جا گرز تھے۔  
وہ گرمی میں اندر پہنچ کر سامنے ہی موجود صوفے پر بیٹھ گئی۔ شایان بھی وہیں موجود تھا۔

"پانی ملے ہے گا؟؟؟؟؟؟؟ آمنہ چھینی تھی۔

"مل جائے گا چیخ کیوں رہی ہو۔" شایان نے اسے گھورتے ہوئے کہا اور ملاز مہ سے پانی لانے کو کہا۔

اس نے نقاب اتار کر گھٹا گھٹ پانی پیا۔

"گاڑی میں اے۔ سی آن کر کے یونیورسٹی کے گیٹ سے بیٹھ کر گھر کے گیٹ کے باہر اترتی ہو پھر بھی یوں چھینتی ہے جیسے افریکہ کے جنگلات سے ابھی ابھی آزاد ہوئی ہو۔" شایان موبائل میں مصروف اسے چھیڑتے ہوئے بولا۔  
"پیدل بھی آتی ہوں کبھی کبھار۔" آمنہ نے با قائدہ اسکی بات پر آنکھیں

گھما نہیں تھیں۔

"ماما بابا کہاں ہیں؟؟؟" آمنہ نے جا گرزا تارے ہوئے پوچھا۔

"سب لوگ حلیمہ پھوپھو کے گھر گئے ہیں۔" شایان نے کہا۔

"کیا ॥ ॥ ॥ ॥" آمنہ اتنی زور سے چیخنی کے شایان نے کانوں پر ہاتھ رکھ لیا۔

"مجھے چھوڑ کر چلے گئے؟؟ کون کون گیا ہے؟؟" وہ غصے سے بولی۔

"تا یا ابو تائی امی اور ہمارے والدین محترم۔" شایان سنجدگی سے جواب دیتا رہا۔

"یہ کیا طریقہ ہے اکیلے نکل پڑے سارے۔ پھوں کا بھی نہیں سوچا۔" آمنہ غصے سے بولی۔

ابھی وہ کچھ کہہ ہی رہی تھی کہ دروازے سے حزیفہ کو داخل ہوتے دیکھ کر خاموش ہو گئی۔

"لو یہ بھی اپنے دکھڑے سنانے آگیا۔ اسکو تو خصوصاً لے کر جانا چاہیے تھا

زار ॥ ॥ ॥ کے گھر۔" شایان نے ایک تیر سے دوشکار کرنے کی کوشش کی۔

"میں فریش ہو کر آتی ہوں۔" آمنہ کہہ کر جانے لگی جب حزیفہ نے اسے

پکارا۔

"کہاں جا رہی ہوں آمنہ سلطان؟؟؟" حزیفہ کے لمحے نے آمنہ کے قدم روک لیے۔

آمنہ جہاں تھی وہیں تھم گئی۔ وہ اس لمحے کے ہر تاثر کو پہچانتی تھی۔ شایان نے

بھی موبائل سے نظر ہٹا کر حزیفہ کو دیکھا۔

"کیا ہوا ہے حزیفہ؟؟" شایان اٹھ کر اسکے قریب آکر سنجدگی سے بولا۔ آمنہ شایان کے پیچھے چھپ گئی تھی۔

اس نے گردن موڑ کر حزیفہ کو دیکھا۔ وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔  
اسکی سنبھلی آنکھوں میں غصہ تھا۔

"حزیفہ--" شایان ابکی بارا دنچی آواز میں بوگا۔  
"کیا ہوا ہے؟؟" اس نے بات دھرائی۔

"ابنی لاڈلی سے پوچھیں کیا ہوا ہے۔" حزیفہ نے غصے سے کہا۔

"آرام سے حزیفہ۔ صاف صاف بولو کیا مسئلہ ہے؟؟" شایان نے بھی دبے دبے غصے سے کہا۔

"یہ کیا ہے؟؟" وہ موبائل شایان کی جانب بڑھا کر بولا۔ آمنہ سن ہو گئی۔ وہ جانتی تھی وہ کیا ہو گا۔ اسکے چہرے پر خون سمت آیا۔ وہ حزیفہ کو اتنی سخت نظروں سے دیکھ رہی تھی جیسے اسے نظروں سے بھسم کرنا چاہتی ہو۔

شایان نے موبائل اسکے ہاتھ سے لیا اور سامنے موجود تصویر دیکھ کر دوبارہ حزیفہ کی جانب مرٹا۔

"کیا ہے یہ؟؟" وہاب بھی حزیفہ سے جواب طلب کر رہا تھا۔  
آمنہ نے آگے بڑھ کر شایان کے ہاتھ سے موبائل لیا۔ سامنے اسکی تصویر

موجود تھی۔ وہ پینٹ شرط میں ملبوس کسی گراونڈ میں بیٹھی تھی۔ کالے بال کمر پر جھول رہے تھے۔ اور وہ مسکرا کر سامنے جانب دیکھ رہی تھی جہاں کوئی مرد بیٹھا تھا۔ اس مرد کا چہرہ تصویر میں نہ تھا۔ آمنہ نے پکھر ز سوائپ کی۔ آگے بھی چند ایسی ہی تصویریں تھیں۔ وہ الگ الگ مقام کی پکھر ز تھیں۔ آمنہ کو کوئی شک نہ تھا کہ وہ صورت اسی کی ہے۔ مگر ان تصویروں کو کمال مہارت سے ایڈٹ کیا گیا تھا۔ یوں کے ڈھونڈنے سے بھی نہ لگتا کہ یہ ایڈٹ ہے۔ مگر آمنہ جانتی تھی وہ ایڈٹ کی گئی ہیں۔

"مجھ سے پوچھ رہے ہیں آپ؟ کہ یہ کیا ہے۔ اپنی بہن سے پوچھیں ناکس کس کے ساتھ گھومتی پھرتی ہے۔" حزیفہ غصے سے چینخا۔

"حزیفہ زبان سمبھال کے بات کرو۔ ابھی تمہیں کوئی حق نہیں ہے کہ تم میری بہن کی عزت پر سوال اٹھاؤ۔" نیلی آنکھوں میں بھی غصہ تھا۔

"تمہیں ان پر ٹرست ہے حزیفہ؟؟" آمنہ نے بے یقینی سے پوچھا۔

"یہی وجہ ہے مجھے اگنور کرنے کی؟؟ یہی وجہ تھی مجھ سے سپیس مانگنے کی؟ یہی کرنے جاتی ہو گھر سے پردہ کر کے؟؟" حزیفہ کے منہ میں جو آیا وہ بولتا چلا گیا۔

"خبردار حزیفہ تم نے میرے پردے پر سوال اٹھایا۔" آمنہ غصے سے چینخی تھی۔ اسکی آنکھوں میں آنسوں جمع ہونے لگے تھے۔

حزیفہ نے جڑے بھٹج لیے۔ اس کا غصہ سوانیزے پر تھا۔ اسے غصے میں آمنہ

کے گال پر ایک زور دار نمایا چہ مارا تھا۔  
آمنہ پتھر کی ہو گئی۔

ایسا محض کہانیوں میں ہوتا ہے کہ اچھے برے کردار واضح ہو جاتے ہیں حقیقت میں سالوں سال ایک شخص کے ساتھ گزارنے کے بعد بھی ہم اسکی شخصیت کے بارے میں غلط ثابت ہو جاتے ہیں۔

"حزیفہ اوقات میں رہو تم کیا کر رہے۔" شایان نے اسے پیچھے دکھیلا تھا۔  
"تم ہوتے کون ہو میری بہن پر ہاتھ اٹھانے والے ہاں؟؟ آئندہ کے بعد ایسی جرت کرنے کی کوشش کی تو ہاتھ توڑ کے رکھ دوں گا۔" شایان غرایا تھا۔  
آمنہ بے یقینی سے گال پر ہاتھ رکھے سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی کہ یہ کیا ہوا تھا؟؟

شایان اور حزیفہ آپس میں گھنٹم گھنٹا ہو رہے تھے جب آمنہ تیش کے عالم میں آگے آئی اس نے شایان کو بازو سے پکڑ کر پیچھے کیا اور اسی طاقت سے حزیفہ کے منہ پر چانڈا مارا تھا۔ حزیفہ چند لمحے کچھ بول نہ سکا۔

ماحول میں ایک سکوت ساطاری ہو گیا تھا۔ سب کچھ رک گیا۔ حزیفہ بے یقینی و غصے سے آمنہ کو دیکھ رہا تھا۔

"تمہاری جرت بھی کیسے ہوتی۔" آمنہ غرائی تھی۔

"میں نے تمہیں خود پر نظر اٹھانے کا حق نہیں دیا اور تم نے مجھ پر ہاتھ اٹھانے کی جرت کر لی۔" آمنہ نے غصے سے کہا۔ حزیفہ ہوش کی دنیا میں آیا تھا مگر عزت نفس سرچڑھ چکی تھی۔ ایک معمولی سی لڑکی اسے یوں تماچہ مار چکی تھی۔ "آج کے بعد میرے آس پاس بھی نظر مت آناور نہ لھاض نہیں کروں گی۔ اور اگر ان پر یقین ہے تمہیں تو کرتے رہو مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔" وہ موبائل اسکے ہاتھ میں تھما کر بولی اور اوپر کی جانب بڑھ گئی۔

شايان غصے سے حزیفہ کو دیکھ رہا تھا۔ حزیفہ بھی غصے سے سر جھٹک کر باہر آگیا۔ باہر آکر اس نے خود کو پر سکون کرنا چاہا۔ ایک ہاتھ سے بالوں میں ہاتھ پھیر کر وہ خود کو پر سکون کرنا چاہتا تھا مگر اس کا غصہ کسی طور کم نہ ہوا۔

شايان کے لیے یہ کسی انہونی سے کم نہ تھا۔ وہ غصہ کرنے کا عادی نہ تھا۔ وہ ٹھنڈے دماغ سے ہر چیز کو سوچنے سمجھنے والا شخص تھا۔ مگر حزیفہ نے انتہائی گری ہوئی حرکت کی۔ بھلا وہ کون ہوتا تھا اسکی بہن پر ہاتھ اٹھانے والا۔ شايان نے حزیفہ کا بہت لھاض کیا تھا۔ اگر اسکی جگہ کوئی اور ہوتا تو شايان اب تک اسے جہنم وال سل کر چکا ہوتا۔

آمنہ نے کمرے میں آ کر حجاب کو نوچنے کے انداز میں اتارا تھا۔ اسکی آنکھیں سرخ ہو چکیں تھیں۔ بھوری آنکھوں سے وحشت ٹپک رہی تھی۔

"اس کی ہمت کیسے ہوئی وہ مجھ پر ہاتھ اٹھائے۔" وہ غصے سے ہمکلامی کے انداز میں بولی۔ اسے زرافرق نہ پڑتا تھا کہ اسکی تصویروں کو لے کر کوئی کیا سوچتا ہے۔ اسے معلوم تھا کہ اس نے یہ حرکت نہیں کی اور اسے معلوم تھا اسکے گھر کے مرد اس پر بھروسا کرتے تھے۔ اس نے حزیفہ کا سوچاتک نہ تھا۔ غصے کی انتہا پر پہنچ کر اس نے سر ہاتھوں میں گرا یا اور پھوٹ پھوٹ کر رودی۔ حزیفہ۔۔۔ وہ ایسا کیسے کر سکتا تھا؟؟ وہ تو بچپن سے اسے جانتا تھا۔ اس نے سوچ بھی کیسے لیا کہ وہ یہ حرکت کر سکتی ہے؟؟ آمنہ رورو کر تھک گئی تو کب نیند کی وادیوں میں کھو گئی اسے معلوم ہی نہ ہوا سکا۔

ان تینوں میں سے کسی نے بھی یہ بات گھر میں کسی کونہ بتائی تھی۔ وہ سب ناشتے کی ٹیبل پر موجود تھے۔ سربراہی کر سی پر علی یوسف بیٹھے تھے۔ دائیں جانب ناز یہ بیکم اور بائیں جانب حزیفہ اور تانیہ۔ "ابو میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔" حزیفہ کافی دیر بعد بولا۔ "جی بولو۔" علی اسکی جانب متوجہ ہو کر بولے۔ "میں آمنہ سے شادی نہیں کرنا چاہتا۔" حزیفہ علی کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا۔

ہر کوئی اپنی جگہ سن ہو گیا تھا۔ علی نے حیرت سے حزیفہ کو دیکھا۔

"کیوں؟؟" علی نے پر سکون رہ کر پوچھا۔

"بس نہیں کرنا چاہتا۔" حزیفہ نے جڑے بھینچ کر کہا۔ وہ آج معصوم سے حزیفہ سے بہت مختلف تھا۔

"آج تمہیں خیال آیا؟؟؟" علی نے تذریہ لمحے میں پوچھا۔

"آپ نے مجھ سے پوچھ کر رشتہ کیا تھا؟؟؟" حزیفہ کے بد لمحے نے ہر ایک کو حیران کیا۔

"حزیفہ آرام سے بات کرو۔" نازیہ نے شبیہ کی۔

"نہیں مجھے بولنے دیں ناں ماما۔ آخر آپ لوگوں نے کس سے پوچھ کر رشتہ کیا؟؟؟ میری مرضی تو آپ نے نہیں پوچھی۔" حزیفہ نازیہ کے جانب مرٹتے بولا۔ تانیہ حیرت سے حزیفہ کو دیکھ رہی تھی۔

"پاگل مت بنو حزیفہ بچے نہیں ہو تمہیں معلوم تھی یہ بات آج آکر یہ بات کرنا فضول ہے۔" علی نے بھی غصے سے کہا۔

"ہاں لیکن آج احساس ہو رہا ہے کہ میں نہیں کرنا چاہتا اس سے شادی۔"

حزیفہ اب کی بارز را آرام سے بولا۔

"اب تمہاری رائے معنی نہیں رکھتی تمہاری بہن کا بھی رشتہ جڑا ہے اس گھر سے ہم رسمک نہیں لے سکتے۔" علی نے دبے دبے غصے سے کہا۔

"میں اپنا فیصلہ سنا چکا ہوں آپ لوگ کون ہوتے ہیں مجھ پر فیصلہ جمانے والے؟؟" حزیفہ غصے سے کہتا اٹھ کھڑا ہوا۔

"آرام سے بات کرو حزیفہ۔" علی غصے سے بولے۔ حزیفہ غصے سے وہاں سے چلا گیا۔

"یہ پاگل ہو گیا ہے؟؟ سمجھاؤ اسکو کہ اب ایسا نہیں ہو سکتا۔" علی نازیہ سے بولے۔

"میں بات کروں گی اس سے۔ عجیب پاگل ہے۔ کل تک آمنہ اسکی پسند تھی اور آج کہہ رہا ہے اس سے اجازت کس نے لی؟" نازیہ بھی کافی غصے میں تھی۔ تانیہ حیرت سے سب کو دیکھ رہی تھی۔ حزیفہ آمنہ کو پسند کرتا تھا وہ جانتی تھی۔ پھر اچانک کیا ہوا تھا؟؟؟

تانیہ حزیفہ کے کمرے کے باہر کھڑی تھی۔ وہ مسٹر ڈرنگ کی تمیض شلوار میں ملبوس تھی۔ گھرے بھورے بال جو کندھوں سے زرائی پے آتے تھے آج کھلے چھوڑ دیے گئے تھے۔ اسکی بھوری آنکھوں میں آج پہلی دفع بھائی کے کمرے کا دروازہ کھولنے پر کشمکش تھی۔

بلآخر اس نے دروازہ ناک کیا۔ کوئی جواب نہ آیا۔ اس نے ایک بار پھر دروازہ بجا یا۔ جواب ندار۔ اس نے ڈورناب گھما یا تو دروازہ کھلتا چلا گیا۔

سامنے میبل پر کتابیں بکھری پڑیں تھیں۔ اور وہ سر ہاتھوں میں گرانے ان کتابوں پر ناجانے کیا دیکھ رہا تھا۔ تانیہ کی جانب اسکی پیٹھ تھی۔

"حزیفہ---" تانیہ نے اسے پکارا۔

وہ چلتی ہوئی اسکے قریب آئی۔ قریب پڑا ایک سٹول گھسیٹ کروہ اسکے قریب پیٹھ گئی۔

"حزیفہ کیا ہوا ہے؟؟ آریو او کے؟؟" وہ پیار سے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھے بولی۔

"جائیں یہاں سے آپی اکیلا چھوڑ دیں مجھے۔" وہ کوفت سے بولا۔

"حزیفہ بتاؤ تو سہی کیا ہوا ہے تم نے اچانک یہ فیصلہ کیوں کیا؟؟" تانیہ نے پوچھا۔ حزیفہ چند لمحے خاموش رہا۔ اس نے قریب پڑا موبائل اٹھایا اور مطلوبہ تصویر نکال کر موبائل تانیہ کی جانب بڑھایا۔

تانیہ نے موبائل سکرین پر دیکھا تو سن و ساکت ہو گئی۔ اس نے اگلی چند تصاویر دیکھیں پھر حیرت سے حزیفہ کو دیکھا۔

"تمہیں ان پر یقین ہے؟؟" تانیہ کے سوال پر حزیفہ حیرت سے اسکی جانب مرڑا۔

"مجھے یقین ہے۔" وہ سخت لہجے میں بولا۔

"ان پر یقین کا مطلب تمہیں آمنہ کے کردار پر شک ہے۔" تانیہ کے لہجے میں غصہ تھا۔

"مجھے ہے۔" وہ ایک بار پھر غصے سے بولا۔

"آخر آپ سب کو اتنا بھروسہ کیسے ہے اس پر؟؟ ثبوت سامنے ہے پھر بھی میں یقین نہ کروں؟؟" حزیفہ کی آنکھیں سرخ ہو چکیں تھیں۔

"حزیفہ یہ تمہاری زندگی کی سب سے بڑی غلطی ہو گی اگر تم اسکے کردار پر یوں شک کرو۔" تانیہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"آمنہ وہ شخصیت ہے جس کے بارے میں ایسے لاکھ ثبوت بھی لے آؤ تو میں یقین نہ کروں۔" وہ غصے سے اس کا موبائل ٹیبل پر رکھ کر مڑ گئی۔ حزیفہ حیرت سے تانیہ کو دیکھ رہا تھا۔ اسکی بہن کو اس سے زیادہ آمنہ پر یقین تھا؟؟

\*\*\*

آمنہ اپنے کمرے میں بند تھی جب کسی نے دروازہ بجا یا۔ آمنہ نے کوئی جواب نہ دیا۔ اسکے کمرے میں مکمل اندر ھیرا تھا۔ کوئی دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تھا۔ اس نے اندر آ کر کمرے کی ساری لاٹیس آن کیں۔ سامنے سبز رنگ کے جہازی سائز بیڈ پر آمنہ کمبل میں لپٹی لیٹی تھی۔ آمنہ کی آنکھیں تیز روشنی سے چندھا گئیں۔

"آمنہ۔" نیلی آنکھوں والے مرد نے اسے پکارا تھا۔

"ہمم--"آمنہ کی مند ہمی سی آواز آئی۔

"اٹھو بھی کب تک سوتی رہو گی۔" وہ پیار سے اسکے قریب بیٹھ کر بولا۔  
آمنہ خالی خالی نظروں سے چھت کو گھور رہی تھی۔

"آمنہ جو ہوا سے بھول جاؤ۔" شایان نرمی سے بولا۔

"نہیں بھول سکتی بھائی کبھی نہیں۔" آمنہ نے جزبے سے عاری لہجے میں کہا۔  
"hzayfe nadan ہے جوان تصویروں پر ٹرست کر رہا ہے۔ وہ کچھ دنوں میں سمجھ  
جائے گا۔" شایان نے کہا۔

"مجھے فرق نہیں پڑتا hzayfe ان پکھر ز پر یقین کرے یا نہ کرے مگر وہ اتنا نادان یا  
بے وقوف کب سے ہو گیا کہ اس نے مجھ پر ہاتھ اٹھانے کی جرت کر لی۔" آمنہ  
اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"وہ جو چاہے مرضی کرے مگر میں اسے اس کے لیے کبھی معاف نہیں کروں  
گی۔" آمنہ نے پختہ لہجے میں کہا۔

"اچھا اٹھو چل کر ناشتہ کرو۔" شایان اٹھتے ہوئے بولا۔

"بس ابھی آئی فریش ہو کر۔" آمنہ مسکرا کر بولی تو شایان بھی مسکرا دیا۔

\*\*\*

آمنہ بلکل نارمل تھی مگر hzayfe اس دن سے سب گھروالوں سے کٹ سا گیا تھا۔  
اگر وہ سب کے ساتھ مل کر بیٹھتا تو وہی بات کرتا جس پر ہمیشہ جھگڑا ہوتا۔

دروازہ بجانے کی آواز پر آمنہ نے اٹھ کر دروازہ کھولا تو سامنے تانیہ کو کھڑے دیکھا۔ آمنہ نے مسکرا کر اسے اندر آنے کو کہا۔

"کہاں غائب ہیں آج کل تو بلکل نظر نہیں آتی۔" آمنہ نے مسکرا کر پوچھا۔  
"تمہیں تو معلوم ہے آج کل کتنا ٹف ٹائم چل رہا ہے۔ تم کیوں نہیں آتی؟؟؟ سامنے ہی تو گھر ہے۔" تانیہ بیٹھتے ہوئے بولی۔

"میں آؤں وہاں؟؟؟" آمنہ نے تلخی سے کہا۔  
"کیوں؟؟؟ تم نہیں آسکتی؟؟؟" تانیہ نے پوچھا۔  
"کم آن آپی آئی نو آپ جانتی ہوں گی کیا ہوا ہے۔ وہ آپ کو ہر بات بتاتا ہے۔"  
آمنہ نے ہنس کر کہا۔ اسکی ہنسی میں واضح نظر تھا۔

"وہ پاگل ہے آمنہ وہ غلط کر رہا ہے اسے جلد اندازہ ہو جائے گا۔" تانیہ نادم سی بولی۔

"ہم امید کر سکتے ہیں وہ جان جائے۔" آمنہ نے مسکرا کر کہا۔  
"تم پر یشان مت ہونا آمنہ وہ پچھے نہیں ہٹ سکتا وہ یہ رشتہ اب نہیں توڑ سکتا  
اور ان واهیات الزامات میں آکر بلکل نہیں۔ اسے جلد معلوم ہو جائے گا کہ یہ  
صرف سازش ہے۔" تانیہ نے کہا۔ آمنہ کے چہرے کارنگ بدلا تھا۔ اسکے  
چہرے پر عزیت تھی۔ اسکی آنکھوں میں تکلیف۔  
"وہ رشتہ توڑ رہا ہے؟؟؟" آمنہ نے بے یقینی سے پوچھا۔

تانية کو احساس ہوا کہ شاید اس نے غلط بات کہہ دی تھی۔ اسے سمجھنہ آیا کہ وہ اب کیا کہے۔

"وہ ایسا کر سکتا ہے؟؟؟" آمنہ نے حیرت سے پوچھا۔

"آمنہ وہ ایسا نہیں کر سکتا۔ اور۔ اور یہ توصاف جھوٹ ہے جو ناجانے اسکی سمجھ میں کیوں نہیں آ رہا۔" تانية نے گڑ بڑا کر کہا۔

"وہ ان جھوٹی پچھر زپر یقین کر کے میرے کردار پر الزام لگا رہا ہے اور۔ اور وہ انکی بنا پر رشتہ توڑ دے گا؟؟؟" آمنہ نے دکھ سے کہا۔

"آمنہ۔" تانية نے کچھ کہنا چاہا جب آمنہ نے اسے روک دیا۔

"اگر وہ ایسا چاہتا ہے تو شوق سے کرے مجھے فرق نہیں پڑتا۔" آمنہ آنکھوں میں آئے آنسو صاف کرتے ہوئے بولی۔

"آمنہ ایسا مت کہو تم دونوں پسند کرتے ہو ایک دوسرے کو" تانية نے پریشانی سے کہا۔

"میرے لیے میری ذات میری محبت سے بڑھ کر ہے تانية۔ میں کسی کے لیے کوئی آپشن نہیں ہوں۔ اگر وہ نہیں چاہتا رشتہ کرنا تو ٹھیک ہے مت کرے آمنہ سلطان کسی کے لیے مری نہیں جا رہی۔" آمنہ نے غصے سے کہا۔

"فارگاڈ سیک آمنہ ہو کیا گیا ہے تم دونوں کو۔" تانية پریشانی سے بولی۔

"پلیز اسکی کوئی بات مت کریں مجھ سے۔" آمنہ نے دکھ سے کہا تو تانیہ خاموش ہو گئی۔

\*\*\*

وہ سب کھانے کی ٹیبل پر موجود تھے۔ آمنہ پلیٹ میں چیچ ہلار ہی تھی۔

"آمنہ بیٹا کیا ہوا ہے؟؟" سلطان یوسف نے اسے پکارا۔

آمنہ کسی خیال سے چونکی تھی۔

"کچھ نہیں بابا۔" آمنہ نے مسکرا کر کہا۔

"کھانا کھاؤ صحیح طریقے سے یوں ہی بیٹھی ہو۔" سلطان نے کہا تو آمنہ کھانے میں مصروف ہو گئی۔

\*\*\*

"بابا میں آجائو؟؟" آمنہ دروازے میں کھڑی اجازت مانگ رہی تھی۔

"آؤ بیٹا۔" سلطان نے کہا تو آمنہ مسکرا کر اندر داخل ہوئی۔

فریال اس وقت وہاں موجود نہ تھی۔

آمنہ چلتی ہوئی انکے قریب آئی۔ وہ بیڈ پر ٹانگیں نیچے کیے بیٹھے تھے۔ آمنہ انکے قریب ہی پڑے صوف فر پر بیٹھ گئی۔

"کیا ہوا خیریت ہے؟؟" سلطان نے آمنہ کو خاموش بیٹھے دیکھا تو پوچھا۔

"بابا مجھے کچھ بات کرنی تھی۔" آمنہ ہلکی آواز میں بولی۔

"ہاں کہو کیا بات ہے؟؟" سلطان نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"بابا پلیز آپ کوئی سوال مت کیجیے گا۔" آمنہ کے چہرے پر تھوڑی سی پریشانی تھی۔

"تم بتاؤ گی تو ہی میں کچھ کہوں گا نا۔" سلطان نرمی سے بولے۔

"بادرا صل۔۔۔ وہ۔۔۔" آمنہ سوچ میں پڑ گئی۔

"بابا میں حزیفہ سے شادی کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی۔" آمنہ نے بلا آخر کہا۔

"کیا کہہ رہی ہو۔" سلطان حیرت سے بولے۔

"بابا میں ایسا نہیں کہہ رہی۔" آمنہ نے انہیں سمجھانا چاہا۔ "حزیفہ مجھ سے شادی نہیں کرنا چاہتا اور میں چاہتی ہوں آپ خاموشی سے اسکی بات مان لیں اس سے سوال مت کیجیے گا۔" آمنہ نرمی سے بولی۔

"یہ کیا کہہ رہی ہو آمنہ میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا۔ تم دونوں کو معلوم ہے کہ تم دونوں کا بچپن سے رشتہ طے ہے۔" سلطان پریشانی سے بولے۔

"بابا پلیز آپ میری بات مان لیں اس سب کافائدہ نہیں ہے کہ آپ پوچھیں کہ وہ کیوں نہیں کرنا چاہتا آپ بس اسکی بات مان لیں کیوں کے شاید اب میں بھی ایسا نہیں چاہتی۔" آمنہ سنجیدگی سے بولی۔

"مگر۔۔۔ وہ ایسا چاہتا کیوں نہیں ہے؟؟ کل تک تو چاہتا تھا۔" سلطان حیرانگی سے بولے۔

آمنہ نے گھر اس انس لیا پھر بولی۔

"اسے میرے کردار پر شک ہے بابا۔" آمنہ کی آنکھ سے ایک آنسوں ٹوٹ کر گرا تھا۔

سلطان کے اندر لا وہ سا پھٹا تھا۔

"کیا مطلب ہے؟ وہ ہوتا کون ہے تمہارے کردار پر بات کرنے والا؟؟"

سلطان تیش سے بولے۔

"بابا۔ بابا۔ پلیز آپ اس بات کو چھوڑ دیں بس آپ اس رشتے کو خاموشی سے ختم کر دیں میں بھائی اور تانیہ کا رشتہ خراب نہیں کرنا چاہتی اسکی وجہ سے۔" آمنہ نے کہا تو سلطان بھی سوچ میں پڑھ گئے۔

"ٹھیک ہے میں بات کروں گا علی سے۔" سلطان نے کہا۔

"اور وعدہ کریں آپ حزیفہ سے کوئی بات نہیں کریں گے۔" آمنہ انکا ہاتھ تھام کر بولی۔

"میں اس سے سوال کرنے کا حق رکھتا ہوں آمنہ اس نے یہ بات سوچ بھی کیسے لی آخر۔" سلطان غصے سے بولے۔

"اس سب کا فائدہ نہیں ہے بابا پلیز آپ مت کیجیے گا اس سے کوئی بات۔" آمنہ روہانی ہو کر بولی۔

"ہم ٹھیک ہے۔" سلطان نے ہامی بھری۔

" وعدہ؟؟ آمنہ نے ہاتھ انکے سامنے رکھا۔

" وعدہ۔" سلطان نے مسکرا کر اس کا ہاتھ تھام لیا۔

\*\*\*

وہ سب شام کے وقت علی کے گھر کے لان میں موجود تھی۔ ملاز میں چائے اور لوازمات ٹیبل پر رکھ رہے تھے۔

" میں سوچ رہا تھا شایان اور تانیہ کی شادی کر دی جائے۔" سلطان سنجیدگی سے بولے۔ وہاں بیٹھے سب لوگ غیر آرامدہ ہوئے۔

" ابھی نہیں سلطان، تانیہ ابھی پڑھنا چاہتی ہے۔ وہ چاہتی ہے ایک بارڈ گری مکمل ہو جائے تو پھر شادی کے بارے میں سوچیں۔ " علی چائے کا گھونٹ بھرتے بولے۔

" ہمگی مگر انکی عمر ہو چکی ہے علی اور پھر انکے بعد ہی ہم آمنہ کا رشتہ پھر شادی کے بارے میں سوچیں گے۔" سلطان نے سنجیدگی سے کہا۔

" حزیفہ اور آمنہ کی شادی بھی ہو جائے گی ابھی تو وہ بچے ہیں یا ر۔ " علی بولے۔

" حزیفہ اور آمنہ کی شادی؟؟؟" سلطان کے لہجے میں تنز تھا۔

" ہاں کیوں؟؟؟" علی نے حیرت سے پوچھا۔

" علی میرے بھائی مجھے معلوم ہوا ہے کہ حزیفہ آمنہ سے شادی نہیں کرنا چاہتا اس لیے بہتر ہے کہ ہم اس رشتے کو یہیں ختم کر دیں۔" سلطان کی بات نے ہر

ایک کو جھٹکا دیا۔ سلطان فریال کو ساری بات سے آگاہ کر چکا تھا اس لیے وہ خاموش رہیں۔

"وہ بچہ ہے سلطان وہ غلط فیصلہ کر رہا ہے وہ سمجھ جائے گا۔" علی نے فکر مندی سے کہا۔

"سمجھ جائے گا مگر میری بچی کوئی کھلونا نہیں ہے کہ جب سمجھا اپنا لیا جب غلط فہمی ہوئی چھوڑ دیا۔ اس بات کو یہیں ختم کرتے ہیں بس حزیفہ اور آمنہ کا رشتہ ختم آج سے اس بارے میں کوئی بات نہیں ہو گی۔" سلطان نے حتمی انداز میں کہا۔

\*\*\*

حزیفہ اپنے کمرے میں بیٹھا پڑھائی کر رہا تھا جب علی اسکے دروازے پر نمودار ہوئے۔

"کیا ہو رہا ہے حزیفہ علی؟؟؟" ان نے غصے سے کہا۔

"کچھ نہیں بس پڑھائی کر رہا تھا۔" حزیفہ نے انہیں مکمل نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

"تم بہت غلط کر رہے ہو حزیفہ۔" وہ سخت لہجے میں بولے تھے۔

"میں جو بھی کر رہا ہوں اپنی مرضی سے کر رہا ہوں۔" حزیفہ جانتا تھا ان کا اشارہ کس طرف تھا۔

"تم ابھی کے ابھی جا کر سلطان اور آمنہ سے معافی مانگو تم نے جو بھی کیا ہے۔"

علی کی سبز آنکھوں میں بے پناہ غصہ تھا۔

"میں ایسا کچھ نہیں کروں گا بابا۔" وہ دیسے ہی پر سکون انداز میں بولا۔

"تمہیں ہو کیا گیا ہے حزیفہ؟؟ تم کیوں عجیب پاگلوں والی باتیں کر رہے ہو؟؟"

علی جلال سے بولے۔

"میرا فیصلہ نہیں بدلتے گا۔" حزیفہ بے خوف ہو کر انکی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا۔

"تم اتنے سمجھدار نہیں ہوئے کہ اتنا بڑا فیصلہ کر سکو میری بات مان لو اب بھی وقت ہے۔"

تانية ساتھ دوائے کمرے سے انکی آوازن کر آئی تھی۔

"نہیں سننی آپکی کوئی بھی بات۔ آپ کیوں نہیں سن لیتے میری بات۔"

حزیفہ بھی غصے سے چیخا تھا۔

"آرام سے بات کرو حزیفہ باپ ہوں تمہارا۔" علی غصے سے بولے۔

"جائیں یہاں سے آپ سب لوگ۔ آپ سب کو بس میں جھوٹا لگتا ہوں کسی کو میری بات کا یقین نہیں ہے تو مت کریں مگر مجھے اکیلا چھوڑ دیں پلیز زز۔" وہ چیخا تھا۔

"بaba آپ چلیں اسے چھوڑیں یہ پاگل ہو گیا ہے۔" تانیہ علی کو بازو سے پکڑے باہر لے آئی۔

علی غصے سے سرخ ہو چکے تھے۔ حزیفہ نے آج تک یہ حرکت نہ کی تھی وہ بہت بدلتا تھا۔ علی کبھی توقع نہیں کر سکتے تھے کہ حزیفہ یوں کرے گا۔

"بaba پلیز آپ جھوڑ دیں اسے وہ سمجھ جائے گا۔" تانیہ نے انہیں تسلی دی۔

"کب سمجھے گا؟؟ وہ لوگ رشتہ توڑ چکے ہیں۔ اسکی وجہ سے میں اپنے بھائی کے سامنے کتنا شرمند ہوا ہوں اسے احساس تک نہیں ہے۔" علی کے لہجے میں بے پناہ غصہ تھا۔

"کیا؟؟ وہ لوگ رشتہ توڑ چکے ہیں؟؟" تانیہ نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں توڑ چکے ہیں اسکی حرکتوں کی وجہ سے۔ اور کتنا ذلیل کروائے گا۔ بس ان سے معافی ہی مانگ لے آرام سے کہہ دے کہ وہ نہیں کرنا چاہتا مگر یوں انکی بیٹی کی بے عزتی کیوں کر رہا ہے۔" علی نے پریشانی سے کہا۔

"بaba آپ ریلیکس ہو جائیں میں بات کروں گی اس سے۔" تانیہ نے کہا تو علی ہامی میں سر ہلا کر اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئے۔

تانیہ نے تاسف سے حزیفہ کے کمرے کو دیکھا یقیناً وہ سب سن رہا تھا۔ یہ اسکے سستے بستے گھر کو کیا ہو گیا تھا؟؟ تانیہ کو افسوس ہوا۔

\*\*\*

وقت اپنی رفتار سے گزر رہا تھا۔ سب اپنے اپنے مطابق چل رہا تھا۔  
حليمہ اور زارا کافی عرصے بعد یوسف ہاؤس میں دکھائی دیں تھی۔

"ارے یہ کیا کہہ رہے ہو علی آخر حزیفہ اور آمنہ پسند تھے ایک دوسرے کی تو  
یہ فیصلہ کیوں لیا۔" حليمہ اور زارا کے چہرے پر پریشانی تھی۔

"ہمیں نہیں معلوم حليمہ بس دونوں کا یہی فیصلہ ہے۔" علی نے نادم ہو کر کہا۔  
"ارے ابھی عمر کیا ہے دونوں کی جوانانے پڑے فیصلے کرنے لگے سمجھاؤ  
انہیں۔" حليمہ نے کہا۔

"اب فائدہ نہیں ہے اس سب کا جو ہونا تھا ہو گیا۔" علی نے حتیٰ انداز میں کہا۔  
حليمہ نے افسوس سے کر جھٹکا۔ انداز میں کوئی افسوس نہ تھا وہ محض جلے پر نمک  
جھٹک رہی تھی۔

زارا کے چہرے پر ہلکی مسکان تھی۔

"عبداللہ یہ سب کام احتیاط سے کرنا ہے حزیفہ کو پتا نہیں چلنا چاہیے کہ یہ تم  
نے سینڈ کی ہیں اسے۔" وہ اپنے کمرے میں راکنگ چیئر پر جھول رہی تھی۔  
سامنے سے مانگ نکالے بالوں کو گھلا چھوڑ دیا گیا تھا۔ وسیع کمرے کے پچوچے  
اسکی راکنگ چیئر جھول رہی تھی۔ کمرے میں مدھم زر دروشی جل رہی تھی۔  
اسکے چہرے پر دلکش مسکراہٹ تھی۔ اسکے گال پر مسکرانے کی وجہ سے گڑھا  
موجود تھا۔

"میرا کام ہے وہ بھی جان ہی نہیں پائے گا کہ کس نے کیا ہے۔" عبد اللہ نے جواباً گھما۔

"ٹھیک ہے کام کر لینا۔" وہ مسرو رسی مسکراتے ہوئے بولی۔

"آمنہ پر میرے کچھ پرانے قرض ہیں یہ میرا قرض چکانے کا وقت ہے۔" وہ کمینگی سے بولا تھا۔

"تمہیں میرے بارے میں کیسے معلوم ہوا؟؟؟" عبد اللہ نے سوال کیا۔

"دوسٹ کے دشمنوں پر بھی نظر رکھنی پڑتی ہے مشکل میں کام آتے ہیں۔" اس نے بند آنکھیں کھولیں تھیں۔ سیاہ آنکھوں میں شیطانیت تھی۔

"اس نے مجھے بتایا تھا تمہارے متعلق کہ وہ تم سے کس قدر نفرت کرتی ہے۔" زارا نے مسکرا کر بات جاری رکھی۔

"وہ تمہاری نظروں سے ہی تمہاری نیت جان گئی تھی عبد اللہ زاہد۔ عورت کی نظر میں یہ طاقت ہے کہ وہ سامنے والوں کی نظروں سے ہی انسان کی نیت پہچان لیتی ہے۔ تمہیں بھی پہچان گئی تھی اور ایس آل ویزاں نے مجھے بتایا تھا۔ بھلا دوستوں سے کوئی بات چھپائی جاتی ہے؟؟؟" وہ کہہ کر ہنسی تھی۔

اس وقت موبائل کے آرپار دشیطانی قہقہے گونج رہے تھے۔

انسان کے دوست سے بڑا سکاڈ شمن کوئی نہیں۔

مخلص دوستیاں محض افسانوں اور کہانیوں میں ہی دکھائی جاتی ہیں۔ درحقیقت دوست آستین کا سانپ بننے میں دیر نہیں لگاتے۔

اسی لیے کہا جاتا ہے اچھے دوست قسمت سے ملتے ہیں سوچو جو کبھی تمہیں مخلص دوست نہ ملیں یا نہ ملتے تو زندگی کیا تھی؟؟ سوچو جو تمہاری زندگی میں دوست ہی نہ ہوتے تو تمہاری زندگی کیا تھی؟؟ مخلص دوست پاناخوش قسمتی نہیں بہت زیادہ خوش قسمتی ہے۔

وہ اس وقت پاؤں تک آتی سرخ رنگ کی قمیض میں ملبوس تھی۔ بال ہمیشہ کی طرح کھلے تھے۔ دو بٹا گلے کے دونوں جانب جھول رہا تھا۔ وہ باو قارچاں چلتی ان گول سیڑھیوں کی جانب بڑھی تھی۔ چلتے وقت اسکی سرخ ہیل کی ٹک ٹک اس خاموش ماحول میں کسی ساز کی طرح سنائی دے رہی تھی۔

وہ ٹیرس پر پہنچی تھی۔ ٹیرس پر ہلکی سفید روشنی تھی۔ نیچے سے جور و شنی آرہی تھی وہ منظر کو کافی حد تک واضح کر رہی تھی۔ وہ سامنے کھڑا سگرٹ پھونک رہا تھا۔ گول گلے والی سفید شرٹ پہنے وہ نیچے کی جانب دیکھ رہا تھا۔ اس کا قد بہت لمبا تھا۔ سیاہ ھنگریا لے بال بکھرے تھے۔ وہ ایک ہاتھ پینٹ کی جیب میں ڈالے خاموش کھڑا تھا۔

"حزینہ۔۔۔" کسی نے اسے پکارا تھا۔ وہ ہنوز نیچے دیکھتا رہا۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو سب نچے ویٹ کر رہے تھے تمہارا تم آئے نہیں۔" وہ اسکے قریب کھڑے ہو کر آہستگی سے بولی۔

"کسی کو میرا منتظر نہیں تھا جانتا ہوں۔" اس نے ایک مرتبہ بھی ساتھ کھڑی زارا پر نظر نہیں ڈالی تھی۔

"میں کر رہی تھی حزیفہ۔" زارا آہستگی سے بولی۔

حزیفہ کامنہ کی جانب جاتا ہا تھے لمحے بھر کور کا۔ اس نے مڑ کر ساتھ کھڑی زارا کو دیکھا۔ وہ آنکھوں میں بے پناہ معصومیت لیے اسے دیکھ رہی تھی۔ سیاہ آنکھوں پر لگا ہلاکا لائزرا سکی آنکھوں کو کچھ معصوم سا بنارہا تھا۔ نچے سے آتی روشنی اسکے چہرے پر پڑی تھی۔ حزیفہ اسے دیکھے گیا۔ نظر ہٹائے بغیر کچھ کہے بغیر۔ وہ ہلاکا سا مسکرائی تھی۔ اسکے گول چہرے پر پڑنے والے گڑھے نے حزیفہ کو پہلی بار اپنی جانب کھینچا تھا۔ حزیفہ نے سگرٹ وہیں پھینک دیا۔ وہ دونوں ہاتھ پینٹ کی جیبوں میں ڈالے پورا اسکی جانب گھوما تھا۔

"تم کر سکتی ہو میرا منتظر میں مانتا ہوں۔" حزیفہ ہلاکا سا مسکرا یا۔ وہ پچھلے چند دنوں میں پہلی بار مسکرا یا تھا۔

"تو آجاتے میں کب سے ویٹ کر رہی تھی۔" وہ مسکرا کر بولی۔

"میں سب کے ساتھ نہیں بیٹھنا چاہتا۔" وہ پیروں سے سگرٹ کو مسلتے ہوئے نظریں جھکا کر بولا۔

"وہی سوال جواب وہی طعنے وہی باتیں سن سن کر کان پک گئے ہیں۔" وہ حفکی سے ہنسا تھا۔

"یقیناً تم بھی وہی کہنے آئی ہو گی۔" وہ کہہ کر ایک بار پھر اسکی جانب مڑا تھا۔ وہ بار بار نہ چاہتے ہوئے بھی اسکی جانب نظر اٹھاتا اور پھر نظر ہٹانا بھول جاتا۔ "میں ایسا کچھ کہنے نہیں آئی۔" تم نے سوچ سمجھ کر فیصلہ کیا ہو گا کوئی چھوٹے بچے تو نہیں ہو۔" وہ منہ کے زاویے بنائے بولی۔ آہ یہ لڑکیوں کی معصوم بننے کی عادت۔

"کوئی نہیں سمجھتا، سب کو میں غلط لگتا ہوں۔" وہ تلخی سے ہنسا تھا۔

"آئی ٹرسٹ یو ہزیفہ تم اس سوچ کوڈ ہن سے نکال دو کہ تم نے غلط کیا بس جو ہو گیا سو گیانا و مود آن۔" اس نے کہتے ہوئے اپنا نازک ہاتھ ہزیفہ کے کندھے پر رکھا۔ ہزیفہ نوٹس لیے بغیر اسکی جانب مڑا۔ چند لمحے دونوں کی نظریں ملی رہیں۔ ہزیفہ نے مسکرا کر سر اثبات میں ہالیا۔

سامنے کے گھر میں سے کسی نے یہ منظر دیکھا تھا۔ اپنے کمرے میں موجود آمنہ سلطان کو اپنا وجود دھواں دھواں ہوتا محسوس ہوا۔ اسے انکی باتیں اور چہرے واضح نہ دکھائی دے رہے تھے مگر وہ جانتی تھی وہ کون ہیں اور وہ سمجھ گئی تھی کہ ہزیفہ علی جس نے آج تک سلام کے بعد زار احیدر سے کوئی بات نہ کی تھی آج تہائی میں کھڑا اس سے باتیں کر رہا تھا تو اسکی کیا وجہ تھی۔ کمرے کی لاٹھیں

آف ہونے کی وجہ سے سامنے سے وہ دکھائی نہ دیتی مگر اپنے کمرے میں موجود شیشے کی بڑی کھڑکی سے وہ منظر واضح تھا۔ آمنہ کی آنکھ سے آنسو پھسلا تھا۔ اس نے تمیش سے پردہ آگے کیا۔

"بھاڑ میں جائے مجھے کیا ہے جس مرضی سے بات کرے شادی کرے جو مرضی کرے۔" وہ آنکھیں رگڑتے ہوئے ہمکلامی کرتے ہوئے بولی۔ اسکے دل پر کتنا بوجھ آن پڑا تھا وہ جانتی تھی۔ وہ کسی مرد کے لیے اپنی ذات دو طکے کی نہیں کر سکتی تھی مگر وہ حزیفہ علی تھا وہ واحد شخص جسکے ساتھ کی تمنا آمنہ سلطان نے کی تھی۔ اب وہ کیسے برداشت کر سکتی تھی اس شخص کا کسی اور کا ہونا۔

\*\*\*

اس عالیشان محل کی دیواریں خاموش کھڑیں تھیں۔ تانیہ قدم قدم چلتی اندر پہنچی تھی۔ دروازہ پار کرنے پر اسے ٹوٹی وی لاڈنچ میں فریال بیٹھی دیکھائی دیں۔ وہ انکے قریب آئی۔ وہ ہلکے گلابی لباس میں ملبوس تھی۔ دوبٹہ سر پر نفاست سے رکھا ہوا تھا۔

"کیسی ہیں پچھی؟؟" وہ انکے قریب صوف پر بیٹھتے ہوئے بولی۔ "اللہ کا شکر بچے تم کیسی ہو؟؟" ان نے مسکرا کر پوچھا۔ انکی آنکھیں بلکل آمنہ جیسی تھی۔ بھرے بھرے گال مسکرانے پر خوبصورت لگتے۔

"میں بھی بلکل ٹھیک۔ آمنہ کہاں ہے؟؟" اس نے پوچھا۔

"آمنہ گھر نہیں ہے آج۔" ان نے نظریں ٹوٹی پر مرکوز رکھے جواب دیا۔

"آج تو یونیورسٹی بھی نہیں ہے پھر کہاں ہے؟؟" تانیہ نے پوچھا۔

"وہ خالہ کے گھر گئی ہے۔" فریال نے جواب دیا۔

"نگینہ آنٹی کے گھر؟؟" تانیہ نے پوچھا۔

"نہیں وہ علیشہ کے گھر ہے۔" ان نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"آمنہ کراچی گئی ہے؟؟" تانیہ نے حیرت سے پوچھا۔

"ہا۔" فریان نے کہا۔

چند پل خاموشی کا راج رہا۔ کسی نے بھے کچھ کہنے سے گریز کیا۔

"کب واپس آئے گی؟" تانیہ نے پوچھا۔

"وہ یہاں نہیں رہنا چاہتی تانیہ۔" فریان نے دکھی لجھے میں کہا۔

"وہ کراچی ہی رہنا چاہتی ہے کچھ عرصہ۔" فریال نے اسے بتایا۔

"کیا مطلب نہیں رہنا چاہتی؟؟ اور کب تک رکنے کا ارادہ ہے اسکا؟؟" تانیہ نے

حیرت سے پوچھا۔

"وہ وہیں کسی یونیورسٹی میں پڑھنا چاہتی ہے اور پڑھائی مکمل کر کے لوٹے گی۔"

فریال نے کہا۔

"وہ ایسا کیسے کر سکتی ہے؟؟" تانیہ نے پریشانی سے کہا۔

"وہ ایسا کر چکی ہے میں سمجھ سکتی ہوں وہ یہاں کیوں نہیں رہ سکتی۔ حزیفہ نے کوئی اچھی حرکت نہیں کی۔" فریال دکھی سے بولی۔  
تانية خاموش ہو گئی۔

"بیٹا اس میں کسی کی غلطی نہیں ہے اور میں یہ نہیں جانا چاہتی کہ حزیفہ نے ایسا کیا مگر آمنہ کو یہاں آنے پر مجبور نہیں کر سکتی میں۔" فریال بولی۔  
تانية نے اثبات میں سر ہالا یا۔ اسکے دل پر یک دم بہت سا بوجھ آن پڑا تھا۔

\*\*\*

سر برائی کر سی پر علی یوسف بیٹھے تھے۔ دائیں جانب تانية اور بائیں جانب نازیہ بیگم۔ خاموشی سے کھانا کھایا جا رہا تھا۔ کوئی کسی سے بات کرنے کا خواہشمند نہ تھا۔ انکے پاس بات کرنے کو کچھ بچا ہی نہ تھا۔

تانية کو حزیفہ سامنے سے آتا دکھائی دیا۔ وہ کالی شرٹ اور بلوجینز میں ملبوس تھا۔  
وہ خاموشی سے ایک کر سی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔

وہ آج ناجانے کتنے دنوں بعد اپنے گھروالوں کے ساتھ مل کر بیٹھا تھا۔ آمنہ سے رشتہ توڑنے کے بعد وہ گھر میں کسی کو دکھائی نہ دیتا تھا۔ صحیح وہ یونیورسٹی چلا جاتا اور واپس رات میں آتا۔ کوئی اس سے پوچھتا بھی نہ تھا کہ وہ کہاں ہوتا ہے۔ گھر کے اس معصوم، لاڈلے اور سب سے چھوٹے بچے سے آج کل سب کٹ گئے

تھے۔ کوئی اس سے سلام دعا تک نہ کرتا۔ تانیہ کو اس کا احساس تھا۔ وہ اس کے لیے فکر مند تھی مگر حزیفہ تانیہ کو کوئی سیدھا جواب، ہی نہ دیتا تھا۔  
وہ خاموشی سے پلیٹ اپنے سامنے رکھ کر کھانا کھانے لگا۔

"بaba مجھے کچھ بات کرنی ہے۔" حزیفہ نے کہا تو سب کا حرکت کرتا ہا تھر ک گیا۔ اب کیا گل کھلانا رہ گیا تھا؟؟  
علی نے محض ایک نظر اٹھا کر اسے دیکھا۔

بولے کچھ نہیں۔ یہ اشارہ تھا کہ کہو کیا کہنا چاہتے ہو۔

"میں زارا سے رشتہ کرنا چاہتا ہوں۔" حزیفہ نے بے دھڑک انداز میں کہا۔  
وہاں موجود ہر شخص کو جھٹکا لگا تھا۔

"اکب تک؟؟؟" علی نے سنجیدگی سے کہا۔

"کیا مطلب؟؟؟" حزیفہ نے نام صحیح سے پوچھا۔

"اکب تک رشتہ چلے گا؟؟؟ اب تمہارا ارادہ مجھے بہن کے سامنے ذلیل کروانے کا ہے؟؟؟" علی نے سخت لمحے میں کہا۔ حزیفہ نے مٹھیاں بھینچ لیں۔

"بaba میں زارا سے شادی کرنا چاہتا ہوں اور میں یہ بات آپ کو بتا رہا ہوں۔ اس لیے آپ اپنی مرضی سے کرنا چاہیں تو ضرور ورنہ کسی کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ غصے سے بولا۔

"میرے سامنے تمیز سے بات کیا کرو حزیفہ۔ اور کرو جو دل ہے تمہارا میں کون

ہوتا ہوں تمہیں روکنے والا بس خدارا اب مجھے مزید ذلیل مت کرو انامیرے  
خاندان میں۔ "علی بھی غصے سے بولے۔

حزیفہ ہاتھ جھاڑتا اٹھ کھڑا ہوا۔ ٹیبل پر موجود ہر شخص کو حزیفہ کے رویے نے  
خاصابے چین کر دیا تھا۔

\*\*\*

علی نے سلطان سے مشورے کے بعد حلیمہ سے زارا کار شتہ مانگا تھا۔

"میں واری جاؤں۔ ضرور ضرور کیوں نہیں مگر حزیفہ سے رضامندی لے لینا  
یہ نہ ہو کو مکر جائے۔" حلیمہ نے خوشی سے کہا۔

"آپ بے فکر رہیں ایسا کچھ نہیں ہو گا۔" سلطان نے جواب دیا تھا۔ علی خاموش  
تھے۔ وہ حزیفہ کے معاملے میں اب کچھ کہنا نہیں چاہتے تھے۔

\*\*\*

"مشہور ڈیزائنر زارا حیدر نے سو شل میڈیا پر اپنی منگنی کی تصاویر شیئر کر  
دیں۔" ٹی وی پر نیوز چل رہی تھی۔ آمنہ بے دلی سے اپنی خالہ کے ساتھ بیٹھی  
نوڈ لز کھاتے ہوئے ٹی وی دیکھ رہی تھی۔ ڈھیلے ڈھالے کرتے میں ملبوس وہ  
بے زار سی دکھائی دے رہی تھی۔ اسکی خالہ عمر میں کافی بڑی تھیں۔ آنکھوں پر  
چکور چشمہ تھا اور چہرے پر جھریاں پڑ چکیں تھیں۔

"زارا کی منگنی انکے کزن حیدر علی سے ہوئی۔ تصاویر میں دیکھا جاسکتا

ہے۔۔۔۔۔ "نیوزریپورٹر کہے جا رہی تھی اور آمنہ کو گھر کا چھت خود پر گرتا محسوس ہو رہا تھا۔

وہ سن و ساکت تھی۔ لیکن وی پر حزیفہ کی زارا کے ساتھ ایک، ہی تصویر بار بار دکھائی جا رہی تھی۔ آمنہ کو اپنادل بند ہوتا محسوس ہوا۔

"انکے بھی نخرے نہیں ختم ہوتے ایک دن ایک سے منگنی کرو دوسرے دن دوسرے سے۔" آمنہ کی خالہ کپڑے پیوند کرتے مصروف سی بولیں۔ آمنہ نے قریب بیٹھی اپنی خالہ کو دیکھا۔ وہ کافی منظم تھی۔

"یہ۔۔۔۔۔ کب ہوا؟؟؟" آمنہ نے ہر کلا تے ہوئے پوچھا۔

"لوکل ہی تو بچوں کی منگنی ہوئی ہے۔" وہ مصروف سا بولیں۔ آمنہ کو سہی معنوں میں جھٹکا لگا تھا۔ کسی نے اسے خبر تک نہ دی تھی؟؟ کیا وہ اتنی بے مول ہو گئی تھی؟؟؟

"آپ نے مجھے بتایا کیوں نہیں خالہ؟؟؟" وہ رو تے ہوئے بولی۔

علیشہ نے پہلی بار نظر اٹھا کر اسے دیکھا۔ آمنہ کی آنکھوں میں کرب اور عزیت انہیں صاف دکھائی دیا تھا۔

"توں نے کیا کرنا تھا؟؟؟" وہ چشمہ ناک پر ٹکا کر بولیں۔

آمنہ خاموش ہو گئی۔ وہ کیا کرتی؟؟ جو ابھی کر رہی ہے وہی ناں؟؟؟

"پُتروہ تیرے لاکن نہیں تھا چھوڑا سے۔ بلکل بھول جا سے۔ تجھے کوئی غرض

نہیں ہونی چاہیے کہ وہ منکنی کرے یا شادی۔ جھجھی؟؟ آخر میں وہ خاصی اماؤں والی زبان میں بولیں۔

آمنہ بے یقینی سے انہیں دیکھ رہی تھی۔ اس نے نوڈ لز کا باوں وہیں رکھا۔ اور اٹھ کر کمرے کی جانب بڑھ گئی۔ کمرے میں آکر اس نے دروازہ بند کیا اور بیڈ پر بیٹھ کر پھوٹ پھوٹ کر رودی تھی۔ سر ہاتھوں میں گرائے وہ بے تحاشہ رہ رہی تھی۔ وہ سب کچھ ہار گئی تھی۔ اسکے پاس کچھ نہ بچا تھا۔ وہ ابھی رورہی تھی جب قریب پڑا اس کا موبائل بجا۔ شایان اسے کال کر رہا تھا۔ اس نے روتے ہوئے ہی اسکی کال اٹھائی۔

"اسلام و علیکم ہمشیرہ کیسی ہیں آپ؟؟" وہ شوق لبھے میں بولا۔ آمنہ کی سسکیاں سن کر اپنے آفس میں بیٹھے شایان سلطان کو دنیا گھومتی دکھائی دی۔

"آمنہ؟؟ تم رورہی ہو؟؟" شایان نے پوچھا تو آمنہ مزید رودی۔

"آمنہ کیا ہوا ہے بتاؤ تو۔" وہ پریشانی سے بولا تھا۔

"حزیفہ کی منکنی ہو گئی کسی نے مجھے بتایا تک نہیں۔" وہ روتے ہوئے بولی تو شایان تھوڑا پر سکون ہو گیا۔

"اچھا تم خاموش ہو جاؤ پھر بتانا ہوں سب۔" شایان نے پیار سے کہا۔ شایان سلطان نے آدھا گھنٹا اپنی بہن کی سسکیاں اور آنسوں کس عزیت سے برداشت کی تھیں وہی جانتا تھا۔ وہ اپنی بہن سے بے پناہ محبت کرتا تھا۔ وہ کیسے

اسکے آنسوں برداشت کر سکتا تھا؟؟ بل آخر آمنہ خاموش ہوئی۔

"میں نے سب کو منع کیا تھا تمہیں بتانے سے۔"

شايان نے کہا تو آمنہ نے کوئی رد عمل ظاہرنہ کیا۔ وہ قبول کر رہی تھی کہ یہ ہو چکا ہے۔

"تم یہاں آکر کیا کرتی؟؟ تم وہیں ٹھیک ہو۔ پڑھائی پر دھیان دو حزیفہ کو بھول جاؤ بیٹا۔" شایان کے پیار سے کہنے پر آمنہ کامل بند ہوا تھا۔ وہ جتنا مرضی نرم ہوتا آمنہ کو سمجھانا ضروری تھا وہ اسے کمزور نہیں کر سکتا تھا۔

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں مجھے سمجھنا چاہیے۔" وہ سنجیدگی سے بولی۔

"بلکل اب پڑھائی پر دھیان دو اور ادھر ادھر کی مت سوچو۔ ٹھیک؟؟" شایان نے اسے سمجھایا۔

"میں اسلا مآباد آنا چاہتی ہوں۔" آمنہ نے بغیر کسی تاثر کے کہا۔

"تم یہاں نہیں آؤ گی۔" شایان نے سنجیدگی سے کہا۔

"آپ ابھی مجھے لینے آئیں گے ورنہ میں خود آجائیں گی اور کوئی مجھے روک نہیں سکتا۔" وہ سخت لمحے میں بولی تھی۔ جو ہوا وہ قبول کر چکی تھی۔ مگر اسکی آنکھوں میں کچھ مختلف تاثر تھا۔ نہ عضہ نہ دکھنہ کرب۔۔۔ کچھ مختلف۔۔۔ کچھ بہت خطرناک۔

"میں جاننا چاہتی ہوں کے آخر شایان سلطان کون ہے جس کے کہنے پر میری

دوستیں میری کمزور سب مجھے بھول گئی۔ کسی نے مجھے بتانے تک کی زحمت نہیں کی۔ "وہ بھنوں میں سکڑے بولی جا رہی تھی۔

"اتانیہ کی غلطی نہیں ہے اسے میں نے منع کیا تھا۔" شایان نرمی سے بولا۔ "آپ کون ہوتے ہیں مجھ سے اتنی بڑی بات چھپانے والے؟؟ آپ نے مجھے اتنا کمزور سمجھ لیا کہ میں اسکی منگنی کا سن کر دکھنا ہوں اس لیے آپ میں سے کسی نے بھی نہیں بتایا۔" اسکی آنکھوں میں آنسوں کی ہلکی تہ تھی مگر اسکی آنکھوں میں دکھنا تھا۔ وہ غصہ تھا۔

"میں آرہا ہوں تمہیں لینے۔" شایان نے بس اتنا کہا تھا اور کال کاٹ دی۔ آمنہ نے آنسوں صاف کیے مگر وہ دکھی نہیں تھی۔۔۔ وہ انتقام لینا چاہتی تھی۔ اسکی آنکھوں میں انتقام تھا۔ وہ سب کچھ را کھ کر دینا چاہتی تھی۔ اسکا نفس اسے بھڑکا رہا تھا۔

\*\*\*

کبھی کبھار ہم جس کرب سے گزر رہے ہوتے ہیں وہ ہماری تیاری ہوتی ہے کسی بڑی مشکل کا مقابلہ کرنے کی۔ جب راستے کھٹھن ہوں اور بوجھ بڑھ جائے تو یاد رکھو اللہ تھمہیں تیار کر رہا ہے، اللہ تھمہیں مظبوط کر رہا ہے اور وہ تھمہیں وجدان کر رہا ہے کسی اچھی خبر کے لیے۔ بس اسکے فیصلے پر یقین رکھو۔

\*\*\*

اسلا مآباد کی سڑکوں پر رات کے سامنے بڑھ رہے تھے۔ وہ دونوں گاڑی میں بیٹھے خاموشی سے راستہ طے کر رہے تھے۔ آمنہ ویران اور بخوبی نگاہوں سے باہر سڑک پر چلتی گاڑیوں کو دیکھ رہی تھی۔

"آمنہ تم تانیہ سے کچھ نہیں کہو گی اسکی کوئی غلطی نہیں ہے۔" سارا راستہ خاموشی سے کٹا تھا۔ اب گھر پہنچنے سے پہلے وہاں سے خبردار کر رہا تھا۔ آمنہ خاموش رہی۔

"ان نے آخر مجھے کیوں نہیں بتایا۔" وہ کھونے ہوئے انداز میں بولی۔  
"میں نے اسے منع کیا تھا۔" شایان سخت لہجے میں بولا۔

"وہ میری دوست تھی وہ مجھ سے کبھی باتیں نہیں چھپاتی تھی کیا آپ ان کے لیے زیادہ ضروری ہو گئے؟؟ کیا حزینہ کے بعد وہ مجھے احساس دلارہی ہیں کہ میری کوئی اوقات نہیں ہے؟؟" وہ دکھ سے چور لہجے میں بولی۔

دوست کا دیا گیا ذمہ کبھی نہیں بھولتا۔

"دوست تو تمہاری زارا بھی تھی اس نے کیوں نہیں بتایا؟؟" شایان نے پورا بدلا لیا تھا۔

آمنہ خاموش ہو گئی۔ وہ اس دوست کے بارے میں کچھ کہنے کے قابل نہیں رہی تھی جو وقت پڑنے پر اسے دودھ میں سے مکھی کی طرح نکال چکی تھی۔  
"اتانیہ آپی سے یہ توقع نہیں تھی مجھے۔" وہ ایک بار پھر بولی۔

گاڑی گھر کے گیٹ کے سامنے رکی۔ گارڈ نے دروازہ کھولا تو وہ گاڑی گھر کے اندر لے آیا۔ گاڑی اندر آ کر ایک جھٹکے سے رکی۔

"وہ تمہاری دوست ہے جو مرضی کہو جو مرضی گلا کرو مجھے فرق نہیں پڑتا مگر وہ میری ذمداری ہے اگر اس میں اسکی کوئی غلطی نہیں ہے تو تم اسے کچھ نہیں کہہ سکتی۔" شایان سخت لبجے میں بولا۔ آمنہ حیرت سے اپنے بھائی کو دیکھ رہی تھی۔ اس نے کبھی آمنہ سے سخت لبجے میں بات نہیں کی تھی پھر آج کیوں؟؟ آمنہ بے یقینی سے شایان کو دیکھ رہی تھی۔ شایان نے نرمی سے اسکا ہاتھ تھاما۔ "اتانیہ منگنی میں نہیں آئی تھی۔" شایان نے نرمی سے کہا۔ آمنہ نے حیرت سے شایان کو دیکھا۔

"وہ اس کے حق میں نہیں تھی۔ اس نے تمہارے لیے زارا کوناراض کر دیا حزیفہ کوناراض کر دیا۔ مگر میرے کہنے پر اس نے تمہیں نہیں بتایا۔ تمہیں کیا لگتا ہے کسی کو تمہاری پروا نہیں ہے؟؟ حزیفہ کی منگنی میں صرف گھر کے بڑے تھے اور کوئی نہیں۔ چاچا بھی اس پر خوش نہیں تھے مگر یہ سب حزیفہ کی زد کی وجہ سے ہوا ہے" شایان بولا تو بولتا چلا گیا۔ آمنہ بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اسے سمجھ میں نہ آیا کہ وہ کیا کرے۔

"تم کسی سے کچھ مت کہنا آمنہ سب کو تمہاری فکر ہے۔" وہ پیار سے اسکا ہاتھ تھامے بولا۔

آمنہ نے سرا ثبات میں ہلا دیا۔ انتقام کی آگ بجھ رہی تھی۔ نفس شدید غصے میں تھا۔ وہ کیا کرتا؟؟

انسان کو شیطان بھڑکاتا ہے پھر جب انسان اسکے بہر کاوے میں آجائے تو نفس ڈبل وار کرتا ہے۔ لیکن اگر انسان ہر شیطانی سرگوشی سے منہ موڑ لے تو اسکا نفس سرپیٹ لیتا ہے۔

وہ گھر کے اندر داخل ہوتی تو سامنے سلطان اور فریال بیٹھے تھے۔ اسے دیکھ کر یک دم اٹھ کھڑے ہوئے۔

"میری بچی کسی ہو؟؟؟" فریال پیار سے اسے گلے لگاتے بولیں۔ آمنہ نے بھی مسکرا کر انہیں گلے لگایا۔

"بلکل ٹھیک ماما۔" وہ انکھیں موندیں اس پیار بھرے لمس کو محسوس کر رہی تھی۔ اس کا سامنا حزیفہ سے نہ ہواں لیے وہ وہاں سے چلی گئی تھی اب اسے احساک ہو رہا تھا کہ اس شخص کی کیا اتنی اوقات تھی کہ وہ اس کے لیے اپنے عزیز رشتؤں سے منہ موڑ چکی تھی؟؟

فریال سے ملنے کے بعد وہ سلطان کے گلے لگی تھے۔ باپ کے گلے گلنے پر بے اختیار اسکی آنکھوں سے آنسوں جاری ہوئے تھے۔ تمام دکھ، عزیتیں اور پچھلے چند دن اسے یاد آئے تھے جو اس نے اپنے خاندان کے بغیر گزارے تھے۔ "کیا ہوا بیٹا؟؟؟" وہ پیار سے اسکے سر پر بوسادیتے ہوئے بولے۔

"میں نے آپ کو مس کیا۔" وہ معصومیت سے آنکھیں صاف کرتے ہوئے بولی۔

"کوئی بات نہیں اب آگئی ہونا اب کہیں نہیں جاؤ گی تم۔" وہ پیار سے بولے۔ آمنہ نے ثراشبات میں ہلا یا پہلے بھی ان نے کس بھاری دل سے اسے بھیجا تھا، ہی جانتے تھے۔ انہیں آمنہ کی مینٹل ہیلتھ کی پرواتھی اس لیے ان نے اسے جانے دیا تھا۔

\*\*\*

صحیح کی روشنی ان دونوں گھروں پر چھار ہی تھی۔ ہلکی ہلکی پیلی روشنی میں سب کچھ تازہ دم د کھائی دے رہا تھا۔ ایسے میں سیاہ گیٹ کھلا اور کوئی باہر آتا د کھائی دیا تھا۔ مکمل سیاہ ٹریک سوٹ میں ملبوس ہڈی کی ٹوپی سر پر گرائے حزیفہ علی چاگنگ کے لیے تیار تھا۔ گیٹ سے باہر آ کر اسکی نظر سامنے سلطان ہاؤس پر پڑی تھی۔ بے اختیار حزیفہ کا دل چاہا کے وہ ایک بار وہاں جائے۔ اسے عجیب طرح کی کشش محسوس ہوئی تھی۔ ابھی وہ کچھ کوچ رہا تھا کے اوپر والے کمرے کے پر دے کسی نے ہٹائے تھے۔ حزیفہ کی نظریں یک دم بدل سی گئیں۔ وہ جانتا تھا وہاں کون ہے۔ سامنے ڈھیلی سی قمیض شلوار میں ملبوس آمنہ کھڑی تھی۔ سر پر چادر نما بڑا سادو پٹھہ تھا شاید اسے وہی قریب پڑا ملا تو اس نے رکھ لیا۔ پر دے ہٹانے پر اسکی نظر سامنے اٹک کر رہ گئی۔ حزیفہ دونوں ہاتھ جیبوں میں ڈالے

گردن اٹھائے اسے دیکھ رہا تھا۔ آمنہ کا دل تیزی سے دھڑکا تھا۔ وہ شل سی کھڑی تھی۔ کتنے دنوں بعد وہ اسے دیکھ رہی تھی۔ چند لمحے وہ بھول گئی کہ حزیفہ کی منگنگی۔

آہ کیا یاد آگیا تھا۔ یاد آنے پر پچھلے سارے منظر آمنہ کی آنکھوں کے آگے گھوم گئے۔ آمنہ نے کرب سے آنکھیں مینچ لیں پھر غصے سے پردہ واپس آگے کر دیا۔ حزیفہ کی نظریں ہنوز دیسی ہی تھیں۔ نفرت سے لبریز اسکی آنکھوں میں آمنہ کے قریب ہونے کے تصور سے ہی نفرت بھر جاتی تھی۔ اس نے غصے سے ایک بار اوپر کی جانب دیکھا پھر سر جھٹک کر جا گنگ کے لیے نکل پڑا۔

ناجانے کتنی دیر وہ پوری رفتار سے بھاگتا رہا تھا۔ دل و دماغ میں عجیب جنگ چل رہی تھی۔ دماغ یہ ماننے کو تیار ہی نہ تھا کہ آمنہ بے قصور ہے۔ بہت مشکل سے اس نے ذہن کو جھٹکا تھا۔ جو ہوا اسے بھلانے کارادہ کر لیا۔ گھر پہنچ کروہ فریش ہوا پھر ناشستہ کی ٹیبل پر پہنچا۔ سب گھروالے ناشستہ کر چکے تھے حزیفہ کے لیے کوئی انتظار نہ کرتا تھا۔ شاید کسی کو معلوم بھی نہ ہو گا کہ وہ کہاں ہے اور نہ کسی نے یہ جاننے کی کوشش کی تھی۔ ملازمہ نے ناشستہ اسکے سامنے لا کر رکھا۔ اسکا دل ہر چیز سے اچاٹ ہو چکا تھا یوں اکیلے بیٹھ کر ناشستہ کرنا اسے زہر لگ رہا تھا۔ وہ سب کچھ پرے دھھیل کر اٹھ کھڑا ہوا تھا جب تانیہ سامنے سے آتی دکھائی دی۔ وہ اسے نظر انداز کر کے کچن کی جانب بڑھ گئی۔

"شام کو حلیمه پھوپھو آرہی جلدی آجانا۔" بے تاثر، اجنبی لہجہ تھاتانیہ کا۔

"یہ بات آپ مجھے دیکھ کر بتاسکتی ہیں آپی۔" "نرم، معصوم سا لہجہ۔

"تمہیں دیکھ کر کہوں یا نہ کہوں بات بتانی تھی سن لی نا؟؟؟" سخت لہجے میں بولی تھی۔

"آپی پلیز آپ تو یوں مت کہیں نا۔ آپ تو سمجھیں مجھے۔" وہ منت بھرے لہجے میں بولا تھا۔

"میں سب سمجھتی ہوں حزیفہ مگر شاید تم نہیں سمجھے اور تم نے کوشش بھی نہیں کی۔ تمہیں ہر چیز کو سمجھنا چاہیے تھا۔" وہ ایک بار پھر بے تاثر لہجے میں بولی۔ اسکے لہجے سے کچھ بھی جانانا ممکن تھا۔

"میں نے کچھ غلط نہیں کیا جو کیا صحیح کیا۔" حزیفہ کا نرم لہجہ غالب ہوا تھا۔

"ٹھیک ہے پھر جو تمہارے ساتھ ہو رہا ہے وہ بھی بلکل ٹھیک ہے۔" وہ اتنا کہہ کر کام میں مصروف ہو گئی۔ اور ملازموں کو ہدایت کرنے لگی۔ حزیفہ نے عصے سے مٹھیاں بھینچ لیں۔

\*\*\*

شام کے سائے ہر سو پھیل رہے تھے۔ ایسے میں علی ہاؤس کے گھر کی روشنیاں جل رہیں تھیں۔ تمام لوگ حال میں بیٹھے تھے۔ علی یوسف کی فیملی کے ساتھ سلطان یوسف اور انکی زوجہ بھی موجود تھے۔

"اگلے مہینے کی کوئی مناسب تاریخ طے کر لیں۔" سلطان کی سنجیدہ آواز کمرے میں گونجی تھی۔

"اتانیہ کی مرضی ہم نے پوچھ لی ہے اسے کوئی مسئلہ نہیں ہے اور دوسرے تین سال بعد حزیفہ کی بھی شادی کے بارے میں سوچیں گے۔" علی نے کہا۔ سب کی رضامندی سے تانیہ اور شایان کی شادی کی تاریخ طے کی گئی۔ گھر میں خاصی چھل پہل شروع تھی۔ شادی میں زیادہ دن نہ تھے سوہر جانب شادی کی تیاریوں کی گونج تھی۔ سارے علی ہاؤس میں قہقہے، خوشیاں اور رونقیں تھیں ایسے میں ایک کمرے میں مدھم بتی جل رہی تھی۔ کھڑکیوں کے آگے پردے گرے تھے۔ وہ بیڈ کے قریب فرش پر بے سدھ سا بیٹھا تھا۔ بال بکھرے تھے اور وہ بنا آستین کی شرط میں ملبوس بیڈ سے سر ٹکائے بیٹھا تھا۔ اسکی کثرتی بازوں بہت نمایاں ہو رہی تھیں۔ اسکے ہاتھوں پرا بھری نبضیں اسکے ہاتھوں کو بلا کا پرکشش بنارہیں تھیں۔

کمرے میں جلتی مدھم سفید روشنی میں اسکی سنبھری آنکھوں میں چھائی تکلیف اور عزیت واضح تھی۔ وہ گھر کا لادلا اکلوتا بیٹا آج اپنے کمرے میں بند تھا جسکی کسی کو پرواہ تک نہ تھی۔ ایک دن تھا وہ گھر میں ہر خوشی کا باعث تھا۔ اسکا حس مزاح بہت اچھا تھا جسکی وجہ سے اسے ہر کوئی پسند کرتا تھا۔ مگر آج اسکی بہن کی شادی کی تیاریاں ہو رہیں تھیں اور کسی کو خیال تک نہ تھا کہ وہ کہاں ہے۔ اگر وہ

باہر جاتا تو ہر کوئی اس سے منہ پھیر لیتا۔ اس عزیت سے اچھا تھا وہ تنہائی کی عزیت برداشت کر لے۔

مگر تنہائی کی عزیت ہر دکھ پر بھاری ہے۔

وہ آنکھیں موندیں ناجانے کس خیال میں تھا۔

اس نے کسی خیال سے چونک کر آنکھیں کھولیں تھیں۔ وہ کسی سحر کے زیر اثر کھڑکی کی جانب بڑھا تھا۔ اس نے کھڑکی پر گرے پر دے ہٹائے تھے۔ سامنے ہی اسکا کمرہ تھا۔ اس کی نظریں سامنے اٹک کر رہ گئیں۔ وہ سامنے کھڑی تھی۔ پر دے ہٹائے کمرے کی لاٹھ بند کیے وہ بھی سامنے موجود کمرے کو دیکھ رہی تھی۔ باہر ہر جانب روشنی کے باعث وہ صاف دکھائی دے رہی تھی۔ ہمیشہ کی طرح سادہ سے تمیض شلوار میں ملبوس سر پر چادر کیے وہ اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ دونوں اپنی جگہ سے ہل نہ پائے۔

"آمنہ۔۔۔" اس نے نرمی سے اسے پکارا یوں جیسے وہ اسے سن رہی ہو۔ یوں جیسے وہ اسے جواب دے گی۔ بے اختیار اسکی آنکھ سے ایک آنسوں اسکے گال پر آگرا تھا۔ آمنہ ہنوز ایسے ہی کھڑی رہی۔

حزیفہ نے چونک کر اپنے گال پر موجود آنسوں کو اپنی انگلی کی پوروں سے چھوا تھا۔ وہ حیران ہوا۔ اس نے ایسے ہی اپنا ہاتھ سامنے رکھے آمنہ کو دیکھا۔ حزیفہ نے غصے سے مٹھیاں بھینچ لیں۔

وہ سامنے نہ تھی وہ جا چکی تھی۔ حزیفہ نے تیش سے پردے آگے کیے۔ وہ آخر خود کو کیا سمجھتی تھی؟؟ حزیفہ کے سر میں درد کی ٹیسیں اٹھیں اس نے اپنے انگلی کی پوروں سے کنپٹی کو مسلما۔ اس نے بیڈ کے قریب پڑے ٹیبل پر سے نیند کی گولیوں کی ڈبی اٹھائی اور دو گولیاں کھا کروہ بیڈ پر ڈھے سا گیا۔ دکھ بڑھ چکا تھا۔ عزیت بے تحاشہ تھی۔ دل پر بوجھ بے انتہا تھا۔ وہ آخر خوش کیوں نہ تھا؟؟ سب ویسا ہوا جیسا اس نے چاہا۔ پھر؟؟ پھر یہ عزیت یہ پریشانی کیوں؟؟ کیوں اسے سکون حاصل نہ تھا؟؟ اسکے کمرے میں موجود الماری میں جائے نماز لیٹی پڑی تھی۔ الماری کے اوپر والے خانے میں قرآن پاک موجود تھا۔ ناجانے کمرے میں موجود شخص نے وہاں رجوع کیوں نہ کیا؟؟ آخر اتنے دن بیت گئے تھے بے سکونی کے۔ اسے ایک بار محس ایک بار وہاں رجوع کرنا تھا مگر وہ کان اور آنکھیں بند کیے ہوئے تھا۔ کیوں اسے اللہ گا خیال نہ آیا؟؟ کیوں اس نے اس ذات سے سکون کی طلب نہ کیا؟؟ کیوں؟؟ قریب کھڑا اسکا نفس قہقہے لگا رہا تھا۔ اس کا وار خالی نہ گیا تھا۔ وہ کامیاب ٹھرا تھا۔ اور سامنے بیڈ پر پڑا وجود ہار گیا تھا۔ اللہ کے سامنے وہ بے مول ہو چکا تھا۔

\*\*\*

اس گھر میں اگلے چند دن کسی کے لیے خوشی، کسی کے لیے بے چینی، کسی کے لیے ذمیداری میں گزرے تھے۔ مگر وہ ایک شخص تھا جس کے دن بے سکونی،

دکھ، اور عزیت میں گزرے تھے۔ اسکی بہن کی شادی تھی۔ وہ جس سے وہ بے انہتا پیار کرتا تھا مگر سب اس سے آنکھیں پھیر چکے تھے۔ وہ روز سر درد کے ساتھ نیند کی دواؤں کا عادی ہو چکا تھا۔ اسے دیکھ کر یہ خیال تک نہ آتا کہ یہ وہی چند ماہ پہلے حزیفہ ہے۔

دکھ انسان کو وقت سے پہلے میچور کر دیتے ہیں۔

رات ہر سو چھائی ہوتی ہوتی تھی۔ ہر جانب گھپ اندھیرا تھا۔ کہیں کتے کے بھونکنے کی آوازیں اور کہیں کیڑے مکوڑوں کی بھنجنہاہٹ ماحول کو پر اسرار بنا رہی تھی۔ کافی رات گزر چکی تھی۔ سلطان ہاؤس میں مکمل خاموشی کا راج تھا۔ سب اپنے اپنے کمروں میں بند تھے۔ کسی کا حیولہ سا باہر لان میں چلتا دکھائی دیا۔ گھر کی تمام تباہ بند تھیں صرف باہر کے گیٹ پر لگا بلب روشن تھا۔ یہ گھر کا پچھلا لان تھا اس وجہ سے یہاں مکمل اندھیرا تھا۔ مگر چاند کی روشنی اندھیرے کو چیرتی ہوتی ہر جانب پھیل چکی تھی۔ مکمل چاند کی روشنی میں وہ ادھوری تھی۔ جیز کے ٹروز پر کھلی سی شرط پہنے آمنہ لان میں موجود تھی۔ نیندا اسکی آنکھوں سے کو سوں دور تھی۔ وہ چاند پر نظریں جمائے منجمند تھی۔ اچانک اسے کوئی آواز آئی۔ اسکے کاں کھڑے ہو گئے۔ رات کے اک پہر گیٹ پر کون تھا؟ آہہ شایان! بھی تک نہیں لوٹا تھا۔ اسے خیال آیا۔ پہلے گیٹ کھلنے پھر گاڑی اندر آنے کی آواز آئی۔ وہ بھی چلتی ہوتی اندر آئی۔ شایان سیڑھیوں کے

قریب تھا جب آمنہ نے اسے پکارا۔

"اتنے لیٹ کیوں آئے ہیں آج؟؟؟" آمنہ کی آواز پر اسکے قدم رک گئے۔ وہ بلکل ساکت ہو گیا۔ اسکی گہری نیلی آنکھوں میں واضح جھنجھلاہٹ تھی۔ "اکام تھا۔" وہ بغیر پلٹے بولا اور اوپر کی جانب بڑھ گیا۔ آمنہ نے بھی اسکی تنقید میں قدم بڑھائے۔ وہ کمرے میں پہنچ کر دروازہ بند کرنے والا تھا جب سامنے آمنہ کو کھڑے دیکھا۔ آمنہ کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ شایان نے دروازے پر سے ہاتھ ہٹادیے اور ٹھنڈی سانس خارج کی۔

"بھائی۔۔۔" آمنہ کی آنکھوں میں آنسوں تھے۔ وہ سن و ساکت سی کھڑی تھی۔

شایان نے سیاہ پینٹ پر سفید شرٹ نیب تن کر رکھی تھی۔ اسکی سفید شرٹ پر جگہ جگہ سرخ خون کے نشانات تھے۔ کچھ خون کی پھینٹیں اسکی گردن پر بھی موجود تھیں۔

"آپ کہاں سے آرہے ہیں بھائی؟؟؟" وہ دروازے میں ہی کھڑی گھبرائی ہوئی سی بولی۔

شایان نے خاموشی سے گھڑی اتار کر ڈریسنگ ٹیبل پر رکھی اور آمنہ کی جانب مرٹا۔

"اس نے غلط کیا تھا اسے سزا دینا میرا حق تھا۔" وہ کرخت لبھے میں بولا۔ اسکے

لہجے نے آمنہ کا خون مسح گند کر دیا۔ آمنہ کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسنی سی ہوئی۔ "مار دیا؟؟" وہ اندر آتے ہوئے پریشانی سے بولی۔

"امم ہم۔" شایان نے نفی میں سر ہلا کیا۔ "اتنی آسانی سے نہیں میں نے محض اسکی تھوڑی سی پٹائی کی ہے۔" وہ صوف پر گردن پیچھے کو گراۓ بولا۔ "اس "تھوڑی سی پٹائی" کے نشان میں دیکھ سکتی ہوں۔" وہ آنسوں صاف کرتی اسکے قریب بیٹھ کر بولی۔

شایان ہلکا سا مسکرا کر بیٹھا۔

"تمہیں کیا گا میں اسے جانے دوں گا؟؟؟" شایان نے مسکرا کر پوچھا۔ "مارنا حل نہیں تھا اسکا۔" وہ منہ کے زاویے بناتے ہوئے نزدیک پن سے بولی۔

"یہ تودل کی تسلیم کے لیے تھا۔" وہ ہنس کر بولا۔

"کہاں ہے وہ؟؟؟"

اب کے آمنہ کے لہجے میں بھی نفرت تھی۔

"جیل میں ہے۔" وہ اپنے بوٹوں کے تسمے کھو لتے ہوئے بولا۔

"آپ نے کیسے کیا؟؟؟" وہ تجسس سے پوچھ رہی تھی۔

شایان نے مسکرا کر اسے دیکھا۔

"یہ اتنا مشکل نہیں تھا۔" وہ مسکرا تاہوا بولا۔

وہ شایان سلطان تھا اسے عبد اللہ کے بارے میں آمنہ سے پوچھنے کی ضرورت نہ تھی وہ ہر کام کرنا جانتا تھا۔

عبد اللہ زاہد کے والد کافی نامی گرامی بیزنس میں تھے۔ ان کے انتقال کے بعد عبد اللہ نے سارا بزنس سمبھال رکھا تھا۔ اس میں کوئی شک نہ تھا کہ وہ کافی کامیاب بزنس میں تھا۔ اسکے کام کرنے کا انداز منفرد تھا۔ عبد اللہ نے اپنے ملک سے باہر بھی اپنے بزنس کو پر و موت کیا تھا۔ پاکستان میں بھی اسکا بزنس کافی زیادہ تھا۔ مگر شاید وہ پاکستان میں بزنس کو ٹاپ آف دی لسٹ لانا چاہتا تھا سو اس نے پاکستان میں موجود چند اعلیٰ بزنس میزز سے پار ٹر شیپ کر لی تھی۔ وہ شایان سے انجان نہ تھا دونوں کہیں نہ کہیں ایک دوسرے کو جانتے تھے۔ مگر عبد اللہ اس بات سے انجان تھا کہ شایان سلطان کی جڑیں اس سے زیادہ منظبوط ہیں۔

عبد اللہ کافی عرصے سے پاکستان میں بزنس سیٹ آپ کر رہا تھا۔ اسے چند نامی گرامی لوگوں نے پار ٹر شیپ کی آفر کی جس میں اسکا بے تحاشہ فائدہ تھا۔ اس نے پار ٹر شیپ قبول کر لی۔ اس بات سے انجان کہ وہ شایان سلطان کا گروہ تھا۔ شایان سلطان کی جڑیں اس سے زیادہ منظبوط تھیں۔

بس پھر شایان اور اسکا گروہ ان نے عبد اللہ کو کنگال کرنے میں کوئی کثرت نہ چھوڑی تھی۔ ان نے عبد اللہ کا سارا پیسہ ڈبوایا تھا اور اس طرح ڈبوایا کہ عبد اللہ کر پشن کیس میں جیل کی تازہ ہوا کھارہا تھا۔ کر پشن کیس جھوٹانہ تھا۔ عبد اللہ

ایک کرپٹ بزنس میں تھا اس لیے آج جیل میں تھا۔ عبد اللہ کو لگایہ سب کچھ کر پشن کی وجہ سے ہوا ہے مگر یہ سب شایان سلطان کی وجہ سے ہوا تھا۔ وہ جس جیل میں تھا وہاں کا ڈی-ائیس۔ پی شایان کا کلاس فیلو تھا۔ شایان کے رابطے اور تعلقات ہر جگہ کام آتے تھے۔ موقع کافائدہ اٹھا کر شایان عبد اللہ پر ہاتھ صاف کر آیا تھا۔

"جیل تک ٹھیک تھا مگر آپ کو یوں نہیں کرنا چاہیے تھا۔" آمنہ کا اشارہ مارنے کے طرف تھا۔

"مجھے تم سے امید تھی کہ تم یہ کرو گی مگر تم نے مجھے مایوس کیا۔" وہ ناخوش سا بولا۔

"میں اسے مارتی؟؟" اس نے حیرانی سے پوچھا۔  
"تمہیں اسکی جان لے لینی چاہیے تھی۔" اس کا لہجہ ٹھنڈا تھا۔ سخت چڑان کی مانند۔

"مجھے حیرت ہے تم نے یہ کیوں نہیں کیا تم خاموش کیوں رہیں؟؟؟" شایان اٹھ کر الماری کی جانب بڑھتے ہوئے بولا۔

"یہ کس نے کیا ہے؟؟" وہ کنفیوز سی بولی۔  
الماری کھولے کھڑے شایان نے ٹھنڈی سانس خارج کی۔ چھپانے کا فائدہ نہ تھا۔

"زارانے۔" اور آمنہ کو لگا وہ سانس نہیں لے پائے گی۔ زارا؟؟ اسکی دوست؟؟ اسکی کزن؟؟ وہ جس کے ساتھ بچپن سے وہ ہر بات شیر کرتی تھی؟؟ آمنہ کا سر چکرا گیا۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ زارا یوں کر سکتی ہے۔ شایان پلٹ کر اس تک آیا۔ وہ پنجوں کے بل اسکے سامنے بیٹھ گیا۔ اس نے نرمی سے اسکے ہاتھ تھامے۔

"خواہشیں انسان کو انسان نہیں رہنے دیتی۔" وہ نرمی سے بولا۔ "وہ میری دوست تھی بھائی۔" وہ چہرۂ اہاتھوں میں چھپائے رونے لگی تھی۔ اسکے خیال میں زارانے منگنی بڑوں کی مرضی کی وجہ سے کی تھی مگر آج اسے احساس ہوا کے پہ سب سازش تھی۔

"نہیں تھی۔ دوست کبھی بھی پیٹھ پیچھے وار نہیں کرتے۔ وہ تمہاری دوست نہیں تھی تم اسکی دوست تھی۔ تم نے غلط فیصلہ کیا دوستی کرنے میں۔" وہ اسے آئینہ دکھار ہاتھا۔

"وہ میری کزن تھی میں کیسے اس پر بھروسہ نہ کرتی؟؟" وہ روتے ہوئے بولی۔ "اکزن تھی تو کزن رہنے دیا ہوتا دوست کیوں بنایا؟؟" وہ اتنا سچ کیوں بول رہا تھا؟؟ آمنہ کو تکلیف ہوتی۔

"جو ہوا اسے بھول جاؤ۔ رونے کا فالدہ نہیں ہے۔" وہ پیار سے اسکے آنسوں صاف کرتے ہوئے بولا۔

"تو میں کیا کروں؟؟ اب میں کچھ نہیں کر سکتی۔" وہ ایک بار پھر روتے ہوئے بولی۔

".Just make them regret"

اس نے سخت لمحے میں کہا۔

مہندی کی رات آپنی تھی۔ آمنے سامنے موجود دونوں خوبصورت گھر روشنیوں سے نہائے ہوئے تھے۔ ہر جانب بری قسمتے تھے۔ کہیں ڈھول کی تاپ، کہیں خالص مسکراہیں اور کہیں کام میں مصروف لوگ تھے۔ وہ مکمل پیلے پیروں تک آتے فرماں میں ملبوس تھی۔ اس وقت وہ اپنے سیاہ لمبے بالوں کو جوڑے کی شکل میں قید کر رہی تھی۔ بالوں کو باندھنے کے بعد اس نے قریب پڑا دوپٹا اٹھایا اور سر پر حجاب کی صورت میں رکھ لیا۔ میک آپ کے نام پر محض مسکارا اور لپٹک اسکے چہرے پر تھے۔ اچھے سے حجاب کرنے کے بعد اس نے خود کو آئینے میں دیکھا۔ وہ بلا کی حسین لگ رہی تھی، مگر اسکی آنکھیں دیران تھیں۔ ان میں خالی پن تھا۔ اور اسکے چہرے پر پہلے جیسی مسکراہٹ نہیں تھیں۔

"آمنہ تیار ہو گئی؟؟" فریال کمرے میں داخل ہوتے ہوئے بولیں۔ وہ بکل ہلکے گلابی رنگ کی قمیض شلوار میں ملبوس تھی۔ دوپٹہ سر پر زرا پچھے کر کے رکھا ہوا تھا۔

"جی ماما بس ہو گئی۔" وہ کندھے پر گلابی کا مدار دوپٹہ رکھتے ہوئے بولی۔

"ماشا اللہ میری بچی کو نظر نہ لگے کتنی پیاری لگ رہی ہے۔" وہ پیار سے اسکے سر پر ہاتھ رکھ کر بولیں۔

آمنہ ہلکا سا مسکرا دیں۔

"ہنستی رہا کرو بیٹا پیاری لگتی ہو۔" فریال نے پیار سے کہا۔ آمنہ کی مسکراہٹ غائب ہوئی۔ فریال اسے باہر آنے کا کہتے ہوئے باہر چلی گئیں۔ وہ یوں ہی کھڑی رہی۔ سن و ساکت۔ اس نے مرٹ کر خود کو آئینے میں دیکھا۔ اسکی آنکھوں میں آنسوں تھے۔

وہ تو کتنی اچھی تھی۔ ہر وقت مسکرانے والی۔ ماں، باپ اور بھائی کو ہنسانے والی۔ پھر وہ ایک شخص کے لیے کیوں اس حالت کو پہنچ گئی کہ گھروالے اسکی وجہ سے پریشان رہنے لگے تھے۔

کسی شخص کی اتنی اہمیت نہیں ہونی چاہیے کہ وہ آپ کی میثائل ہیلتھ خراب کر دے۔

گھر میں ہر جانب شور و غل تھا۔ شایان کے خاندان کے لوگ سلطان ہاؤس میں جمع تھے جبکہ تانیہ کے رشتے دار اور کرز نز علی ہاؤس میں۔ شایان کے چہرے پر الگ ہی قسم کا نور تھا۔ خوشی کی وجہ سے اسکی مسکراہٹ سستی ہی نہ تھی۔ فنگشن کی ساری تیاری علی ہوسف کے گھر کی گئی تھی۔ سب لوگ تیار ہو کر علی

ہاؤس آئے۔ شایان نے سبز رنگ کی قمیض اور شلوار پہن رکھا تھا اور ساتھ  
کڈھائی والی جیکٹ زیپ تن کر رکھی تھی۔ وہ مسکراتا ہوا سب سے آگے چل رہا  
تھا۔ گھر میں داخل ہوتے ہی سامنے کافی لڑکیاں موجود تھے۔ شایان  
میں کھلے بال، رنگ برج کپڑے، مختلف رنگ وہاں موجود تھے۔ شایان  
مسکراتا ہوا علی اور نازیہ سے ملا۔

"حزیفہ کہاں ہے؟؟" شایان نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے پوچھا۔  
"بس آرہا ہو گا تیار ہو رہا تھا۔" نازیہ نے کہا۔ وہ ملکے سکن رنگ کے کپڑوں میں  
لبوس تھیں جس پر مختلف رنگوں کے پھول بنے تھے۔

شایان نے سراتبات میں ہلا دیا۔ شایان کو سٹیچ پر بیٹھا کر سب گھروالے مہماںوں  
سے ملنے لگے۔ کچھ دیر بعد سامنے سے حزیفہ آتا دکھائی دیا۔ شایان اسے دیکھ کر  
مسکرا دیا۔ حزیفہ بے تاثر نظر وہ سے اسے دیکھتا رہا۔ وہ بغیر کسی کو دیکھے شایان کی  
جانب بڑھا تھا۔ وہ سیاہ قمیض شلوار پہنے کندھوں پر سفید چادر اوڑھے ہوئے چلتا  
آیا۔ اسکے بال بکھرے تھے، آنکھیں ویران تھیں۔ وہ چلتا جا رہا تھا جب قریب  
سے کسی کے قہقہے کی گونج اسکے کانوں میں پڑی۔ حزیفہ کے قدم رک گئے۔ وہ  
شایان کو دیکھتا رہا اور شایان اسے۔ حزیفہ کی نظر وہ میں کچھ بدلا تھا۔ اسکی  
آنکھوں میں غصہ شایان نے بخوبی دیکھا تھا۔ آمنہ حزیفہ کی جانب پیٹھ کیے کسی  
بات پر ہنس رہی تھی۔

آخر وہ اس سے اتنی نفرت کیوں کرنے لگا تھا؟ کیا وہ اتنی نفرت کے قابل تھی؟ اگر آمنہ نے غلط کیا تو کیا اسکا حق نہ تھا کہ اسے ایک موقع دیا جائے؟ حزیفہ کارویہ سمجھ سے باہر تھا۔

اس کی نظریں ولیسی ہی رہیں وہ چلتا ہوا شایان کے قریب آیا۔ شایان مسکراتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ حزیفہ کافی سنجیدگی سے اس سے ملا۔ شایان نے سلام کے بعد حال احوال پوچھا۔ حزیفہ سنجیدگی سے جواب دیتا رہا۔ "یہ کیا حالت بنار کھی ہے؟؟" شایان نے اسکے بکھرے چلے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"کسی کو فرق نہیں پڑتا مجھے بھی نہیں کے میں کیساد کھرہا ہوں۔ اور کسی کو فرق پڑھنا بھی نہیں چاہیے۔" حزیفہ سنجیدگی سے بولا۔

"جو ہوا اسے بھول جاؤ حزیفہ۔ ٹھیک ہے کسی نے تمہاری مرضی نہیں پوچھی تھی پہلے مگر سب کے ساتھ یہ رویہ رکھنا غلط بات ہے۔" شایان نے نرمی سے سمجھایا۔

"میری مرضی کیا تھی آپ جانتے ہیں بھائی۔" اسکی آواز میں کرب تھا۔ "میں آمنہ سے محبت کرتا تھا۔" اسکی آنکھوں سے آنسوں کیوں نکلے؟ وہ نہیں جانتا تھا۔

"مگر میں نے کبھی نہیں سوچا تھا آمنہ ایسی حرکت کرے گی۔" اس نے آنکھیں

صاف کرتے ہوئے کہا۔

کانچ سی نیلی آنکھوں میں یک ڈم غصہ امنڈ آیا۔

"میری بہن کے بارے میں بات کرنے کا حق نہ تمہیں تھا اور نہ ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ تم اتنے چھوٹے، معصوم سے بچے تھے کہ تمہیں دکھائی نہیں دے رہا تھا کہ یہ سازش ہے۔ میں تمہاری نادانی سمجھ کر معاف کر دیا۔" شایان نے سخت لمحے میں کہا۔

"کسی کو میرا یقین کیوں نہیں ہے؟؟" وہاب تک نرم لمحے میں بات کر رہا تھا۔ اس کے دل کا کرب اسکی آواز میں جھلک رہا تھا۔

"تمہیں خود پر یقین ہے؟؟" شایان نے کہا تو حزیفہ سن ہو گیا۔

وہ ساکت و بے تاثر نظر وں سے شایان کو دیکھتا رہا۔ ہاں اسے خود پر یقین نہیں تھا۔ ہاں وہ آمنہ کو بے قصور سمجھتا تھا۔ اسکا دل چیخ چیخ کر کہتا رہا کے آمنہ بے قصور ہے۔ حزیفہ کے دل نے آمنہ کی پاک دامنی کی گواہی دی تھی۔ مگر کیوں

؟؟

کیوں وہ اس سے نفرت کرنے لگا تھا؟؟ آخر کیوں؟؟  
اس کے سر میں درد کی ٹیسیں اٹھیں تھیں۔

وہ بغیر کسی کو دیکھے اندر کی جانب بڑھ گیا۔ آمنہ نے اسے جاتا دیکھا تھا۔ اس نے تاسف سے سر نفی میں ہلا کیا اور ٹھنڈی سانس خارج کی۔

اس دنیا میں ٹوٹے دل والی عورت سے مظبوط کوئی نہیں ہے۔

وہ بھی مظبوط ہو چکی تھی۔ اب اسکے لیے اپنے خوشی، اپنے ماں باپ کی خوشی اور انکا سکون واعظمنان معنی رکھتا تھا نہ کہ ایسا شخص جو اسے پچھ راستے میں چھوڑ چکا تھا۔ وہ حزیرفہ کے معاملے میں اپنی آنکھیں بند کر چکی تھی۔ یہ اسکی سب سے بڑی جیت تھی۔

\*\*\*

"اما۔۔۔" وہ مہندی کی دلہن کے روپ میں بیٹھی تھی جب سامنے سے نازیہ کو آتے دیکھا۔ سبز لہنگے اور شرٹ پر پنک دوپٹہ سر پر نفاست سے سیٹ کیا گیا تھا۔ مہندی کی دلہن کے مطابق بلکل ہلکامیک آپ کر رکھا تھا۔ واللہ آج شایان سلطان دیوانہ بننے والا تھا۔

"ماشاء اللہ میری پیاری پچھی اللہ بری نظر سے بچائے۔" وہ پیار سے اس کا ماتھا چومتے ہوئے بولیں۔  
تانية مسکرا دی۔

"اما۔۔۔" اس نے ایک بار پھر پکارا۔

"جی میرا بچہ۔" وہ پیار سے اسکے قریب بیٹھتے ہوئے بولیں۔ کمرے میں اور بھی چند لڑکیاں تھیں۔ وہ شاید تانية کی کرز نز تھیں جو اسے تیار کرنے کے بعد اب اپنی تیاری میں مصروف تھیں۔ مختلف رنگ کی بولیاں پچھے سنبھال سکتیں

تھی۔

"حزیفہ کہاں ہے؟؟" تانیہ کی آنکھوں میں نرم تاثر تھا۔

"وہ ایک بار بھی میرے پاس نہیں آیا۔" تانیہ کی آنکھوں میں آنسوں جمع ہونے لگے تھے۔

"میں گئی تھی اسے بلانے مگر وہ باہر شایان کے پاس تھا سوچا بعد میں آجائے گا۔" نازیہ نے اسے کہا۔

"ناجانے حزیفہ کو کیا ہو گیا ہے؟؟" تانیہ پریشانی سے بولیں۔

"اللہ میرے بچوں پر رحم کرے۔ میں حزیفہ کے لیے بہت پریشان ہو تانیہ۔" انکے لمحے میں دکھ تھا۔

"میں نے کئیں دنوں سے اسے جی بھر کے دیکھا بھی نہیں ہے۔ ہمارے ساتھ تو اٹھنا بیٹھنا، ہی چھوڑ دیا ہے اس نے۔ اور ساتھ ہوتا ہے تو پھر کوئی ایسی بات کرتا ہے کے لڑائی ہو جاتی ہے۔" وہ اپنی بیٹی کے سامنے اپناد کھ بیان کر رہیں تھیں۔

"آپ اسے بھیجیں میرے پاس میں بات کرتی ہوں۔" تانیہ نے نرمی سے انکا ہاتھ تھام کر کہا۔ وہ ثرا ثبات میں ہلا کروہاں سے چلیں گئیں۔ جاتے ہوئے کمرے میں موجود لڑکیوں کو کمرہ صاف کرنے کا کہنا وہ نہیں بھولیں تھیں۔ اسکے کندھے سے شال غائب تھی۔ وہ متذبذب سا کمرے کے دروازے میں نظریں جھکائے کھڑا تھا۔

"لڑکیوں باہر چلو سب چلو۔" تانیہ کی آواز شور میں سے سنائی دی۔

حزیفہ نے سرخ آنکھوں سے اسے دیکھا۔ اسکی آنکھوں کا تاثر بدلا تھا۔ اسکی نظروں میں ایک پیار بھرا، ایک نرم ساتھ تھا۔ وہ بنایپک جھپکائے اسے دیکھتا رہا۔

"کیوں جائے؟؟" ایک دبلي پتی سی لڑکی مسکارا لگاتے ہوئے بولی۔ مسکارا لگاتے ہوئے وہ منہ کے عجیب و غریب ڈیزائن بنارہی تھی۔

"میرا بھائی آیا ہے مجھ سے ملنے ہمیں پرائیو سی چاہیے یار۔" وہ تھک کر بولی۔ "افف تانیہ کم بولومیک آپ خراب ہو جائے گا۔ اتنا منہ پھاڑ پھاڑ کر کیوں بول رہی ہو؟؟" ایک نارمل سی جسامت کی خاتون اسکے قریب آکر بولیں۔ وہ اس سے عمر میں کافی بڑیں لگ رہیں تھیں۔

"بجود کچھیں ناہ حزیفہ آیا ہے اب یہ سب جائیں گی تو وہ آئے گانا۔" تانیہ روہانی ہو کر بولی۔

"اچھا اچھا چلو لڑکیوں سامان اٹھاؤ اور کمرے کم ہیں جو سب یہیں ٹھوہری جارہی ہو؟؟" شبِ نامی عورت کی کرخت آواز گونجی۔ سب نے بے دلی سے اپنا اپنا سامان اٹھایا اور باہر کی جانب بڑھ گئی۔

انکے کمرے سے جاتے ہی حزیفہ نے قدم اندر کی جانب بڑھائے۔ اس کے اندر آتے ہی تانیہ نے کمرے کا دروازہ بند کیا۔

"حزیفہ--" اس نے پیار سے اسے پکارا۔

"حزیفہ تم مجھ سے ناراض ہو؟؟؟" وہ پیار سے اسکی ٹھوڑی تھامے پوچھ رہی تھی۔

"آپ کتنی حسین لگ رہیں ہیں آپی۔" وہ اس کا سوال نظر انداز کرتے ہوئے بولا۔ تانیہ بغیر مسکرائے اسے یوں ہی دیکھتی رہی۔

"میں حسین دکھر رہی ہوں مگر میرا دل تم نے جس قدر بے دردی سے توڑا ہے میں آج کے دن بھی مسکرا نہیں سکوں گی حزیفہ۔" وہ دکھ سے بولی۔

"میں نے؟؟؟" حزیفہ نے بھنوئی سکیرٹ تے ہوئے پوچھا۔ اسکے چہرے پر حیرانی تھی۔

"اور نہیں تو کیا۔ میری شادی ہے اور تم ناجانے کہاں ہوتے ہو۔ ایسے ہوتے ہیں بھائی؟؟ بہن کی شادی ہے اور انسٹیڈ آف دیٹ کے تم میرے ساتھ طامہ سپینڈ کرونجوائے کرو تم باہر کی خاک چھان رہے ہو۔" وہ غصے سے بولی۔

"مجھے وحشت ہوتی ہے اس ماحول سے آپی۔" اس کا لہجہ سخت تھا۔

"مجھے نہیں پسند کے میں جہاں موجود ہوں اور وہاں آمنہ ہو یا اس کا ذکر ہو۔" وہ اتنا پتھر دل کیوں ہو گیا تھا؟؟ اس کی جان سے عزیز بہن کی شادی تھی اور وہ اس کے ساتھ پیار بھرے لمحات بھی بتانا نہیں چاہتا تھا۔

"تو زارا بھی تو یہیں تھیں تم اس کا ذکر کر لیتے۔" تانیہ بھی کڑوے لبھے میں بولی۔

"آپی پلیز زارا کو بچ میں مت لائیں۔" وہ غصے سے بولا۔

"تم ہر بار، ہر جگہ آمنہ کو بچ میں لا سکتے ہو تو زارا کیوں نہیں؟؟؟" تانیہ ناچاہتے ہوئے بھے مزید تلخ ہو گئی۔

"اسی لیے نہیں آتا میں اس گھر میں۔ جہاں جاؤ آمنہ۔ زارا۔۔۔ آمنہ۔۔۔ زارا۔۔۔ میں تنگ آگیا ہوں اس سب سے۔" وہ غصے سے چینا تھا۔ اسکی گردان کی نسیں ابھری ہوئی تھیں۔ اس کے سر میں درد کی ایک سخت ٹیس اٹھی تھی۔ "حزیفہ۔۔۔ سب تمہارے لیے پریشان ہیں۔ ماما، بابادونوں کو تمہاری فکر ہے تم کیوں ایسے کر رہے ہو؟؟" وہ اب کی بارلا چارگی سے بولی۔

"نہیں ہے پرواہ کسی کو میں اتنے دنوں سے بند پڑا ہوں کمرے میں جی رہا ہوں یا مر گیا کسی نے پوچھاتک نہیں اور آپ کہہ رہی ہیں کسی کو میری پرواہ ہے؟؟" وہ تلخی سے بولا تھا۔

"میں ہر روز آتی ہوں حزیفہ تمہارا دروازہ ناک کرتی ہوں تم جواب نہیں دیتے ناشستے سے پہلے چلے جلتے ہو اور رات کو لیٹ آتے ہو اور کمرے میں بند ہو جاتے ہو۔" وہ آنکھوں میں آنسوں لیے نرم آواز میں بولی۔

وہ دلہن کے روپ میں سمجھی لڑکی اپنے بھائی کے ساتھ پیار کے لمحے گزار ناچاہتی تھی مگر وہ شخص بے حس ہو چکا تھا۔ وہ ہر معاملے میں اپنی آنکھیں بند کر چکا تھا۔

"اوہ پلیز آپ جیسے میں جانتا نہیں ہوں نہ کے آپ نے آکر پھر سے وہی لصیحتیں کرنی تھیں۔" وہ تنر سے ہنسا تھا۔ تانیہ چند پل خاموش کھڑی حیرانی سے اپنے چھوٹے بھائی کے اس روپ کو دیکھتی رہی۔ وہ اتنا بڑا کب ہو گیا تھا؟؟؟ "جاوہیاں سے۔" وہ بجلی سی سخت آواز میں بولی۔ اسکے لمحے میں آگ تھی، غصہ تھا اور غضب تھا۔

"مجھے یہاں اس لیے۔۔۔" اسکی بات فتح میں تھی جب تانیہ عصے سے بولی۔ "میں نے کہا جاؤ یہاں سے گیٹ لاست۔" وہ غصے سے چیخنی تھی۔ حزیفہ نے غصے سے مٹھیاں بھینچ لیں۔ وہ انگارہ ہوتی آنکھوں سے اسے دیکھتا ہوا باہر چلا گیا۔ تانیہ قریب پڑے صوف پر ڈھنے لگئی۔ اس کا دل خون کے آنسوں رورہا تھا۔ وہ کم از کم آج کے دن اپنے بھائی کے منہ سے پیار بھرے الفاظ کی توقع کر رہی تھی۔ مگر اسکا وہ بھائی جس کے ساتھ اس نے پچپن گزارا، جوانی گزاری، جسکی ایک چوٹ پر وہ ترੱپ جایا کرتی تھی آج اسے دلہن کے روپ میں دیکھنے پر بھی اس نے اپنی بہن سے کچھ پیارا نہ کہا تھا۔

\*\*\*

زارا سیلو لیس پیروں کی چھوتی قمیض میں ملبوس تھی۔ دوپٹہ شاید اسکے ڈر لیس یا حصہ نہ تھا۔ وہ گھرے، بہت گھرے سبزر نگ کالباس تھا جو دور سے دیکھنے پر سیاہ محسوس ہوتا۔ قمیض پر کافی نفیس اور ہلکا ڈیزائن موجود تھا۔ وہ اپنی تصویریں لینے

میں مصروف تھی جب اس نے آمنہ کو اس کی جانب آتے دیکھا۔ آمنہ تانیہ کے کمرے کی جانب جارہی تھی مگر سامنے ہی زارا کو دیکھ کر وہ رک گئی۔ غصے کی ایک لہر اسکے اندر اٹھی تھی۔

"آمنہ-- تم کب آئی۔ اوہ مجھے لگا تم ابھی تک اپنی خالہ کے گھر ہو۔" وہ مسکرا کر انہی پیار سے بولی۔

"بھائی کی شادی تھی ظاہر ہے آنا تھا۔" آمنہ بغیر مسکرائے اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولی۔

"اکب آئی ہو؟؟" زارا نے ایک بار پھر مسکرا کر سوال کیا۔

"ہکافی دن گزر گئے ہیں۔" اس نے بغیر کسی تاثر کے کہا۔

"اوہ تو تم کہاں تھی دکھائی نہیں دی۔ یہاں بھی نہیں آئی۔" وہ مسنونی حیرانی سے بولی۔

"میں اپنے گھر تھی۔" وہ بات ختم کرنا چاہتی تھی مگر زارا نا جانے کیا سننا چاہتی تھی۔

"تم مجھ سے ناراض ہو؟؟" زارا نے پیار سے پوچھا۔

"ناراض دوستوں سے ہوتے ہیں یا اپنوں سے۔ تم کون ہو؟؟" بلا آخر وہ تلخی سے ہنس کر بولی۔

زارا نے غصے سے جڑ پر دبائے۔

"خیر شاید تم نے سب کچھ ایکسیپٹ کر لیا ہے سو۔ ناراض نہیں ہو گی۔ اور مجھے نہیں لگتا تم ناراض ہونے کا حق بھی رکھتی ہو۔" زارا کہاں باز آنے والی تھی۔

آمنہ زارا کو نظر انداز کر کے آگے بڑھنا چاہتی تھی جب زارا کی آواز آئی۔

"اسے ہمیشہ سے قیمتی چیزوں پسند تھیں۔ اس لیے اس نے مجھے پسند کیا۔ تم اسکے لیے بے مول تھی۔" زارا آج مکمل آگ لگانے کے موڑ میں تھی۔

آمنہ مسکرا کر اسکی جانب مرٹی۔

"قیمتیں ہمیشہ بکاؤ چیزوں کی ہوتی ہیں۔ تم تھی، میں نہیں۔" وہ سکون نے مسکرا کر بولی۔

"اغصے سے زارا کا رنگ سرخ ہو گیا۔

"تمہارے منہ سے یہ بات اچھی نہیں لگتی۔" حزیفہ کی آواز پر وہ دونوں دائیں جانب مرٹیں جہاں حزیفہ کھڑا تھا۔ وہ تانیہ کے کمرے سے آرہا تھا جب اس نے ان دونوں کی باتیں سنیں۔ آمنہ نے سخت نظروں سے اسے گھورا۔

"دیکھو تو کہہ کون رہا ہے کہ وہ بکاؤ نہیں ہے۔" حزیفہ اوپھی آواز میں بول کر تنز سے ہنسا تھا۔ قریب کھڑی آمنہ کی کچھ کرز نے حیرت سے آمنہ کو دیکھا۔

"خاموش رہو حزیفہ۔" آمنہ غرائی تھی۔ جبکہ زارا مسکرا کر اسے دیکھتی رہی۔

"اوہ ویٹ! دیکھو میرے پاس اب بھی وہ پکھر ز ہیں۔؟ اس نے کہتے ہوئے موبائل سے تصویریں نکال کر اسکی جانب موڑی۔ آمنہ کے پیچھے کھڑی اسکی

کرزز نے سدمے سے منہ پر ہاتھ رکھ لیا۔

آمنہ نے آنکھیں مینچ لیں۔ ابھی قریب کھڑی لڑکیاں کچھ کہہ رہی تھیں جب کسی نے حزیفہ کے ہاتھ سے موبائل لے کر پوری قوت سے دیوار میں دے مارا۔ آمنہ اور زار اسمیت سب نے حیرت سے تانیہ کو دیکھا تھا۔

"ابنی اوقات ہر جگہ دکھانے کا بہت شوق ہے؟؟؟" تانیہ سرد لہجے میں بولی۔ حزیفہ کو ایک بار پھر سے تانیہ پر شدید غصہ آیا مگر وہ خاموش رہا۔

"یہ تم آمنہ کا نہیں اپنا کردار دکھار ہے ہو۔" اس نے حزیفہ کو سخت نظر دیں سے دیکھتے ہوئے آمنہ کا ہاتھ تھاما اور اسے اپنے کمرے کی جانب لے گئی۔

آمنہ کی کرزز حیرت سے کچھ کہہ رہی تھیں۔ حزیفہ غصے سے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا جبکہ زار اکندھے اچکا کر آگے بڑھ گئی۔

\*\*\*

عام دلہنوں کے بر عکس اسکے چہرے پر کوئی رونق نہ تھی۔ وہ ذبر دستی ہلکا سا مسکراتی ہوئی سٹیچ کی جانب بڑھ رہی تھی۔ اسکی ایک جانب آمنہ اور دوسرا جانب کوئی اور لڑکی تھی۔

شايان نے نظر اٹھا کر تانیہ کو دیکھا۔ اور اسے لگا اس نے حسن آج دیکھا ہے۔ اسکی نظریں تانیہ پر اٹک کر رہ گئی تھیں۔

وہ نظریں جھکائے قدم قدم چلتی شایان کے قریب آئی۔ مسکرا کر اسے دیکھا اور

اس کے قریب کھڑی ہو گئی۔ اسکے مسکرا کر دیکھنے پر جیسے شایان ہوش میں آیا۔  
اس نے بھی مسکرا کر اسے دیکھا۔ وہ دونوں سٹچ پر بیٹھے ایک مکمل حسن کی  
مورت لگ رہے تھے۔

شایان سلطان کو ہمیشہ سے اپنی آنکھوں کا رنگ پسند تھا آج اسے ان آنکھوں کی  
بینائی پسند آئی تھی۔ اسکی پسندیدہ عورت اسکی دلہن کے روپ میں اسکے قریب  
تھی۔ کیا اب بھی وہ اپنی بینائی اور قسمت پر رشک نہ کرتا؟؟  
”ایک بات کہہ سکتا ہوں؟؟؟“ وہ اشتیاق سے اسے دیکھتے ہوئے بولا۔ اس بات  
سے بے پرواہ کہ وہ ہر نظر کا مرکز ہیں۔

”جی کہیں۔“ تانية نظریں جھکا کر بولی۔ شایان چند پل بھول گیا کہ اسے کیا کہنا  
تھا۔ اس نے کس بات کی اجازت مانگی تھی؟؟  
”تم بہت پیاری لگ رہی ہو۔“ نہ کوئی فلمی لائے، نہ کوئی افسانوی تعریف۔ ایک  
عام ساجملہ ادا کیا تھا اس نے۔ مگر اس کے لمحے میں عقیدت تھی، پیار تھا، عشق  
تھا۔ تانية بے اختیار مسکرائی تھی۔ اور شایان کا دل چاہا کہ وہ ایک بار پھر اپنی  
بات دہراتے۔

”شکریہ۔“ اسکے گال دینے لگے تھے۔ کیا اس نے بہت بڑا کمپلیمنٹ دیا تھا؟؟  
وہ سوچ کر رہ گیا۔

مہندی کی رسماں ادا کی گئی۔ تانية اور شایان کے سب کرز نے انکے قریب بیٹھے

کر رسمیں ادا کیں۔ زار استحج کے سامنے لگی کر سیوں میں سے ایک پر بیٹھی تھی۔ بے پرواہ سی یوں جیسے اسے فرق، ہی نہ پڑتا ہو کہ اس کے ارد گرد کیا ہو رہا ہے۔ وہ موبائل میں مصروف رہی۔

رسمیں کرنے کے بعد سب لڑکیوں نے مل کر ڈھولک سمجھا۔ گانوں کی گونج اسکے دماغ میں کسی ہتھوڑے کی مانند لگی تھی۔ وہ اپنے کانوں پر ہاتھ رکھے اندر ہیرے کمرے میں بیٹھا تھا۔ اسکی آنکھیں سرخ ہو چکی تھیں اور ان میں ہلکی سی بھی تھی۔ ڈھولک کی تاپ اور رنگ برنگ آوازوں اور قہقہوں کے پیچ حزیفہ کو دروازہ بجانے کی آواز آئی۔ اس نے ایک دوبار نظر انداز کیا مگر کوئی مسلسل دروازہ بجارتا تھا۔ وہ غصے سے اٹھ کر دروازے کے جانب بڑھ گیا۔ دروازہ کھولا تو سامنے علی یوسف کھڑے تھے۔ سفید نفیس اور شکن آلو دہ لباس پر بھوری شال اوڑھے۔ وہ دروازہ کھول کر واپس آ کر بیڈ پر بیٹھ گیا۔ علی بھی اسکے پیچھے آئے۔ وہ اسکے سامنے آ کر کھڑے ہو گئے۔ آہ پلیز وہ مزید تلمذیاں برداشت نہیں کر سکتا تھا اس وقت۔ نہ جانے اب علی کون سی شکایت لیے آئے تھے؟؟

وہ چند پل خاموشی سے نظریں جھکائے بیٹھے حزیفہ کو دیکھتے رہے پھر پیار سے اسکے سر پر ہاتھ رکھا۔ نرمی سے اسکے الجھے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔ "کیا ہوا ہے بیٹا؟؟" ان کے لمحے میں بے پناہ نرمی تھی۔ حزیفہ کا دل چاہا وہ انکے

سینے سے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر روئے۔ ان سے شکایت کرے، انہیں اپناد کھ سنائے۔ مگر وہ خاموش رہا۔

"باہر چلو پچ سب تمہارے بارے میں پوچھ رہے ہیں۔" انکے لمحے میں نمی تھی۔ حزیفہ نے چونک کر انہیں دیکھا۔ وہ اسکی ہر غلطی کو نظر انداز کیے اسکے سامنے کھڑی تھی۔

وہ باپ تھے انہیں شکایت کرنا نہیں آتا تھا انہیں پیار جتنا بھی نہ آتا تھا انہیں محض پیار کرنا آتا تھا۔

ایسا نہ تھا کہ ہر کوئی حزیفہ کی غیر موجودگی سے بے گانہ تھا۔ ہر کوئی اسکے متعلق پوچھ رہا تھا جس کا جواب کسی کے پاس نہ تھا۔

"سب پوچھ رہے ہیں اس لیے باہر جاؤ؟؟ آپ کو فرق نہیں پڑتا؟؟" اسکی آنکھوں میں آنسوں تھے۔

علی نے نفی میں سر ہلا کیا۔

"تم میرے ساتھ باہر چلو میرے شانہ بشانہ چلو میری شخصیت میرے وقار میں کو میرے جوان بیٹے کی ضرورت ہے۔" وہ چند پل رکے۔ "میرے لیے باہر چلو پچ۔" وہ اسکے قریب بیٹھ گئے۔ وہ ہمیشہ سے اسے اپنے شانہ بشانہ ہی دیکھنا چاہتے تھے مگر شاید وہ آج پہلی بار اسکا اظہار کر رہے تھے کیوں کہ آج انہیں اسکی کمی محسوس ہوتی تھی۔

چند پل دونوں خاموش رہے۔

"میں نے تم پر ایک عمر خرچ کی ہے حزیفہ۔" بلا آخر علی نے بولنا شروع کیا۔  
"تم پچپن میں انہتائی شریر تھے تم نہیں جانتے ہم نے تمہیں کہاں کہاں سے بچا  
کر لایا ہے۔" وہ ہلاکسا ہنسے تھا۔ انکی ہنسی میں دکھ تھا۔

"تم آج کس راہ پر چل پڑے ہو حزیفہ؟؟" تم نے جو چاہا میں نے کیا۔ تم سے  
سوال تک نہیں کیا پھر یہ سب کیوں؟؟ مجھے بتاؤ میرے بچے کہ میں تمہیں اب  
کیسے بچاؤ؟؟ میں بے بس ہو چکا ہوں۔ ٹھیک ہے میں نے تم پر غصہ کیا مگر کیا  
وہ میرا حق نہیں تھا؟" وہ اتنی تکلیف دہ بات اتنے مظبوط لمحے میں کیسے کہہ رہے  
تھے۔

"میں چینچ کر کے آتا ہوں۔" وہ آنکھیں پوچھتا ہوا الماری کی جانب بڑھ گیا۔  
علی نے مسکرا کر اسے دیکھا اور باہر کی جانب بڑھ گئے۔  
حزیفہ سفید لباس پر سفید ہی شال اوڑھے باہر آیا۔ بغیر کسی سے بات کیے وہ  
خاموشی سے ایک جانب بیٹھ گیا۔

ثانیہ سمیت آمنہ نے بھی اسے دیکھا تھا مگر دونوں نے نظر انداز کیا۔ زارا اسے  
دیکھ کر ہلاکسا مسکرائی اور چلتے ہوئے اسکے قریب آئی۔ اسکے سامنے کھڑے ہو  
کر اس نے ایک نظر آمنہ کو دیکھا۔ آمنہ کسی بات پر مسکراتی ہوئی اسکی جانب  
متوجہ ہوئی۔ زارا نے ایک تلخ مسکراہٹ اسکی جانب اچھائی اور کندھے اچکا کر

حزیفہ کے قریب موجود جگہ پر بیٹھ گئی۔

آمنہ کی مسکراہٹ غائب ہوئی۔ اس کا موڈپل بھر میں تبدیل ہوا۔ تانیہ نے نرمی سے اسکے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا۔ آمنہ اسکی جانب مرٹی تو تانیہ نے مسکرا کر آنکھیں چھپ کائیں۔ آمنہ بھی چھپ کا سا مسکرا دی۔

مہندی کا فنگشن اختتام کو پہنچا۔ مہماں آہستہ آہستہ رخصت ہو رہے تھے۔ خاندان کی لڑکیاں اور لڑکے ایک بار پھر ڈھولک کے مقابلے کے لیے تیار تھے۔

"اب بس فنگشن ختم ہو گیا۔" شایان کی سنجیدہ آواز گونجی تھی۔

"رک جا تھوڑی دیر بھائی تیری شادی انجوائے نہیں کریں گے تو کس کی کریں گے؟؟" ایک موٹانا زہ لڑکا جس کا نام حسن تھا لدھ کھاتے ہوئے بولا۔

"کہہ دیانا بس۔ رات ہو گئی ہے چلو ختم کرو۔" وہ سٹیچ پر بیٹھے ہی بولا تھا۔ آمنہ بھی شایان اور تانیہ کے قریب بیٹھی تھی۔ حزیفہ اور زار اوہاں موجود نہ تھے۔ گھر کے بڑے مہمانوں کے ساتھ مصروف تھے۔

"یہ شایان بھائی اپنی شادی پر بھی انجوائے نہیں کرنے دے رہے کیسے بورنگ انسان ہیں۔" وہ لڑکی پہلے بولنے والے لڑکے کی جڑ وال بہن تھی۔ ویسی جسامت، ویسا حسن۔ جس کا نام پاکیزہ تھا۔

"چلو بھائی شادی ختم۔" ایک لڑکی نے براسامنہ بنائے شایان کو گھورتے ہوئے

کہا اور ڈھوک کو ایک جانب غصے سے پٹھ دیا۔

"اچھا یار کر لو ان جو ائے یوں گھور و تو مت۔" شایان مسکرا کر اس لڑکی کو دیکھتے ہوا بولا۔ تانیہ نے مرٹ کر ایک نظر شایان کو دیکھا۔ شایان کی مسکرا ہٹ پل بھر میں غائب ہوئی۔

"چاچی پہلے اسی لڑکی کا رشتہ مانگ رہی تھی ناں آپ کے لیے؟" تانیہ کے سنبھیدہ لمحے میں شایان کو دن میں تارے دکھائی دینے لگے۔

"اممہ ہاں۔۔۔ مگر۔۔۔ وہ۔۔۔ میں نے منع کر دیا تھا۔ بلکل پسند نہیں ہے یہ مجھے دیکھو کتنا میک آپ تھوپا ہے خدا کی پناہ۔" شایان سلطان خاندان کا سنبھیدہ اور سخت مرد اپنی ہونے والے بیوی کے سامنے بلکل کسی معصوم بچے کی طرح گڑ بڑا یا تھا۔

"جانتی ہوں۔" تانیہ اتنا کہہ کر سامنے دیکھنے لگی۔

کیا اس نے شایان کی بات کا یقین نہ کیا تھا؟؟ کیا وہ یہ سمجھ رہی تھی کہ شایان کی مرضی سے فریال نے رشتہ مانگا تھا۔

"میرا یقین کرو تانیہ میں نے منع کر دیا تھا۔" شایان خود ہی دلیلیں دینے لگا تھا۔ تانیہ نے ایک نظر شایان کو دیکھا پھر ہنس پڑی۔

"جانتی ہوں۔ بس مجھے یاد نہیں تھا کہ وہ یہی لڑکی ہے یا کوئی اور اس لیے پوچھ رہی تھی۔" تانیہ ہنس کر بولی۔

"اوہ---"شايان نے سکھ کا سانس لیا۔ تانية اب تک شايان کی حرکت پر دبادبا ساہنس رہی تھی۔ شايان بھی خنجل ساہنس دیا۔

مہندی کی تقریب آخر کو اختتام کو پہنچی سب لوگ اپنے اپنے کمروں میں بند ہو چکے تھے اور شادی والے گھر میں مکمل خاموشی ہو چکی تھی۔

\*\*\*

بارات کا فنکشن بھی رات کو تھا اس لیے سب لوگ صحیح کافی دیر سے اٹھے تھے۔ مگر شادی والے گھر میں بھلا سکون کہاں۔ مختلف رنگ کی بولیاں تھیں۔ کسی کے کپڑے پر یہ نہیں تھے، کسی کا دوپٹہ نہیں مل رہا تھا، اور کسی کو پارلر کی فکر ستارہی تھی۔ ایسے میں تانية کے کمرے بھی ایسا ہی کچھ حال تھا۔ تانية ابھی انہا کرنکی تھی۔ اس کے بال گیلے تھے۔ صاف شفاف چہرے پر پانی کی چند بوندیں تھیں۔

"مہندی والی آپی آگئی ہیں تانية آپی۔" ایک چھوٹی سی پچی نے بھاگتے ہوئے کمرے میں آ کر اطلاع دی تھی۔

"اچھا اسے بھیں لے آؤ۔" تانية بالوں کو تو لیے سے پونجھتے ہوئے بولی تو وہ پچی واپس بھاگ گئی۔ تانية یہ بیڈ پر اسکی سکول کی دوستیں اور اسکی کزن زا ایک دوسرے کو آڑھی تر چھی مہندی لگانے میں مصروف تھیں۔ جبکہ باقی کمرے میں کہیں کوئی عورت بچوں کو تیار کرنے میں مصروف تھی تو کوئی آرام و سکون

سے موبائل میں مصروف تھی۔

کسی کو دلہن کی کہاں پر وادھ؟؟؟

یہ خاندان کی سبھی عورتوں کو دلہن کے کمرے میں ہی تیار ہونے کا شوق کیوں ہوتا ہے؟؟؟

نازیہ بیگم کمرے میں داخل ہوئیں تو دنگ رہ گئیں۔

"یا میرے اللہ یہ دلہن کا کمرہ ہے یا مچھلی منڈی؟؟؟" وہ بغیر لحاظ کے بولیں تھی۔ تانیہ مسکرا دی۔

"جلدی صاف کرو یہ کمرہ ساری ایک بھی چیز جگہ سے ہلی تو تم سب کو چھوڑوں گی نہیں۔ یہی کمرہ بچا ہے اتنے بڑے گھر میں؟؟ چلو جلدی کرو۔"

نازیہ کی آواز گونجی تو سب لڑکیوں نے اٹھ کر چیزیں سمباھالنا شروع کیں۔

"تانیہ نپکے جاؤ بابا بلار ہے ہیں تھیں۔" نازیہ پیار سے مسکرا کر بولیں۔

"جی ابھی آتی ہوں۔" تانیہ یہ کہہ کر بڑی سی چادر اوڑھ کر باہر آگئی۔ وہ جانتی تھی واپسی پر اس کا کمرہ پہلے جیسا ہو گا۔

تانیہ نے دروازہ ناک کیا اجازت ملنے پر اندر آئی۔ علی یوسف اپنے کپڑے نکال رہے تھے۔ تانیہ کو دیکھ کر مسکرائے اور الماری بند کرتے ہوئے اسکی جانب بڑھے۔

"میرا پیارا بچہ۔" وہ پیار سے اسکے ماتھے کو چومتے ہوئے بولے۔

"کیا کر رہے تھے آپ؟؟" تانیہ نے پوچھا۔

"بیگم گھر کے کاموں میں مصروف ہے سوچا اپنے کپڑے خود، ہی پر یس کر لوں۔" وہ نادم سے مسکرا کر بولے۔

"ارے آپ کیوں کریں گے میں کر دیتی ہوں۔" تانیہ نے کہا تو علی نفی میں سر ہلاتے اسے کا تھل لگائے صوف پر بیٹھ گئے۔ چند پل خاموش رہی۔ "ماں باپ بچوں کی خوشی کے لیے ہر کوشش کرتے ہیں بیٹا۔" علی نے بولنا شروع کیا۔

"تمہاری ماں کل سے کام میں مصروف ہے انہیں تو یاد نہیں کے ان کا ایک عدد شوہر بھی ہے۔" وہ یہ کہہ کر ہنس دیے۔ تانیہ خاموش رہی۔

"مجھے تم سے بہت امید یں تانیہ۔ تم نے ہمیشہ میرا سر فخر سے بلند کیا ہے۔ اور میں امید رکھتا ہوں تم اس سر کو کبھی جھکنے نہیں دوگی۔ اپنے ماں باپ کے دیے سبق کو بھولنا مت۔ ہمیشہ خوش رہنا اور سب کو خوش رکھنا اب یہ تمہاری ذمیداری ہے۔" علی نے کہا۔

"انشا اللہ بابا میں کبھی آپ کی تربیت پر سوال نہیں اٹھنے دوں گی۔" تانیہ نے کہا۔ علی نے اسکے سر پر بوسہ دیا۔

"تم کتنی بڑی ہو گئی تانیہ۔" علی کی آنکھ سے آنسوں ٹوٹ کر گرا۔ تانیہ نے سر اٹھا کر انکی آنکھیں صاف کیں۔

"میں آپ کے لیے ہمیشہ چھوٹی رہوں گی اس لیے آپ کو یہ کہنے کا حق نہیں بنتا۔" تانیہ بھی گیلی آنکھوں سے مسکرا کر بولی۔ علی نے سرا ثبات میں ہلا�ا۔ "لویہاں تو بابا پ بیٹی کا پیار چل رہا ہے۔" نازیہ کمرے میں داخل ہوئیں تو ان دونوں کو دیکھ کر بولیں۔

وہ دونوں مسکرا دیے۔ تانیہ اٹھ کر نازیہ کے قریب آئی۔

"آپ کے پیار کی الگ جگہ ہے۔" وہ انکے گلے لگ کر بولی۔

"ہمیشہ خوش رہو میری پیاری بچی۔" وہ پیار سے اسکے گال چھو کر بولیں۔

"بaba کہہ رہے تھے آپ کافی غیر دمیدار ہو گئی ہیں انکا خیال ہی نہیں رکھتیں۔"

تانیہ مسکرا کر نازیہ کے ایک جانب کھڑی ہو کر بولی۔ علی خفیف سا مسکرا دیے۔

"اچھا ایسی بات ہے؟؟" نازیہ نے تنزیہ لہجے میں کہا۔

"بیگم میرے کپڑے نہیں پر لیں اس لیے کہہ رہا تھا۔" علی اپنے کپڑوں کی جانب بڑھتے ہوئے بولے۔

"کون سے کپڑے میاں جی؟؟" نازیہ سینے پر بازوں لپیٹ کر بولیں۔

"یہ دیکھا اسی لیے کہتا ہوں غیر دمیدار ہو گئیں ہیں آپ۔" علی ہینگر پر لگے کپڑے نازیہ کی جانب بڑھا کر بولے۔

"اور آپ بوڑھے ہو گئے ہیں اس لیے یاداشت کمزور ہو گئی ہے۔ یہ کل کے کپڑے ہیں آپ کے، آج والے ملازمہ کو دیے ہیں وہ تھوڑی دیر میں دے

جائے گی۔ "نازیہ نظر سے کہہ کر منہ ہی منہ میں کچھ بڑا بڑا تی باہر کی جانب بڑھ گئی۔

علی خفیف سامسکرا دیے۔

تانیہ نے مسکرا کر گلا کھنگار اور اپنے کمرے کی جانب چل پڑی۔

\*\*\*

وہ گھرے سرخ رنگ کی پاؤں کو چھوتی میکسی میں ملبوس تھی۔ جس پر اسی رنگ سے خوبصورت ابھر اہوا کام کیا گیا تھا۔ ہلکی سی جیولری کے ساتھ خوبصورت برائیڈل میکاپ کیے وہ بلا کی پر کشش دکھر رہی تھی۔ ہاتھوں پر بھری ہوئی مہندی تھی۔

اس کا ہیر سٹائل مکمل ہو چکا تھا اب اسکے سر پر دپٹہ سیٹ کا جارہا تھا۔ بالوں کے نیچے سے مانگ نکالے دونوں طرف خوبصورت ہلکی اٹھی ہوئی ٹویسٹ تھی۔ جبکہ ماتھے پر انہتائی نفیس ٹیکا تھا۔

شادی کا انتظام ایک اوپن ایریا میں کیا گیا تھا۔ وہ کافی وسیع جگہ تھی۔ شایان سیاہ شیر وانی میں ملبوس تھا۔ اسکی نیلی آنکھوں کی چمک ہر چمک سے ہٹ کر تھیں۔ وہ مسکرا کر سٹیچ پر موجود لوگوں سے مل رہا تھا۔ مسکرا ہٹ اسکے چہرے سے ہٹنے کا نام ہی نہ لے رہی تھی۔ آمنہ محروم رنگ کی لانگ قمیض کے ساتھ کھلا ٹراؤزر لگائے دکھائی دی۔ سر پر ہمیشہ کی طرح حباب کر رکھا تھا۔ آج چہرے پر

ہلکا ہلکا میک آپ بھی تھا۔ وہ اپنی چند کرنز کے ہمراہ گیٹ کی جانب بڑھی تھی۔ شایان نے بے اختیار وہاں دیکھا۔ ابھی کوئی اس جانب سے آتا دکھائی نہ دیا مگر شایان ہنوز نظریں وہیں جمائے بیٹھا رہا۔ چند سینکنڈز کے بعد وہ اپنی میکسی سمبھالے، نظریں جھکائے کسی بات پر مسکراتی نظر آئی۔ شایان اس سے نظریں نہیں ہٹا سکا۔ گیٹ سے راستے تک راستہ سجا یا گیا تھا۔ وہ جیسے ہی اس راستے پر آئی اسکے چہرے پر لاسٹر لگائی گئیں۔ شایان کو وہ سرخ لباس والی لڑکی اُس وقت چاند کی چاندنی میں موجود ایک حسین نظارہ لگی تھی۔ وہ چلتی ہوتی شایان کے قریب آ کر گھٹری ہو گئی۔ اور کتنی ہی نظریں تھیں جن نے اس حسن کو داد دی تھی۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے بغیر تنہا تھے۔ وہ آج مکمل ہوئے تھے۔ انکی پیار کی داستان خوبصورتی سے مکمل ہوتی تھی۔ وہ دونوں سٹچ پر بیٹھے جب علی اور سلطان مولوی صاحب کے ساتھ سٹچ پر آئے۔

مولوی نے انکا نکاح پڑھایا۔ دعا کے بعد شایان سب سے گلے مل رہا تھا۔ تانیہ بھی مسکرا کر اپنی ماں کو مل رہی تھی۔ دور گیٹ پر کھڑے اس شخص کی آنکھوں میں پانی تھا۔ وہ کیوں رو رہا تھا؟؟ ایسا تو کچھ انہوں ناہے ہوا تھا۔ مگر۔۔۔

اسکی بہن کی شادی تھی۔ وہ اسے گلے لگانا چاہتا تھا۔ وہ اسکے ماتھے کو پیار سے چھونا چاہتا تھا۔ مگر کیوں؟؟ کیوں وہ وہاں دور، تنہا کھڑا تھا؟؟ کوئی بھی تونہ تھا جو اسے روک رہا تھا پھر یہ دوری وہ ختم کیوں نہیں کر پا رہا تھا؟؟ اگر نہیں کر پا رہا تھا

تو وہ آنسوں کیوں؟؟ وہ کیوں دکھی تھا؟؟ اس نے بے دردی سے اپنی آنکھیں رگڑی اور باہر کی جانب بڑھ گیا۔

اسکے دل پر بوجھ بڑھ چکا تھا۔

"نکاح مبارک زوجہ شایان سلطان۔" وہ مسکراتا ہوا اسے دیکھ کر بولا۔ تانیہ کو لگا اس نے آج تک اتنا حسین جملہ نہیں سناتھا۔ اسکے لیے یہ سب سے حسین آواز میں کہا گیا سب سے حسین جملہ تھا۔

"آپ کو بھی مبارک۔" تانیہ بھی مسکرا کر شایان کو دیکھتے ہوئے بولی۔ تانیہ کی بے چین نظر مسلسل کسی کو ڈھونڈ رہیں تھیں۔

"وہ چلا گیا ہے۔" شایان جو اسے نوٹ کر رہا تھا بولا۔ تانیہ یک دم ساکن ہو گئی۔ آنکھوں میں ویرانی چھاگئی۔

"وہ ایسا کیوں کر رہا ہے؟؟" تانیہ اداسی سے بولی۔

"یہ اس کا خیال ہے کہ سب اس سے بد دل ہو گئے ہیں اس لیے وہاب ہمارے ساتھ نہیں آتا۔" شایان نے نرمی سے کہا۔

"مگر بابا، ماما اور میں نے یہاں تک کے تایا ابو نے بھی اسے کچھ نہیں کہا پھر اسے کیا مسئلہ ہے؟؟" تانیہ کی آنکھوں میں آنسوں شایان کو واضح دکھائی دیے تھے۔

"وہ خود کو جان بوجھ کر تکلیف دے رہا ہے۔ اور تم یوں روکر مجھے تکلیف دے رہی ہو۔" تانیہ اس اچانک تبصرے پر چند پل ٹھر گئی۔ اس نے آنسوں سے لبریز

آنکھیں اٹھا کر شایان کو دیکھا۔

تانية کو حقیقتاً آن نیلی آنکھوں میں تکلیف دکھائی دی۔  
تانية ہلکا سا چہرا جھکا کر مسکرا دی۔

"یوں ہی مسکرا یا کرو اچھی لگتی ہو۔" شایان نے اسے اپنی نظر وں کے حصار میں لیے کہا۔

"اٹھم اٹھم" آمنہ نے گلا کھنگار کر انہیں اپنی جانب متوجہ کیا۔  
"بھائی اتنی تعریف کافی ہے اب باقی گھر جا کر کر لینا۔" آمنہ نے ہنس کر کہا۔  
شایان محض مسکرا دیا۔

رخصتی کا وقت آن پہنچا تھا۔ بھائی کی عدم موجودگی نے تانية کو اس موقع پر آبدیدہ کیا تھا۔

علی یوسف نے اسکے دکھ کو سمجھتے ہوئے پیار سے اسکے سر پر ہاتھ رکھا۔ تانية نے نظر اٹھا کر انہیں دیکھا تھا۔ علی نے نظریں چرا لیں۔

وہ سب سے ملنے کے بعد گاڑی میں سوار ہو چکی تھی۔ سیاہ چمکتی ہوئی فارچیونر کے بونٹ پر سرخ گلاب لگائے گئے تھے۔ شایان نے گاڑی آگے بڑھائی تھی۔  
پچھے ایک قطار کی صورت میں ویسی ہی سیاہ چمکتی فارچیونر زجن کے بونٹ پر سرخ کپڑے کا ڈیزیں بنایا گیا تھا بڑھتی دکھائی دیں۔ وہ گاڑیوں کی نہ ختم ہونے والی قطار تھی۔

شہر کے مشہور بزنس میں شایان سلطان کی شادی تھی۔ راستے میں آنے والے لوگ چند پل اس شان و شوکت کو دیکھ کر مسبوط ہو جاتے۔

\*\*\*

اسکی آنکھیں سرخ ہو چکیں تھیں۔ وہ پوری رفتار سے گاڑی چلا رہا تھا۔ رات کے اس وقت سڑکیں خالی اور ویران تھیں یا وہ ایسے علاقے میں تھا جہاں گاڑیوں کی آمد درفت بلکل نہ تھیں۔ وہ وہاں سے کیوں لوٹ آیا تھا؟ اسکی بہن کی شادی تھی اسے کسی نے منع بھی نہ کیا تھا پھر آخر کیوں؟؟ وہ اپنے رد عمل سے بلکل رضامند نہ تھا پھر بھی اس نے ایسا کیا۔ اچانک اس نے بریک پر پاؤں رکھا تھا۔ گاڑی یک دم جھٹکا کھا کر رکی تھی۔ اسے اپنا پیچھا کرتی وہ گاڑی کافی دیر سے تنگ کر رہی تھی۔ اسکے پیچے آتی وہ گاڑی بھی رکی تھی۔ حزیفہ یوں ہی گاڑی میں بیٹھا رہا۔ پیچے کی گاڑی سے کوئی نکل کر اسکے دروازے کے قریب کھڑا ہوا اور حزیفہ کی کھڑکی کا شیشہ بجا یا۔ حزیفہ نے نظر موڑ کر اس شخص کو دیکھا۔ وہ سفید ہڈ کی ٹوپی سر پر گرائے ہلکا سا جھکا ہوا تھا۔ حزیفہ کو اپنی جانب متوجہ پا کروہ ہلکا سا مسکرا یا۔

اندھیرے میں اس کا چہرہ واضح نہ تھا مگر گاڑی میں جلتی روشنی کی وجہ سے وہ کافی حدک پہچانا جا سکتا تھا۔

"روحان تم؟؟" حزیفہ نے کھڑکی کا شیشہ نیچے کرتے ہوئے حیرت سے کہا۔

"بھی میں۔" وہ لڑکا دلکشی سے مسکرایا۔

"باہر آ جاؤ ہوا اچھی چل رہی ہے۔" روحان ایک بار پھر مسکراتا ہوا خالص پڑھانوں کے لمحے میں بولا۔ حزیفہ کار کا دروازہ کھول کر باہر آگیا۔ چند پل بعد کا منظر کچھ یوں تھا کہ حزیفہ گاڑی کے بونٹ پر ٹانگیں لمبی کیے ایک بازو سر کے نیچے رکھے لیٹا تھا۔ جبکہ روحان گاڑی کے بونٹ سے ٹیک لگائے ہلکی سی گردان مورٹ کر حزیفہ کو دیکھ رہا تھا۔

"کوئی پریشانی ہے تمہیں؟؟؟" روحان نے پوچھا۔

"بہت سی ہیں۔" حزیفہ کھوئے لمحے میں بولا۔

"مجھے مت بتانا۔" روحان ہنس کر بولا۔ اسکی سیاہ آنکھیں چمکدار تھیں۔ چہرے پر موجود کھنی مگر چھوٹی داڑھی اور موچھوں میں وہ دلکش لگتا تھا۔  
حزیفہ ہلاکا سا ہنس دیا۔

"نہیں بتاؤں گا۔" حزیفہ نے کہا۔

"آج تو تمہاری بہن کی شادی تھانے؟؟؟" روحان نے پوچھا۔

"ہا۔" ایک لفظی جواب آیا۔

"تو تم یہاں کیا کر رہے ہو؟؟؟" اس نے حیرت سے پوچھا۔

"تمہارے ساتھ باتیں۔" حزیفہ آنکھیں موندیں ہوئے بولا۔

"بے وقوف انسان تمہاری بہن کی شادی ہے اور تم یوں سڑکوں پر مڑ گشت

کرتے پھر رہے ہو؟؟" روحان نے اب کی بار نرمی سے سخت لہجے میں کہا۔ بھلا  
یہ نرمی سا سخت لہجا کیسا ہوتا ہے؟؟ ایک دوست کا لہجا، جس میں نرمی ہوتی ہے،  
بھلائی ہوتی ہے۔ وہ لہجا کبھی سخت ہو، ہی نہیں سکتا۔ وہ بھی ایک مخلص دوست  
کی طرح نرمی سے اسے کہہ رہا تھا۔

"وہاں کسی کو میری ضرورت نہیں ہے۔" ایک آنسوں اسکی آنکھ سے نکل کر  
کپڑی میں جزب ہو گیا۔

"تمہارا موبائل کہاں ہے؟؟" روحان نے پوچھا۔ حزیفہ نے کوئی جواب نہ دیا تو  
روحان نے گاڑی کا دروازہ کھل کر ڈیشبورڈ سے موبائل اٹھایا۔ بُن دبا کر  
سکرین روشن کی۔ لاک سکرین پر ڈھیروں کال نو ٹیفیکلیشنز شو ہو رہیں تھیں۔  
"یا خدا یا وہ لوگ تم کو اتنی کالز کر چکے ہے۔" روحان نے حیرت سے کہا۔ اسکے  
کہنے پر حزیفہ نے آنکھیں کھولیں۔

"وہ مجھے اس لیے کالز کر رہے ہیں کیوں کہ لوگ ان سے سوال کر رہے ہوں  
گے کہ آپکا اکلوتاوارث کہاں ہے؟؟" وہ زہر لیے لہجے میں بولا۔

"تم کو کیسے معلوم؟؟؟" سوال کیا گیا۔

"میں جانتا ہوں۔" غیر مطمئن جواب۔

"یہی تو میں پوچھ رہا ہے کس نے بتایا؟؟؟" ایک بار پھر زدی قسم کا سوال۔ حزیفہ  
اب کی بار خاموش ہو گیا۔

"میں بتاؤ؟؟" مخلصانہ مشورہ دیا گیا۔ جواب ندار۔

"تمہارے دماغ نے۔" ایک بار پھر سے غیر مطمئن دلیل۔

"دل والے لوگ جب دماغ کا فیصلہ ماننے لگیں تو ہمیشہ نقصان اٹھاتے ہیں۔" روحان نے نرمی سے کہا۔

"تم اپنے دماغ کو خود پر حاوی ہونے دے رہا ہے۔ ٹھیک ہے دماغ کی بھی سنو مگر ایک بار صرف ایک بار اس دل کی بھی سنو جو کب سے تمہیں لوٹ جانے کو کہہ رہا ہے۔" روحان نے پیار سے کہا۔ حزیفہ اب اٹھ بیٹھا تھا۔

"دل کے فیصلے ہمیشہ دھوکہ دیتے ہیں۔" حزیفہ نے کہا۔ روحان ہلاکا سا مسکرا یا۔

"یونو واط؟؟" روحان نے پوچھا۔ یہ ان کی دوستی کی عادت تھی وہ جب بھی ایک دوسرے کو کوئی سیکرٹ بتانے والے ہوتے یہی پوچھتے۔ اور "واٹ؟؟" کا جواب ملنے پر ہی بات جاری رکھتے۔

حزیفہ ہلاکا سا مسکرا یا۔ "واٹ؟؟"

"آج کل کی ٹیکنا لو جی اتنی بڑھ چکی ہے کہ کسی بھی انسان کا دماغ کنڑوں کرنا مشکل نہیں ہے۔" روحان نے کہا۔

"کیا کہنا چاہتے ہو؟؟" حزیفہ نے کشمکش سے پوچھا۔

"شراب، خواب، خیال، اظہار، انکار یہاں تک کے جذبے بھی انسان کے دماغ

کو بہت آسانی سے کنٹول کر سکتے ہیں۔ آج کل تو باقائدہ ٹیکنالوجی بھی آگئی ہے کسی بھی انسان کے دماغ کو آسانی سی قابو کیا جا سکتا ہے۔ "روحان نے وقفہ لیا۔ "مگر پتا ہے کیا؟؟" روحان نے بات جاری رکھی۔

"آج تک کوئی ایسی ٹیکنالوجی نہیں بنی جو انسان کا دل قابو کر سکے۔ جو انسان کے دل میں بستی خواہشات کو قابو کر سکیں۔ اس لیے دل کی مان لینی چاہیے کیوں کہ وہ کسی کی نہیں سنتا۔"

"سمجھے بدھو؟؟" اس نے مسکرا کر پوچھا۔  
نہ جانے وہ مطمئن ہوا تھا یا نہیں مگر اس نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلا کا۔

\*\*\*

کالی فارچیونز اس بڑی حوصلی کے سامنے رکی اور پیچھے آنے والی تمام گاڑیاں بھی رکی تھیں۔ شایان گاڑی سے اتر کرتانیہ والی سائیکل پر بڑھا۔ اس نے تانیہ کی سائیکل کا دروازہ کھول کر ہتھیلی سامنے پھیلادی۔ تانیہ کے چہرے پر دلکش مسکرا ہٹ ابھری تھی۔ اسے سرخ ہوتا دیکھ شایان بھی مسکرا دیا۔ تانیہ نے اپنا ہاتھ شایان کی ہتھیلی پر رکھ دیا اور مسکراتی ہوئی گاڑی سے باہر آئی۔ وہ سڑک کے دوسری جانب تھے جہاں سے شایان کا گھر مکمل دکھائی دے رہا تھا۔ پورا گھر روشنیوں سے چمک رہا تھا۔ گھر کا کوئی ایسا حصہ نہ تھا جہاں بری قمی نہ چمک رہے ہوتے۔ شایان ان روشنیوں سے بے پرواہ تانیہ کو دیکھ رہا تھا۔ پلک جھپکے بغیر وہ اسے دیکھ

رہا تھا تانیہ اس سے باخبر تھی مگر وہ مسکراتی ہوئی سامنے کی جانب دیکھ رہی تھی۔  
"کیا بہت زیادہ پیاری ہوں؟؟" وہ اسکے قریب ہوتی ہلکی آواز میں بولی۔  
"تم حسین ہو بے تحاشہ حسین مگر میرانصب اس سے بھی زیادہ حسین ہے۔"  
وہ اسکے چہرے پر نظریں جمائے بولا تھا۔ تانیہ کو اب ان پلیمنٹس کی عادت  
ڈال لینی چاہیے تھی۔

ابھی اس نے بات ختم کی ہی تھی کہ آسمان پر فائرورک شروع ہوا۔ نہ جانے  
وہاں کون وہ فائرورک کر رہا تھا مگر آسمان پر نہ رکنے والے رنگ دکھائی دے  
رہے تھے۔ چند سینٹ کا بھی وقفہ لیے بغیر آسمان پر روشنیاں بکھرتی چلی جا رہیں  
تھیں۔ وہ دونوں ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے اس منظر کو دیکھ رہے تھے۔  
اچانک تانیہ کی مسکراہٹ سمٹی اس نے آسمان سے نظریں ہٹائیں۔ اسکے دائیں  
جانب شایان کھڑا تھا۔ تانیہ ہلکی سی پیچھے ہوئی اور اس جانب مرٹ کر دیکھا۔  
وہ مسکراتا ہوا نہیں دیکھ رہا تھا۔ تانیہ کے دیکھنے پر وہ مسکرا یا۔ تانیہ نے بہت  
عرصے بعد حزیفہ کو مسکراتے دیکھا تھا۔ تانیہ بھی مسکرا دی۔ وہ بدلتا چاہتا تھا۔ وہ  
اپنے دل کی سننا چاہتا تھا۔ دماغ تو کوئی بھی کنٹول کر سکتا ہے نا؟؟  
"حزیفہ کہاں تھے تم؟؟" زارا کی دلکش آواز پر وہ دائیں جانب مرٹا۔

وہ سادہ سے بھورے رنگ کی میکسی میں ملبوس تھی جس پر اسی رنگ کا بھاری

دو بٹہ کندھے پر رکھا تھا۔

کھلے بال اور ہلکامیک آپ چہرے پر چمک رہا تھا۔ اسکی آنکھوں میں ہلکی ہلکی پریشانی تھی۔ وہ معصومیت سے حزیفہ کو دیکھ رہی تھی۔ حزیفہ چند پل خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ وہ اتنی حسین لگ رہی تھی کہ اسے چند پل خاموشی سے دیکھا جائے۔

"کچھ کام تھا۔" وہ مسکرا کر بولا۔ وہ آج اتنا مسکرا کیوں رہا تھا؟؟ شاید اس نے دل کی ماننی شروع کر دی تھی۔

زارا جواب میں کچھ کہہ رہی تھی۔ آسمان پر روشنیاں جگہ گارہیں تھیں۔ وہ کبھی نظریں جھکا کر کبھی بھنوئیں سُکرٹ کرا سے کچھ کہہ رہی تھی۔ اسکے گال پر گڑھا ہر بار حزیفہ کو اپنی جانب متوجہ کرتا۔

"تم کافی پیاری لگ رہی ہو۔" وہ ہنوز اسے اسی تاثر سے دیکھتے ہوئے بولا۔

زارا کے ہلتے لب ساکن ہوئے۔ چند پل وہ حیرت سے اسے دیکھتی رہی پھر اسکی آنکھوں میں انوکھی چمک ابھری تھی۔ وہ مسکرا آئی۔

"شاید پہلے نہیں لگ رہی تھی اب لگ رہی ہوں۔" اسکے گال دہک رہے تھے۔ وہ کسی بھی کہانی کا ایک ٹاکسک کر دیکھ رہی تھی۔ منہ پھٹ، بد لحاظ، بے مرود قسم کی وہ عورت آج اپنی معمولی سی تعریف پر چمک انٹھی تھی۔ تانیہ کے دل میں ان دونوں کو ساتھ دیکھ کر ہلکی سی تکلیف ہوتی تھی۔ وہ اس مقام پر آمنہ کو دیکھنا

چاہتی تھی ہمیشہ سے۔ مگر وہ حزیفہ کی خوشی میں خوش تھی۔ اس نے حزیفہ کی ہر غلطی کو معاف کر دیا، یہاں تک کے آمنہ کا دل توڑنا بھی۔

مگر وہ لڑکی جس نے آج تک خود کو اس مقام کے علاوہ کبھی کہیں اور تصور بھی نہ کیا تھا اس کے لیے یہ کوئی معمولی تکلیف نہیں تھی۔ اسکے دل میں درد کی ایک شدید لہر اٹھی تھی۔ زارا اور حزیفہ کو ساتھ خوش دیکھ کر آمنہ کو لگا وہ ڈھنے جائے گی۔ وہ گرجائے گی مگر وہ کھڑی رہی۔

وہ مضبوط تھی، کیونکہ عورت کی محبت اس کی کمزوری ہوتی ہے، مگر یہی کمزوری کبھی کبھار سب سے بڑی طاقت بن جاتی ہے۔

وہ دور کھڑی ان دونوں کو دیکھ رہی تھی، دل کی دھڑکن بے قابو تھی۔ اس نے تہیہ کر لی کہ ان دونوں کو کبھی معاف نہیں کرے گی۔ جب ایک عورت کسی ایسے شخص سے نفرت کرتی ہے جس سے کبھی محبت کی ہو، تو وہ نفرت حدود کو پار کر جاتی ہے۔ شدید، بے رحم اور گہری۔ وہ نفرت نہیں آگ ہوتی ہے۔ اور حزیفہ علی نے تو اسے منہ کے بل گرا یا تھا، اس کی نفرت نے آمنہ کے دل میں جڑیں مضبوط کر لی تھیں۔

ہر چیز سے بے نیاز، شایان نرمی سے تانیہ کا ہاتھ تھامے کھڑا تھا۔ روشنیوں کا جانا

بجھنا ختم ہو چکا تھا، اور اب بس چاند اپنی ممل روشنی کے ساتھ آسمان پر جگمگار ہا تھا، اس کے گرد ستارے بکھرے ہوئے تھے۔ زمین پر، وہ دونوں مکمل تھے، اور ان کے گرد صرف ادھورے لوگ تھے۔ ایک دوسرے کا ہاتھ تھا میں، مسکراتے ہوئے وہ گھر میں داخل ہوئے۔

تانية نے پورے گھر کو سفید اور سرخ گلابوں سے سجا ہوا پایا، ہر گوشہ خوبصورت مہک رہا تھا۔ دروازے پر ہی کھڑے تھے، ارد گرد بہت سے چمکتی آنکھوں والے چہرے، جو منتظر تھے کہ وہ اندر آئیں تو ان پر خوبصورت بھیر دی جائے۔ تانية کی نظریں زمین پر بچھے سرخ گلابوں پر جاٹھریں بے تحاشہ، دلکش، نرم و نازک۔

"کیا ہوا؟" شایان نے نرمی سے پوچھا۔

تانية نے معصومیت سے اسے دیکھا، اور آہستہ سے کہا، "میں ان پر پاؤں نہیں رکھنا چاہتی... یہ کچلے جائیں گے، مجھے اچھا نہیں لگے گا۔"

وہ گلابوں کی دیوانی تھی، خاص طور پر سفید اور سرخ۔ ان کی بے حرمتی وہ کیسے

برداشت کر سکتی تھی؟

شايان مسکرا ديا، محبت بھري آنکھوں سے اسے دیکھتے ہوئے بولا، "کوئي بات  
نہیں، ہم سائیڈ سے چلتے ہیں۔"

ثانیہ بھی مسکرا دی، اور وہ دونوں آہستہ آہستہ کنارے سے چلتے گئے، اس بات کا  
خیال رکھتے ہوئے کہ ان کی محبت میں بکھرے یہ گلاب روندے نہ جائیں۔ مگر  
بھر بھی، کچھ پھول اس کے قدموں کے نیچے آگئے۔ ثانیہ کا دل مشٹی میں آگیا۔  
وہ ایسا بلکل نہیں کرنا چاہتی تھی۔

\*\*\*

ولیے کے لباس میں ملبوس ثانیہ لوگوں سے مل رہی تھی۔ ولیے کا فنگشن اختتام  
کو پہنچا تھا رشتہ دار دلہن سے مل کر رخصت ہو رہے تھے۔ شايان تھوڑے  
فاصلے پر کچھ فاصلے پر اپنے بنس پارٹر نز سے بات میں مصروف تھا۔  
کچھ دیر بعد وہ اپنے ساتھیوں کو الوداع کر کے ثانیہ کے قریب آیا۔  
"چلیں زوجہ محترمہ۔" وہ اسکے سامنے کھڑا ایک ہاتھ پیچھے باندھے ایک ہاتھ  
سامنے پھیلائے تھوڑا سا جھک کر عقیدت سے بولا۔ ایک دلکش مسکراہٹ ثانیہ  
کے چہرے پر ابھری۔

"کہاں لے کر جا رہے ہیں؟؟" سنجیدہ آواز پر وہ دونوں اسکی جانب متوجہ ہوئے۔ مکمل سیاہ تھری پیس سوت میں ملبوس گھنگریا لے بالوں والا حزیفہ آج مکمل "بہن کی شادی ہے" والی تیاری سے آیا تھا۔ وہ سیاہ لباس بہت پہننا کرتا تھا۔ اور بلاشبہ وہ اس رنگ میں بہت وجیہہ لگتا تھا۔

"کیا مطلب؟؟ شادی ہوئی ہے میری تمہاری بہن سے گھر لے کر جا رہا ہوں۔" وہ مسکرا کر بولا۔ غالباً گزرے کل سے شایان سلطان کسی بھی بات کا برآمنا نہ بغير مسکرا تا تھا۔ وہ حزیفہ کے ساتھ بہت خوش اخلاقی سے بات کرتا تھا۔ اس نے کبھی حزیفہ سے بات کرتے ایسی کوئی بات نہ کہی جس سے لگے کہ وہ حزیفہ سے بد ظن ہے۔

"جانتا ہوں مگر آپی میرے ساتھ جائیں گیں۔" حزیفہ سنجیدگی سے بولا۔  
"کیا مطلب؟؟" شایان بھی تھوڑا سنجیدہ ہوا۔

"آپ دوسری گاڑی میں آجائیں میں آپی کو لے آؤں گا۔" حزیفہ تانیہ کا ہاتھ تھام کر اسے کھڑا کرتے ہوئے بولا۔

"حزیفہ تم مزاق کر رہے ہو نا؟؟" شایان نے بات کو مزاق میں اڑانا چاہا۔  
اس نے تانیہ کو حزیفہ کے ساتھ کھڑا مسکرا تے دیکھا۔ شایان کے چہرے کی رونق مانند پڑی۔

پچھے دیر بعد حزیفہ اور تانیہ گاڑی کی فرنٹ سیٹ پر بیٹھے مسکرا کر با تیں کر رہے تھے۔ جبکہ شایان بازو سینے سے لپیٹ پچھے بیٹھا غصے سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ "یہ بھی اچھا ہے۔ سنا تھا دل ہے کو لڑکی والے بہت عزت دیتے ہیں۔ یہ کوئی طریقہ ہے بھلا۔"

"میں بھی آپنی دلہن کو چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔" پچھے بیٹھے شایان کی آواز آرہی تھی۔

"آپ کو سسیل آئی؟؟" حزیفہ نے باہر دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں شاید کچھ جل رہا ہے۔" تانیہ نے بھی باہر دیکھتے ہوئے اسی انداز میں کہا۔ "اکر لو بیکم تم با تیں، چلناتم نے گھر ہی ہے۔" آج کل یہ سنجیدہ انسان کچھ زیادہ بولنے نہیں لگا تھا؟؟

"آپ میرے سامنے میری بہن کو شادی کے پہلے دن بلیک میل کر رہے ہیں۔" حزیفہ نے اسے تپاتے ہوئے کہا۔

"تم شادی کے پہلے دن بہن کو بہنوئی کے ساتھ جانے نہیں دے رہے۔" وہ بھی جلے ہوئے انداز میں بولا۔

گاڑی گیٹ کے باہر رکی۔ گارڈ نے دروازہ کھول دیا۔

"جانیں میں بعد میں آؤں گا۔" حزیفہ مسکرا کر بولا۔

"بھی چلو ناں کون سا بہت دور جانا ہے۔" تانیہ بولی۔

"انہیں میں ریسٹ کروں کا گھر جا کر آپ جائیں۔" حزیفہ بولا۔ شایان نے تانیہ کی جانب کا دروازہ کھو لا۔

"بڑے پہاڑ توڑیں ہیں ناں جو تھک گئے ہو۔" وہ کہاں باز آنے والا تھا۔ حزیفہ محض مسکرا یا۔ پھیکی مسکرا ہٹ۔

تانیہ اپنی میکسی سمجھاتی ہوئی گاڑی سے اتری۔ اسکی چند کمزوز نے اسکی میکسی سمجھاتی اور اسے اندر لے جانے لگیں۔ انکے ساتھ آئے کافی رشتہ دار اندر کی جانب بڑھ رہے تھے۔ شایان گاڑی کا دروازہ کھولے کھڑا رہا۔

"جو ہوا اسے بھول جاؤ۔" شایان نے آس پاس کسی کو موجود نہ پایا تو بولا۔ حزیفہ کی مسکرا ہٹ سمجھی۔ وہ تو خوش تھا پھر؟؟ کیا اسکی آنکھیں پڑھلی گئیں تھیں۔

"میں اپنی بہن پر اٹھا ایک بھی حرفاً برداشت نہیں کرتا مگر تمہیں معاف کیا۔" تم نے جو بھی کیا نادانی میں کیا میں سمجھتا ہوں۔ "شایان کہہ رہا تھا اور وہ گردان جھکائے سیئر نگ کو دیکھتا رہا۔ اس نے دل کی مان لی تھی۔ وہ خوش رہنے لگا تھا۔ وہ مسکرانے لگا تھا۔ مگر اس کا دل پوری طرح تند رست نہ تھا۔ کچھ تھا اسکے دل میں خالی سا، ویران سا جوا سے کھو کلا کر رہا تھا۔

"آمنہ کو بھول جاؤ حزیفہ۔" وہ اتنا کہہ کر گاڑی کا دروازہ بند کر کے اندر کی جانب بڑھ گیا۔

آمنہ کو بھول جاؤ؟؟ اس نے یہی سناتھا۔

وہ بھول چکا تھا۔ آمنہ اسکے دل سے نکل چکی تھی۔ یہ ویرانی شاید اس خلا کی تھی جو آمنہ کے جانے سے پیدا ہوا تھا وہ خلا جو محبت کے ختم ہونے سے نہیں بلکہ کسی کی عادت چھوٹ جانے سے بنتا ہے۔ حزیفہ نے زارا کو دل سے اپنا یا تھا، مگر جذبات کی دنیا میں سب کچھ اتنا سادہ نہیں ہوتا۔ آمنہ کوئی احساس نہیں رہی تھی، مگر وہ ایک یاد ضرور تھی، اور یادیں ہمیشہ کہیں نہ کہیں دل کے کسی کو نے میں بسی رہتی ہے۔

محبت کی کہانی ہمیشہ وفا یا بے وفا تک محدود نہیں ہوتی، کبھی کبھی یہ صرف وقت کے ساتھ بدلتی حقیقت ہوتی ہے۔ حزیفہ نے جو فیصلہ کیا وہ شاید دل کا تھا، لیکن جذبات کی کچھ تہیں وقت کے ساتھ ہی کھلتی ہیں۔ کیا مرد واقعی اتنا بے وفا ہوتا ہے کہ جس سے نام جڑ جائے، اسی سے دل لگالے اور باقی سب کو بھول جائے؟ نہیں، یہ بے وفا نہیں، بلکہ اس کی وفا کی ایک صورت ہے۔ محبت کسی سے بھی ہو سکتی ہے، لیکن جب کسی کا نام زندگی کے ساتھ جڑ جائے، تو سچی وفا یہی ہے کہ وہ اسی کا ہو کر رہے۔ جذبات بدل سکتے ہیں، مگر جور شتہ قبول کر لیا جائے، اس کا نبھانا ہی اصل وفاداری ہے۔

وہ کافی تھک چکی تھی۔ کمرے میں آنے کے بعد اس نے وہ بھاری بھر کم لباس

جلدی سے تبدیل کیا اور اب بلکل سادہ آسمانی رنگ کی قمیض شلوار میں ملبوس تھی۔ جس پر سلوو رنگ کا خوبصورت کام ہوا تھا۔ چہرے پر پانی کی شفاف بوندیں موجود تھیں۔ چہرامیک آپ سے پاک تھا۔ کندھوں سے زرائیچے آتے بال کھلے چھوڑ دیے گئے تھے۔ وہ آئینے کے سامنے کھڑی چہرا صاف کر کے اب چہرے پر مو سچور اسز رکانے میں مصروف تھی۔ دفتارگسی نے دروازہ بجا یا۔ اس نے قریب پڑا دو بٹا سر پر ٹکایا اور دروازہ کھولا۔ سامنے دیئے کے ہی لباس میں ملبوس شایان سلطان کھڑا تھا۔ مہماں نوں جا چکے تھے وہ انہیں رخصت کر کے آیا تھا۔

"اندر آنے کی اجازت ہے زوجہ؟؟؟" وہ چمکی نیلی آنکھیں اس پر جمائے مسکرا کر بولا۔

"یہ کوئی پوچھنے کی بات ہے؟؟ دروازہ لا ک تو نہیں تھا آپ آ جاتے۔" وہ سامنڈ پر ہوتے تابداری سے بولی۔

وہ بغیر جواب دیے اندر آیا اور الماری کی جانب بڑھ گیا۔ چند پل بعد وہ بھی سادہ سی قمیض شلوار میں ملبوس تھا۔ ہلکی آسمانی قمیض شلوار۔

..Twinning?? Ahh no bro

وہ تو بہت معصوم تھا یہ تو محض ایک اتفاق تھا۔

"آپ ناراض ہیں؟؟؟" وہ ہلکی سی مسکان چہرے پر سجائے بولی۔

شايان نے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔

"کس بات پر ؟؟" ہے جیسے معلوم ہی نہ ہو۔

"مطلوب نہیں ہیں۔ گلڈ۔" وہ مسکراتی ہوئی دروازے کی جانب بڑھی۔

"ارکو۔" شايان کی آواز پر وہ رکی۔ ہلکی سے مسکراتی اور اسکی جانب مرٹی۔ کمپلیمینٹ کی عادت اس نے کافی جلدی ڈال لی تھی۔

وہ چھوٹے چھوٹے قدم لیتا اسکے قریب آیا۔ اسکے قریب رک کر اسکی آنکھوں میں دیکھا۔ سانسوں میں ٹھراو آگیا، دل میں عقیدت اور آنکھوں میں محض ایک ہی عکس، تانیہ علی۔ اس پل کا اس نے بے صبری سے انتظار کیا تھا جب وہ اسکے سامنے کھڑا پورے حق سے اسکی آنکھوں میں دیکھ سکے۔ اسے لگتا تھا اسکی آنکھیں بہت حسین ہیں انکار نگ انہیں مزید حسین بناتا تھا۔ مگر آج شايان نے اعتراف کیا تھا اسکے سامنے موجود گھری بھوری آنکھیں قدرت کا عظیم تحفہ تھیں۔ وہ آنکھیں جیسے کسی گھرے سمندر کے بے کراں و سعت، جیسے کسی شام کے سائے میں جھلملائے خواب۔ بھوری مگر اتنی گھری کے دیکھنے والا خود کو کھو دے۔ شايان کو محسوس ہوا جیسے وہ کسی جادو میں جکڑ لیا گیا ہے۔ وہ بھوری آنکھیں ہر رنگ سے زیادہ دلکش، ہر منظر سے زیادہ دلنشیں اور ہر حسن سے زیادہ دل فریب تھیں۔ وہ آنکھیں ایک گھر اراز تھیں جیسے ان میں کوئی پوشیدہ کہانی ہو، کوئی ان کی دعا کوئی گھر اراز جو صرف دل محسوس کر سکے مگر لفظوں

میں قید نہ کر سکے۔

شايان نے نرمی سے اسکا ہاتھ تھاما۔ جس ہاتھ میں شایان کی دی گئی ڈائمنڈ رنگ تھی۔

"بہت پیاری لگ رہی ہو۔" ایک لمحے کو وقت تھم سا گیا تھا۔ یہ معمولی سا اظہار اتنا خاص کیوں لگتا تھا؟ اسی ساکن لمحے میں شایان نے نرمی، محبت اور عقیدت سے اسکا ما تھا چوما۔ جیسے محبت کو امر کر رہا ہو۔ تانیہ ہلکا سا مسکرائی۔ شایان سلطان کی محبت ہونا اسکے لیے اعزاز تھا۔

وہ دنیا کے ان خوش قسمت لوگوں میں سے تھے جنہیں انکی محبت بغیر کسی جنگ کے ملی تھی۔ وہ واقع خوش قسمت تھے۔ ہر محبت کے لیے جنگ نہیں کرنی پڑتی دنیا میں حقیقتاً ایسے لوگ بھی ہیں جنہیں انکی محبت بغیر کسی جنگ کے ملتی ہے۔  
خوش قسمت لوگ۔۔۔

"پوری شادی میں نہیں کہا اور اب کہہ رہے ہیں؟؟؟" وہ ایسے ہی اسکا ہاتھ تھامے پوچھ رہی تھی۔

"اس وقت تم اتنی پیاری لگ رہی تھی کہ میں کوئی بھی کمپلیمینٹ دے کر تمہیں دیکھنے کا وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا۔" وہ اتنی سنجیدگی سے اتنی پیاری باتیں کیسے کر لیتا تھا؟؟

"ایک نمبر کے فلرٹ ہیں آپ۔ وہاں تو مہمانوں سے فرست نہیں ملی اور اب کہہ رہے ہیں مجھے دیکھ رہے تھے؟؟؟" وہ نزدیکی پن سے بولی۔ ہاتھ اب تک شایان کے ہاتھ میں تھا۔

"بیوی سے فلرٹ نہیں کروں تو کس سے کروں؟؟؟" اسکے بات سے تانیہ کے چہرے کی مسکراہٹ سسمٹی۔ اور شایان کے چہرے پر پیچارگی والی مسکراہٹ در آئی۔ احساس دیر سے ہوا مگر وہ کچھ غلط کہہ چکا تھا۔ تانیہ نے اپنا پیر پورے زور سے شایان کے پیر پر مارا۔ شایان درد سے تملما اٹھا۔ تانیہ کا ہاتھ چھوڑ رے وہ اب اپنے پیر کو پکڑے کر اہر ہاتھا۔ تانیہ نے اسکا ہاتھ پیر سے ہٹایا اور نرمی سے اسکا ہاتھ تھام کر مسکرائی۔

"اطریلر کیسا گا؟؟؟" وہ مسکرا کر بولی۔ ابھی شایان کے دماغ نے تانیہ کا یہ روپ پر وسیس بھی نہ کیا تھا کہ وہ ایڑھیوں کے بل کھڑے ہو کر اسکے کان کے قریب ہوئی۔

"پکھرا بھی باقی ہے میرے دوست۔" وہ یہ کہہ کر قہقاہا گا کر ہنسی اور باہر کی جانب چل پڑی۔

اسکے جاتے ہی شایان کے چہرے پر مسکراہٹ ابھری۔

".I got a crazy women"

وہ کہہ کر بیڈ پر بیٹھا اور اپنے پیر کی انگلی کو ملا۔ وار کافی سخت تھا۔ انگلی سرخ ہو چکی تھی۔ وہ مسکراتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا اور باہر کی جانب بڑھ گیا۔

\*\*\*

یہ شادی کے ایک ہفتہ بعد کی بات ہے۔ تانیہ آج اپنے گھر میں موجود تھی۔ سب لوگ ناشتے کی ٹیبل پر موجود تھے۔ ملازم ناشتہ لگانے میں مصروف تھے۔

"دو تین دن تک ہم کشمیر جا رہے ہیں۔" تانیہ نے اطلاع دی۔

"مطلوب وہ دن آگیا جسکی میں نے تمنا کی۔" حزیفہ مسکرا کر بولا۔ تانیہ نے اسے سخت گھوری سے نوازا۔

"کون سے دن؟" وہ اسکی جانب مرکر بولی۔

"جب میں چھوٹا تھا سو چتا تھا میری بہن کی شادی ہو گی، وہ اس گھر سے چلی جائے گی۔" وہ ناشتے سے انصاف کرتا ہوا بولا۔ سب اسے سن رہے تھے۔

"جب میری بہن چلی جائے گی مجھے اس گھر میں سکون ملے گا۔ کوئی مجھے صحیح سویرے چھ کرنے نہیں اٹھائے گا۔"

اسے یاد ہے کس طرح بچپن سے اسکی نیند بہت پکی تھی۔ اور کیسے اسکے ہوش سمجھا لتے ہی تانیہ اسے صحیح سویرے چھ کر اٹھاتی تھی۔ کبھی وہ سخت گرمی میں اے سی بند جایا کرتی تھی۔ اور سردی میں آن کر دیا کرتی تھی۔

"میرے میچ دیکھنے پر کوئی مجھ سے ریموت کے لیے نہیں لڑے گا۔"

وہ گیارہ سال کا تھا۔ ہر لڑکے کی طرح اسے میچ کا بے تحاشہ شوق تھا۔ وہ ٹوپی کے سامنے ڈٹ کر بیٹھا تھا۔ پاکستان ور سزا نڈیا۔ سکور بورڈ پر دیکھا جا سکتا تھا کہ انڈیا نے پاکستان کو جیت کے لیے 210 رنز کا ٹارگٹ دیا تھا۔ پاکستان کی بیٹھنگ جاری تھی۔ دس اور زیادہ میں پاکستان صرف 110 رنز بناسکی تھی جبکہ چار کھلاڑی آؤٹ ہو چکے تھے۔ حزیفہ کے چہرے پر کئیں رنگ آ رہے تھے اور کئیں جا رہے تھے۔ کریکٹ فین یونو۔ اچانک سے کسی نے ٹوپی بند کر دیا۔ حزیفہ اچھل پڑا۔

"یہ کیا بد نمیزی ہے آپی۔" وہ سرخ چہرے کے ساتھ بولا۔ یا اللہ کہیں کوئی اور کھلاڑی آؤٹ نہ ہو جائے۔

"غالباً یہ آپ کی پڑھائی کا وقت ہے حزیفہ صاحب۔" وہ غصے سے کہتی اسکے قریب آئی اور ریموت اٹھا کر اوپر کی جانب بڑھ گئی۔

"آپی پلیز دے دیں لاست ٹائم پلیز۔" کریکٹ فین کو کچھ بھی کرنا پڑے میچ تو دیکھنا تھا۔

ان دنوں حزیفہ اور تانیہ کی پڑھائی چل رہی تھی اس لیے علی یوسف نے گھر کے تمام ٹوپی۔ وہی بند کروادیے تھے صرف ایک ٹوپی۔ وہی تھا جس کاریموت تانیہ لیے جا رہی تھی۔

"لاست ٹائم کوئی ٹیم کو بہت کوس رہا تھا کہ ۱۲۰ بالز پر ۱۲۰ نہیں بناسکے اب پیچ نہیں دیکھے گا۔" وہ اسے چڑاتے ہوئے بولی۔

"چپ رہیں آپ ریموت واپس کریں۔" وہ غصے سے بولا۔

"نہیں کروں گی۔" تانیہ یہ کہہ کر اوپر کی جانب بڑھ گئی۔

"اللہ کب اس بلا کی شادی ہو گی اور یہ یہاں سے چلی جائے گی سکون سے رہوں گا اس پورے گھر میں۔"

ہر بہن بھائی کی طرح اسکے پاس بھی ایک ہی دھائی تھی۔

"جب میں اپنا اپنے دیدہ کھانا منگواؤں تو آپی مجھ سے چھیننے نہ آجائے۔"

دروازے پر ڈلیوری بوائے کھڑا تھا۔ حزیفہ نے اس سے پیکٹ تھاما اور اسے پیسے دے کر مسکراتا ہوا اپنے کمرے کی جانب بڑھ رہا تھا جب اس نے شیطانی مسکراہٹ چہرے پر سجائے تانیہ کو دیکھا۔

"آپ نہیں پلیز صرف ایک بر گر ہے یار۔" وہ بیچارگی سے بولا۔ مگر تب تک تانیہ اسکے قریب پہنچ چکی تھی۔

"تو کیا ہوا بہن کو نہیں دو گے؟؟" وہ مسکراتی ہوئی اسکی جانب آر ہی تھی۔ حزیفہ پیکٹ تھامے دوسری جانب بھاگا تھا۔

"اپنا منگوالیں ناں یار میرا کھانا ضروری ہے۔" وہ بھاگتے ہوئے بولا۔

"کھاؤں گی تو میں بھی یہی۔" وہ اسے شنگ کرنے کے ارادے سے ہی اسکے پچھے بھاگ رہی تھی۔

"امی دیکھیں ناں اسے چڑیل کہیں کی پچھے پڑی ہے۔" وہ صوفے کی ایک جانب کھڑے ہو کر چینخا۔  
تانية اسکے پچھے بھاگی تھی۔

چند پل بعد تانية بڑے مزے سے آدھ کٹا بر گر کھارہی تھی۔ آدھا بر گر حزیفہ کے سامنے پڑا تھا۔ بہن کا دل بڑا تھا اس نے بھائی کے لیے بھی تو چھوڑا تھا۔  
حزیفہ چند پل اسے گھورتا رہا پھر اپنے سامنے رکھا بر گر بھی اسے دیا۔

"کھاؤ تم ہیز سارا چڑیل نہ ہو تو۔ سب کھا جاؤ مجھے بھی کھا جاؤ۔ میرے منگواتے ہی ان مبیدِ یم کا بھی دل مچل اٹھتا ہے۔" وہ غصے سے کھتا جا رہا تھا۔

"دیا تو تھا کھانے کو ہنسہ بے مرود کہیں کا۔" تانية کہہ کر قریب پڑا آدھا بر گر کھانے لگی۔

"ان سب میں میرا ایک، ہی خواب تھا آپی کی شادی ہوا اور وہ اس گھر سے چلی جائے مگر آپی کو بھی شایان سلطان، ہی پسند آنا تھا اب ہر دو منٹ بعد آن ٹیکتی ہے۔" وہ سادگی سے کہہ کر ناشستے میں مصروف ہو گیا۔

"چپ کروز کو ٹو ورنہ گھونمنے کا پلین کینسل کر کے سرال بھی نہیں جاؤں گی بھیں رہوں گی۔" تانية اسکے کندھے پر چت مارتے ہوئے بولی۔

"خدارا ایسا مت کچھی گا با جی۔" وہ مسنونی دکھی لہجے میں بولا۔ پبل پر موجود سب لوگوں کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔ زندگی ٹریک پر آرہی تھی۔ ہیں نا؟؟؟ (ٹویست تو بتتا ہے)

\*\*\*

وہ اپنی پیکینگ مکمل کر کے اب آئئے کے سامنے کھڑی تیاری میں مصروف تھی۔ سیاہ موٹالباس جس پر مختلف رنگوں کے پھول تھے پہن رکھا تھا۔ دسمبر شروع ہونے والا تھا سردی نے قدم جمانے شروع کر دیے تھے۔ اور کشمیر کی سردی سے بچنے کے لیے موٹالباس ضروری تھا۔ بالوں کی مانگ نکالے دونوں سائیڈز پر ٹویست بنائی گئی تھی۔ چہرے پر ہلکامیک آپ تھا۔ وہ مسکارا لگانے میں مصروف تھی جب شایان مکمل سیاہ تمیض شلوار میں ملبوس بازو فولڈ کرتا سکے پچھے آکھڑا ہوا۔ تانیہ منہمک سی مسکارا لگانے میں مصروف تھی۔

"زوجہ اتنی حسین لگیں گی تو باہر ہی نہیں جانے دوں گا۔ نظر لگ گئی تو؟؟؟" وہ مسکرا کر اسکو دیکھتے ہوئے بولا۔

"آپ ساتھ ہیں ناں نہیں لگے گی نظر۔" وہ آہستہ سے بولی۔ مسکارا خراب نہ ہو جاتا بھائی۔۔

"کیا مطلب؟؟" شایان اسکے دائیں جانب آ کھڑا ہوا۔ ایک بازو اٹھا کر دیوار پر جمائی اور دوسرا کمر کے پچھے کر لی۔ اب وہ اشتیاق سے تانیہ کو دیکھ رہا تھا۔ چہرے پر ہنوز مسکراہٹ تھی۔

"میرے ساتھ آپ جیسا نظر بٹو جو ہے۔" وہ اسکے بال بگاڑ کر کہتی بیڈ پر بیٹھ کر سینڈ لز کی سٹریپ باندھنے لگی۔ شایان چندیل صدمے سے اسے دیکھتا رہا۔ "یہ غلط ہے زوجہ میں تعریف کروں اور آپ منہ پر، ہی بے عزت کر گئیں۔" وہ یہ کہتا ایک گھٹناز میں پر ٹکائے نیچے بیٹھا اور اسکے جوتے بند کرنے لگا۔

"شایان مت کریں میں کرلوں گی۔" وہ اسے پچھے کرتے بولی۔ پچھلی بات تانیہ نے نظر انداز کی۔ شایان اسکے جوتے باندھنے کے بعد اٹھ کھڑا ہوا۔ تانیہ بیڈ سے بیٹھی مسکرا کر اسے دیکھتی رہی۔ وہ بھی مسکرا کر اسے دیکھتا رہا۔

"کوئی کہہ رہا تھا میں نظر بٹو ہوں۔ اب ایسے دیکھیں کی تو مجھے ہی نظر نہ لگ جائے۔" وہ یہ کہتا جھکا اور نرمی سے تانیہ کا ماتھا چوم کر پچھے ہوا۔ تانیہ ہنوز اسکی آنکھوں میں دیکھتی رہی۔

"مجھے آپ کی آنکھیں بہت پسند ہیں۔" وہ یہ کہتی اٹھ کھڑی ہوئی۔ شایان نے نرمی سے اسکی کمر کے گرد اپنے بازو حمال کیے۔ تانیہ کے ہاتھ اسکے سینے پر تھے۔

"جانتا ہوں انکا گلر بہت پیارا ہے نا؟؟" وہ شرارت سے مسکرا کر بولا۔

"او نہو۔" تانیہ نے لفی میں سر ہلا کیا۔

"صرف رنگ نہیں۔ جب بھی یہ آنکھیں مجھے دیکھتی ہیں، ان میں ایک دلفریب سی چمک ہوتی ہے۔ میری موجودگی میں ان کا تاثر بد لئے لگتا ہے، اور جب میں ان آنکھوں کے قریب ہوں، ان میں مجھے محض میرا عکس دکھائی دیتا ہے مجھے ان آنکھوں کے اس بدلتے رنگ سے عشق ہے۔" اس نے نرمی سے ان آنکھوں کو لبیوں سے چھووا۔

"جناب یہ پورا کاپورا بندہ آپ کا ہے۔" وہ مسکرا کر بولا۔

"یہ کوئی بتانے کی بات ہے بھلا۔" وہ ہنس کر کہتی اس سے دور ہوئی تھی۔

\*\*\*

انہیں کشمیر گئے چار سے پانچ دن گزر چکے تھے۔ گھر میں معمول سے زیادہ خاموشی تھی۔

آمنہ آج بہت وقت بعد علی کے گھر میں دکھائی دی تھی۔

"اتائی جان آپ کے کھانے آج بھی ویسے ہی لزیز ہیں۔" وہ شیلف کے قریب پڑے سٹول پر بیٹھی میکرو نی کھانے میں مصروف تھی۔

"یا خدا یاد یکھو میں کتنی بڑی بھلکڑ ہوں علی صاحب کے کپڑے نکالنے تھے اور مجھے یاد ہی نہیں۔" وہ یاد آنے پر بولی۔

"سکینہ تم دیکھو اسے میں آتی ہوں تھوڑی دیر میں۔" وہ کام والی سے کہہ کر باہر کی جانب بڑھ گئی۔

آمنہ اوپن پچن کے باہر کی طرف بیٹھی تھی اس طرح کے اسکا چہرہ پچن کی جانب تھا۔ وہ سکینہ سے ہلکی پھلکی گفتگو میں مصروف تھی۔

"سکینہ یار کپڑے پر یس کرنے کو کہا تھا کوئی کام نہیں ہوتا تم سے۔" حزیفہ کی آواز پر آمنہ بلکل تھم گئی۔ حزیفہ ہاتھ میں کپڑے لیے اسی جانب آ رہا تھا۔ پچن کی طرف نظر پڑنے پر وہ بھی ایسے ہی جامد ہوا تھا۔

"معاف کرنا میں بھول گئی تھی ابھی کرتی ہوں۔" وہ یہ کہتی پچن سے باہر آئی اور کپڑے لے کر چلی گئی۔

حزیفہ خاموشی سے اسکی پیٹھ کو دیکھتا رہا۔ آمنہ کے سر پر اسکے لباس سے ملتا جلتا ہلکا گلابی دبٹا تھا۔ جس میں سے اسکے بال دکھائی دے رہے تھے۔ سیاہ اور گھنے بال جنہیں چوٹی کی صورت میں باندھا گیا تھا۔ حزیفہ کو ہمیشہ سے اسکے بال بہت پسند تھے۔

اس نے بے اختیار نظریں چراہی تھیں۔ آمنہ ایسے ہی ساکت بیٹھی رہی۔

"کیسی ہو آمنہ؟؟" بلا آخر وہ پچن کے اندر آ کر اسکے سامنے کھڑے ہو کر بولا۔ کم بخخت میں اب بھی حوصلہ تھا نظریں ملانے کا۔ آمنہ نظریں جھکائے پلیٹ میں چھچھ ہلاتی رہی۔

"آپ کے بقول بد کردار۔" وہ نظریں اٹھا کر اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولی۔

حزیفہ کے دل میں کسی نے گھونسادے مارا۔

"صحبت کی بات کر رہا ہوں۔" وہ سمجھل کر بولا۔

"آپ کو فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے جیسی بھی ہوں ٹھیک ہوں۔" وہ یہ کہتی اٹھ کھڑی ہوئی۔ وہ جانے کے لیے مرٹی، ہی تھی کہ حزیفہ نے اسے پکارا۔

"جو ہوا تم اسے بھول نہیں سکتی؟؟؟" اسکی بات پر آمنہ کا چہرہ غصے سے سرخ ہوا۔

"کیا بھول جاؤ؟؟؟" وہ غصے سے اسکی جانب مرٹ کر بولی۔ حزیفہ خاموش رہا۔ "بولوناں" وہ غرائی تھی۔ تم نے مجھے بد کردار کہا مجھے پورے خاندان کے سامنے ٹھکرایا، ذلیل کیا، رسوا کیا، دھو کا دیا۔ کیا بھولوں؟ بتاؤ؟؟؟" وہ غصے سے کہتی چلی گئی۔ آنکھوں کے کنارے ہلکی سی نمی تھی۔

"میری کوئی غلطی نہیں تھی میں نے جو دیکھا جو سناس پر یقین کیا۔ تمہیں پتا ہے اس نے مجھے تمہاری کیسی کالزری کا رد نگز بھیجی تھی؟؟؟" شاید وہ کچھ اور بھی کہتا جب آمنہ نے اسکے منہ پر زور دار چانٹہ دے مارا۔

"ابنی واہیات بقواس اپنے پاس رکھو۔ تم نے یقین کرنا تھا نا۔ کر لیا؟ اب جہنم میں جاؤ۔" اسکی آنکھوں میں واضح نمی تھی۔ آہ حساس لوگوں کا غصہ کرتے

وقت رونا۔

"تم سمجھتی کیا ہو خود کو ہاں؟؟؟" حزیفہ نے سختی سے اسکی بازو پکڑ کر کہا۔ آمنہ کو اسکی انگلیاں اپنی بازو میں دھنسنستی محسوس ہوئی۔

"میری غلطی نہیں تھی۔ جو بھی ہوا وہ تمہاری وجہ سے ہوا۔ تمہاری حرکتوں کی وجہ سے ہوا۔" وہ اتنے غصے سے اسکی بازو پکڑ کر بولا کے چند لمحوں کے لیے آمنہ کو اس سے خوف آیا۔

"حزیفہ۔" علی کی گرجدار آواز پر حزیفہ نے مرڑ کر سامنے دیکھا جہاں علی کھڑے تھے۔

"یہ کیا بد تہیزی ہے۔" وہ اسکے قریب کھڑے ہو کر چیخنے تھے۔ حزیفہ نے ایک جھٹکے سے آمنہ کی بازو چھوڑی تھی۔ علی نے آمنہ کو اپنے قریب کیا۔

"یہ اسکی غلطی تھی۔ سب اسکی غلطی تھی۔ اس نے مجھے دھوکا دیا اور اب یہ کیسے کہہ سکتی ہے کہ میں نے غلط کیا؟؟؟" حزیفہ بھی چینا تھا۔ آج اسکا رو یہ کچھ عجیب نہیں تھا؟؟ بلکل بدلا ہوا سا۔ کیا یہ حزیفہ علی ہی تھا؟؟؟

"بند کرو اپنی بقواس اور اگر اس گھر میں رہنا چاہتے ہو تو آج کے بعد مجھے آمنہ کے قریب بھی مت نظر آنا۔" علی غصے سے بولے۔

وہ غصے سے آمنہ کو دیکھتا بغیر کچھ کہے وہاں سے چلا گیا۔

علی نے نرمی سے آمنہ کے سر پر ہاتھ رکھا۔ وہ مسلسل آپنے آنسوں صاف کرنے میں مصروف تھی۔

"مجھے معاف کرنا پچھے۔" وہ نظریں چراکر بولے۔

"انہیں تایا جان آپ کیوں کہہ رہے ہیں۔" وہ نرمی سے بولی۔

علی نے نرمی سے اسکے گالوں پر تھیکی دی پھر بغیر کچھ کہے باہر چل پڑے۔

\*\*

وہ لوگ اس وقت ایک بہت حسین پہاڑی پر موجود تھے۔ وہ پچھے سے سات سبزے سے لبریز پہاڑیاں ایک ساتھ تھیں۔ ان پر اتنا زرم اور شفاف سبزہ تھا کہ ہر دیکھنے والی آنکھ کے دل تک سکون اتر جائے۔

سکون۔ پہاڑی تو سکون ہیں۔ پہاڑوں کی خاموشی میں ایک عجیب کشش تھی جیسے وہاں موجود ہر نفس کا دکھ پہاڑوں کی وسعت میں کہیں کھو گیا ہو۔ بلند چوٹیاں، نیلا آسمان، ہوا کے نرم جھونکے، خاموشی۔ وہ سکون نہ تھا تو کیا تھا؟؟ تانیہ نے اس نرم ہوا کے جھونکے میں کھڑے نیلے آسمان کو دیکھتے خود کو آزاد محسوس کیا تھا۔

وہ اس وقت ایک انتہائی اوپنجی پہاڑی پر تھے سامنے بھی پہاڑ تھے۔ یوں کے ان پہاڑوں کی چوٹیاں آسمان میں کہیں غائب ہو گئی ہوں۔ اس پہاڑی پر اکاد کا اور بھی لوگ تھے۔ چند ایک حسین گھوڑے دکھائی دیے۔

"اکتنا حسین منظر ہے ناں۔" وہ نرم گھاس پر بیٹھ گئے تھے۔ تانیہ کا سرخ فرماں سبزے پر بکھرے پھولوں کی مانند لگتا تھا۔ اسکے بال ہوا سے اڑ رہے تھے مگر اس نے انہیں سمیئنے کی کوشش بھی نہ کی۔ سورج انکے سروں پر پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا مگر اسکی تپش کہیں غائب تھی۔

"میرا منظر بھی۔" وہ تانیہ کو دیکھ کر بولا تو تانیہ مسکرا دی۔ وہ سفید قمیض شلوار پر سیاہ کوت پہنے ہوئے تھا۔ بال نفاست سے ایک جانب سیٹ کر رکھے تھے۔ اور آنکھیں ہمیشہ کی طرح اسکے حسن کو چار چاند لگائے ہوئے تھیں۔

"بہت بڑے فلرٹ ہیں آپ۔ کبھی تو سیریں رہا کریں۔" اسکے گال گلابی مائل ہو رہے تھے۔ وہ نظریں جھکا کر مسکرا کر بولی تھی۔ شایان کو اس نیلے آسمان، اوپھی پہاڑی، سبزے ہر چیز سے حسین اسکی زوجہ ہی لگی تھی۔

"سیرس تعریف ہی تو کرتا ہوں۔ مزاق میں تھوڑی ناکرتا ہوں۔" وہ خفا ہوا تھا۔ تانیہ تصویریں لینے میں مصروف تھی۔

وہ تصویریں لیتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی اور تھوڑا آگے جا کر تصویریں لینے لگی۔ شایان اسکا نیم رخ دیکھ سکتا تھا۔ اسکے چہرے پر سکون اور خوشی تھی۔ وہ جانتا تھا تانیہ کو بچپن سے ہی پہاڑوں پر گھومنا بہت پسند تھا۔

شایان نے اسے مسکرا کر دیکھتے ہوئے اپنی جیب سے موبائل نکالا اور خاموشی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ تانیہ سامنے مرٹی تصویریں لے رہی تھی جبکہ شایان اسکے

دائیں جانب کھڑا اسکی ہر ہر حرکت اپنے کیمرے میں محفوظ کر رہا تھا۔ جب وہ مسکراتی تو اس مسکراہٹ کو وہ چپکے سے قید کر لیتا۔ کئیں بار جب وہ ہوا کے جھونکوں میں بالوں کو سنوارتی تو وہ اس منظر میں کھوسا جاتا۔ شایان اسکی آنکھوں کی چمک، اسکے چہرے کی معصومیت اور حسن کو کیمرے میں قید کر کے دیکھتا اور پھر مسکراتا۔ وہ اسکی محبت تھی، اسکی دیوانگی، اسکا جنون، اسکا عشق۔ تانیہ علی شایان سلطان کی دنیا تھی اور اسے یہ بات دنیا کو بتانے کی ضرورت نہیں تھی۔

وہ خاموشی سے اسکی تصویریں لیتارہا جب وہ واپسی کے لیے مڑی تو شایان نے موبائل جیب میں رکھ دیا۔

"چلیں واپس چلتے ہیں۔ میں تھک گئی ہوں۔" وہ منہ کے زاویے بنائے بوی تھی۔

"کیوں کھدائی کر رہی تھی؟؟؟" وہ سنجیدگی سے بولا۔

"چپ رہیں آپ پانچ گھنٹے ہو گئے ہیں یہاں ابھی شام ڈھل جائے گی نیچے کا راستہ بھی خاصہ لمبا ہے۔" وہ فکرمندی سے بوی۔

"چلنا ہے یا یہاں سے خود کشی کرنے کا ارادہ ہے؟؟؟" وہ شایان کو ہنوز ایسے ہی کھڑے دیکھ کر بوی۔

"استغفار اللہ ابھی ابھی توزندگی ملی ہے ایسے کیسے خود کشی کرلوں۔" وہ اسکا ہاتھ تھام کر مسکراتے ہوئے بولا۔

"مجھے لگتا ہے مجھے دنیا کا سب سے بڑا فلرٹ شوہر ملا ہے۔" وہ بھی اسکے ہاتھ کو تھام کر بولی۔

"فلرٹ نہیں زن مرید کہتے ہیں۔ شکر ادا کریں زوجہ کہ آپ کو ایسا تابعدار شوہر ملا ہے۔" شایان نظریں جھکا کر مسکراتے ہوئے بولا۔

"یہ زوجہ زوجہ کی رٹ کیوں لگائی ہوئی ہے نام ہے میرا پچھ۔" وہ خفگی سے بولی۔

"اچھا لگتا ہے یہ۔" وہ سامنے دیکھتے ہوئے بولا۔

"کیوں؟" وہ اسکی جانب مرڑ کر بولی۔

"جب میں تمہیں زوجہ کہتا ہوں تو مجھے سکون ملتا ہے کہ تم پورے حق سے میری ہو۔" وہ اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا۔ وقت پھم گیا، ہواؤں میں خوشبوسی بکھر گئی تھی۔ سبزے میں ہر جانب پھول سے کھل گئے تھے۔

"جان، ڈارلنگ، دنیا، یہ سب کوئی بھی ہو سکتا ہے مگر تم پورے حق سے میری ہوا سکا احساس صرف زوجہ لفظ ہی دیتا ہے۔" بلا آخر شایان نے پھر سے اسے تنگ کرنے کے لیے ایک بات ڈھونڈ ہی لی تھی۔ وہ مسکرا کر سامنے چلنے لگا۔

تانية نے ایک جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑایا اور سینے پر بازو لپیٹ کر سرخ چہرے سے اسے دیکھنے لگی۔

"اب کیا ہوا زوجہ ؟؟" وہ مسکرا کر بولا۔ ہے میسا کہیں کا جیسے معلوم ہی نہ ہو۔ "یہ جان، ڈارلنگ، دنیا کون ہیں آپ کی ؟؟" وہ مکمل سنجیدگی سے بولی تو شایان کا بے اختیار قہقاہ چھوٹا تھا۔

"کوئی نہیں میری جان یہ سب بھی تم ہی ہو۔" وہ اسکا ہاتھ تھام کر اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا۔

تانية ہنوز ایسے ہی کھڑی رہی۔ شایان مسکرا کر اسکے عین سامنے آکھڑا ہوا۔ نرمی سے اسکا ایک ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھاما اور دوسرا اپنے دل کے مقام پر رکھ دیا۔ "اس دل کی دھڑکن میں بھلا تمہارے علاوہ کوئی نام ہو سکتا ہے ؟؟" وہ مسکرا کر بولا۔ تانية کاغذ کہیں غائب ہوا تھا۔ اسکے دل پر ہاتھ رکھے، اسکی دھڑکن محسوس کرتے اسے اندازہ ہوا تھا کہ وہ واحد اس دل کی ملکہ ہے۔

"میں آپ کی کیا ہوں ؟؟" وہ مسکرا کر ایک بار پھر بولی۔ "تم ؟؟" وہ مسکرا کر بولا۔

You are my beloved , you are my soul , "  
you are my princess , you are my angel ,  
you are the light of my eyes , you are the

color of my life ,you are the fulfilment of  
my dreams , you are the rhythm of my  
every heart beat, you are my heart, you are  
the light of my hopes, you are my flower  
... You know what?? You are not just my  
". earth you are my entire universe

وہ بولا تو بولتا ہی چلا گیا۔ تانیہ سے اسکا یہ رشتہ بیان کرنے کے لیے اسے کتاب  
لکھنے کا موقع دیا جاتا تو وہ لکھ دیتا کہ وہ عورت اسکے لیے کیا کیا تھی۔

And you know what over all that I love "

".to be called your ZOJAH

وہ یہ کہہ کر ہنسی تھی۔ وہ شایان کے سینے پر ہاتھ رکھے مسکرار ہی تھی۔ شایان  
نے اس منظر کو ساری عمر دیکھتے رہنے کی خواہش کی تھی۔

\*\*\*

دن یوں ہی آوارہ گردی میں گزر جاتا تھا۔ رات گئے وہ گھر میں داخل ہوتا تھا۔  
گھر کے کسی مکین کو اسکی پرواہ نہ تھی۔ چند دن نازیہ رات تک اسکا انتظار کرتی  
اسے سمجھاتی مگر وہ کان پر پردے ڈالے ہوئے تھا۔ اب اسے گھر آنے پر  
اندھیرے اور خاموشی کے علاوہ کچھ نہ ملتا۔ چند دن قبل (تانیہ تب یہاں موجود

تھی) حزیفہ کو ایک کیمکل انڈ سٹری کی جانب سے جا ب آفر ہوئی تھی۔ اس کا لاست سیمیسٹر چل رہا تھا سو اس نے پہلے ڈگری کمپلیٹ کرنے پھر جا ب کرنے کے لیے حامی بھری تھی۔ مگر وہ اپنی زندگی میں اس قدر الجھا ہوا تھا کہ اسے پڑھائی بھی یاد نہ تھی۔

اس کا مسئلہ تھا۔ گھر میں علی اس سے بات نہ کرتے تھے۔ نازیہ کے پاس نصیحتوں کے عاوہ پکھنے ہوتا اور تانیہ وہ یہاں موجود نہ تھی۔ حزیفہ کو شدت سے تانیہ کی یاد آئی تھی۔ اپنے کمرے میں آ کر اس نے بلب روشن کرنے کی زحمت نہ کی۔ اندھیرے میں ہی اس نے اپنی جیکٹ ایک جانب اچھائی اور بیڈ پر دھپ سے گر گیا۔ سکون۔۔۔ اسے سکون کی تلاش تھی۔ آنکھیں موondیں اسے سکون کی طلب ہوئی تھی۔ اسکی آنکھ سے آنسوں اسکی کنپٹی میں جذب ہوا۔ اسے تانیہ کی یاد آرہی تھی بے تحاشہ۔ شاید وہ بھی یہاں ہوتی تو نصیحتوں کے ڈھیر لگاتی مگر وہ اسے سنتی۔ نہ جانے وہ کونسا غم کس غم میں لپیٹ کر رہا تھا۔ مگر اچانک وہ زور زور سے روپڑا۔ تکیہ سینے میں دبوچے وہ اپنی چیخوں کا گلا گھونٹ رہا تھا۔

تھائی مضبوط سے مضبوط انسان کو کھو کلا کر دیتی ہے۔ اسکے سر میں درد کی ٹیسیں اٹھ رہیں تھیں۔ مگر وہ روتا رہا بغیر رکے۔ ناجانے وہ کتنی دیر روتا رہا تھا اسے علم نہیں مگر اب اسکی آنکھیں خشک تھیں۔

وہ اٹھا آپنی آنکھیں رکھ کر صاف کیں اور دراز سے نیند کی گولیاں نکال کر بغیر  
گئے پھانک لیں تھیں۔ سرا ایک بار پھر تکیے پر گردیا تھا۔ وہ کب سویا اسے کچھ  
معلوم نہ تھا اگر معلوم تھا تو اتنا کہ اسکے سکون اب بھی حاصل نہ ہوا تھا۔ اور  
سامنے موجود الماری کے اوپر والے خانے میں پڑا قرآن آج بھی ویسا ہی تھا۔  
ادب سے کپڑے میں لپیٹ کر اسے احتراماً اونچار کھدیا گیا تھا۔ مگر شاید اسے اتنا  
اونچار کھدیا گیا تھا کہ ضرورت پڑنے پر اس تک ہاتھ بھی نہ جاتا۔

\*\*\*

دن یوں ہی آوارہ گردی میں گزر جاتا تھا۔ رات گئے وہ گھر میں داخل ہوتا تھا۔  
گھر کے کسی مکین کو اسکی پرواہ نہ تھی۔ چند دن نازیہ رات تک اسکا انتظار کرتی  
اسے سمجھاتی مگر وہ کان پر پردے ڈالے ہوئے تھا۔ اب اسے گھر آنے پر  
اندھیرے اور خاموشی کے علاوہ کچھ نہ ملتا۔ چند دن قبل (تانية تب یہاں موجود  
تھی) حزیفہ کو ایک کیمکل انڈ سٹری کی جانب سے جاب آفر ہوئی تھی۔ اس کا  
لاست سیمیسٹر چل رہا تھا سو اس نے پہلے ڈگری کمپلیٹ کرنے پھر جاب کرنے  
کے لیے حامی بھری تھی۔ مگر وہ اپنی زندگی میں اس قدر الجھا ہوا تھا کہ اسے  
پڑھائی بھی یاد نہ تھی۔

اس کا مسئلہ تھا۔ گھر میں علی اس سے بات نہ کرتے تھے۔ نازیہ کے پاس  
نصیحتوں کے عاوہ کچھ نہ ہوتا اور تانية وہ یہاں موجود نہ تھی۔ حزیفہ کو شدت سے

تانية کی یاد آئی تھی۔ اپنے کمرے میں آکر اس نے بلب روشن کرنے کی زحمت نہ کی۔ اندھیرے میں ہی اس نے اپنی جیکٹ ایک جانب اچھائی اور بیڈ پر دھپ سے گر گیا۔ سکون۔۔۔ اسے سکون کی تلاش تھی۔ آنکھیں موندیں اسے سکون کی طلب ہوئی تھی۔ اسکی آنکھ سے آنسوں اسکی کنپٹی میں جذب ہوا۔ اسے تانية کی یاد آرہی تھی بے تحاشہ۔ شاید وہ بھی یہاں ہوتی تو نصیحتوں کے ڈھیر لگاتی مگر وہ اسے سنتی۔ نہ جانے وہ کونسا غم کس غم میں لپیٹ کر رہا تھا۔ مگر اچانک وہ زور زور سے روپڑا۔ تکیہ سینے میں دبوچے وہ اپنی چیخوں کا گلا گھونٹ رہا تھا۔ تہائی مضبوط سے مضبوط انسان کو کھو کلایا کر دیتی ہے۔ اسکے سر میں درد کی ٹیسیں اٹھ رہیں تھیں۔ مگر وہ روتارہا بغیر رکے۔ ناجانے وہ کتنی دیر روتارہا اسے علم نہیں مگر اب اسکی آنکھیں خشک تھیں۔ وہ اٹھا آپنی آنکھیں رگڑ کر صاف کیں اور دراز سے نیند کی گولیاں نکال کر بغیر گنے پھانک لیں تھیں۔ سرایک بار پھر تکیے پر گردایا تھا۔ وہ کب سویا اسے کچھ معلوم نہ تھا اگر معلوم تھا تو اتنا کہ اسکے سکون اب بھی حاصل نہ ہوا تھا۔ اور سامنے موجود الماری کے اوپر والے خانے میں پڑا قرآن آج بھی ویسا ہی تھا۔ ادب سے کپڑے میں لپیٹ کر اسے احتراماً اونچار کھدیا گیا تھا۔ مگر شاید اسے اتنا اونچار کھدیا گیا تھا کہ ضرورت پڑنے پر اس تک ہاتھ بھی نہ جاتا۔

\*\*\*

وہ آج کافی دنوں بعد بریک ٹائم گراؤنڈ میں نظر آیا تھا۔ ورنہ وہ یہ پھر ختم ہوتے ہی غائب ہو جاتا تھا بلکہ یہ پھر کے دوران بھی غائب ہی رہتا تھا۔ کبھی دماغی تو کبھی ظاہری طور پر۔

"ارے حزیفہ ماشاء اللہ کافی دنوں بعد چاند کھائی دیا۔" روحان حزیفہ کو گراؤنڈ میں چت لیٹے دیکھ کر اسکے قریب بیٹھتے ہوئے بولا۔  
حزیفہ خاموش رہا۔

"بھائی بات سن۔" وہ بولا تو حزیفہ نے محض نظر موڑ کر اسے دیکھا جیسے بات کہنے کی اجازت دے ہو۔

"ایک دن تم کہہ رہے تھے تم پریشان ہوا اور میں نے کہا تھا مجھے مت بتانا یاد ہے؟؟" وہ سیاہ آنکھیں اس پر گاڑھے بولا۔ دودھ دھیار گلت اس پر سیاہ داڑھی اور موچھیں اور سیاہ آنکھیں، وہ خالص پٹھان تھا۔ اسکا لمحہ، اسکا حسن، اسکا نگ روپ اسکے پٹھان ہونے کا ثبوت تھا۔

اور پھر پٹھانوں کی خوبصورتی بیان کرنے کے لیے ایک ہی جملہ کافی ہی کہ "وہ پٹھان ہیں"۔

"یاد ہے۔" حزیفہ نے نظریں موڑ کر کہا۔

"چلو وہ ڈیل رینیو کرتے ہیں اب بتاؤ کیا پریشانی ہے تم کو۔" وہ پیار سے اسکے قریب ہوتے ہوئے بولا۔

حزیفہ ہلکا سا مسکرا یا۔

چند پل وہ چہر اجھ کا نئے خاموشی سے بیٹھا رہا۔ روحان بھی خاموش رہا۔

"میں بہت اکیلا ہوں یار۔" بلا آخ راس نے بولنا شروع کیا۔ روحان ہنوز خاموش رہا۔

"میں چاہتا ہوں کوئی ہو جو میری تہائی دور کرے، کوئی ہو جو میری بات کو سمجھے میری بات کا لقین کرے، جو میرے زخموں کو مندل کر دے۔" چند پل کی خاموشی کا وقفہ ہوا۔

"میرے بہت سے خواب ہیں۔ مجھے بہت کچھ حاصل کرنا ہے ابھی مگر۔۔۔ مگر میں بہت پریشان ہو یار۔ مجھے لگ رہا ہے میں ڈھے گیا ہوں میں کچھ بھی حاصل نہیں کر سکتا اور جو حاصل کیا ہے وہ خاک ہے۔ مجھے۔۔۔ مجھے نہیں معلوم مجھے کیا ہو گیا ہے۔ مجھے قسم سے نہیں پتا کہ مجھے کیا ہو گیا ہے۔" وہ سر ہاتھوں میں گرائے آنسوں ضبط کرتے ہوئے بولا۔

"چلو اس پر بھی بات کرتے ہیں ابھی آؤ نماز کا وقت ہو گیا ہے پہلے وہ پڑھ لیں۔" روحان مسکرا کر بولا۔ حزیفہ نے ایک جھٹکے سے سراٹھا یا۔ نماز؟؟ کتنا عرصہ ہوا اس نے نماز نہیں پڑھی تھی؟؟ اسکی آنکھوں میں پہلے سے زیادہ کرب تھا۔

"میں۔۔ میں نے بہت عرصے سے نماز نہیں پڑھی۔" وہ جیسے خود سے کہہ رہا تھا۔

"تو کیا ہوا یار آج پڑھ لو۔" روحان اسے ہاتھ سے کھینچ کر کھڑا کرتا بولا۔ وہ نظریں جھکائے خاموشی سے اسکے پچھے چلتا رہا۔ مسجد میں پہنچ کر وہ خاموشی سے روحان کے پچھے کھڑا رہا۔ روحان پوری دل جمی سے وضو کر رہا تھا۔ حزیفہ نظریں اس پر گاڑے کھڑا رہا۔ روحان نے اسے وضو کرنے کو کہا تو وہ بغیر کسی رد عمل کے وضو کے لیے بیٹھ گیا۔ چند پل بعد وہ دونوں امام صاحب کے پچھے کھڑے ظہر کی نماز ادا کر رہے تھے۔

مسجدے میں جاتے ہی حزیفہ کو محسوس ہوا سکا دل بند ہو جائے گا۔ اسکی آنکھوں کے کنارے بھیگ رہے تھے۔ مگر وہ انہیں ضبط کیے نماز ادا کرتا رہا۔ سلام پھیرنے کے بعد بہت سے لوگ اٹھ کر جا چکے تھے۔ روحان آنکھیں بند کیے دعا میں مصروف تھا۔ حزیفہ اپنے ہاتھوں کو دیکھتا رہا۔ بہت دیر بعد جب اکاد کا لوگ مسجد میں رہ گئے تب روحان نے ہاتھ چھرے پر پھیر کر دعا مکمل کی۔ چند پل کی خاموشی کے بعد اس نے بولنا شروع کیا۔

"پتا ہے حزیفہ یہاں موجود ہر شخص لا حاصل کے پچھے بھاگ رہا ہے۔ دولت، پیسہ، شہرت، کامیابی۔ اور اس لا حاصل کے حصول کے لیے وہ اتنا مصروف ہے

کہ اسے سکون کی ایک گھٹری بھی نصیب نہیں ہے۔"روحان کے چہرے پر ایک دل فریب مسکراہٹ ابھری تھی۔

"لیکن میرا اللہ کہتا ہے "وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ" وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ ہم سے کہتا ہے کہ اے میرے بندے توں کیوں پریشان ہے میں ہر چیز پر قادر ہوں۔ اس ذات کے لیے کچھ ناممکن نہیں ہے۔ تم اس ذات سے کیوں نا امید ہو حزیفہ؟؟" وہ نرمی سے بولا۔ حزیفہ خاموشی سے سرجھ کائے بیٹھا رہا۔ اسکے پاس کہنے کو کوئی الفاظ نہ تھے۔

"وہ ہمارا رب ہے وہ ہم سے ستر ماؤں سے زیادہ پیار کرنے والا ہے وہ ہمارے حق میں بہترین فحصلہ کرے گا پھر ہم کیوں ان معمولی چیزوں کے لیے پریشان ہیں۔ اتنی پریشان کہ ہم اس ذات کو ہی بھول گئے جو ہمیں یہ سب دے سکتا ہے۔" روحان پہ کہہ کر چند پل خاموش رہا۔

"اس دنیا میں ہر شخص اکیلا ہے۔ وہ اکیلا آیا تھا اور اکیلا ہی جائے گا پھر ہم کس سہارے کی تلاش میں ہے؟ یہ عارضی سہارے ہمیں کیا دے سکتے ہیں۔ لیکن اسکے باوجود ہمیں حقیقتاً ایک سہارے کی ضرورت ہے جو ہمارے زخموں پر مرحم رکھے جو ہمارے دکھ سنے، جس سے ہم اپنی تکلیف بیان کرے اور وہ سمحجھے۔ ایک ایسا سہارا جو انسان کو سکون دے۔"

"تو میرا اللہ کہتا ہے  
وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَاهِدٍ أَ

"اللہ ہر چیز کا گواہ ہے۔ وہ سب جانے والا ہے۔ اللہ کی ذات ہر اس زخم سے  
واقف ہے جو تمہارے دل پر لگا ہے۔ تم اپنے رب کی طرف رجوع کرو حزیفہ  
جو بہترین سہارا ہے۔ جو کبھی اکیلا نہیں چھوڑتا اور وہ ہر مشکل کا حل بیان کرتا  
ہے۔

"انسان کے کے ایسے بے شمار دکھ ہیں جنہیں وہ کسی سے بیان نہیں کر سکتا۔ بے  
شک کوئی کتنا ہی مخلص ہو ہم اسے نہیں بیان کر سکتے کچھ غم یہ نچپرل ہے۔  
لیکن ہم بتانا چاہتے ہیں کسی کو ہم کسی سے دکھ بانٹنا چاہتے ہیں جو ہمیں حج بھی نہ  
کرے اور سنے۔ بعض اوقات صرف کسی کے ہمیں سن لینے سے ہی ہمیں  
سکون مل جاتا ہے۔

"وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَاهِدٍ عَلِيمٍ

وہ ہر چیز کا خوب علم رکھنے والا ہے۔

انسان کا حال، ماضی، مستقبل سب کا علم اللہ کی ذات کو ہے۔ اللہ انسان کے  
خیال، اعمال اور نیتوں کو ہی نہیں بلکہ انکے نتائج کو بھی جانتا ہے۔ کیا معلوم جس

دکھ سے ہم گزر رہے ہیں وہ اس دکھ سے لاکھ درجے کم ہو جس سے ہمیں اللہ نے بچا لیا ہو۔"

"پتا ہے انسان کی سب سے بڑی کمزوری کیا ہے؟؟ کہ وہ خود کو دنیا کا سب سے مظبوط انسان سمجھے۔ شاید تم سمجھ رہے ہو گے کہ تم بہت مضبوط ہو، تم ہر دکھ کا سامنا کر سکتے ہو اس لیے تو سب سے طاقتور ہو لیکن اصل میں ہر شخص دوسرے سے زیادہ دکھ برداشت کیے ہوئے ہے۔ ایک انسان چھوٹا سا بلکل چھوٹا سا دکھ برداشت کر کے سمجھ لیتا ہے جیسے اس جیسا مضبوط کوئی نہیں ہے لیکن درحقیقت وہ اتنا کمزور ہوتا ہے کہ ایک معمولی سے چونٹی برا برد دکھ کو پھاڑ سمجھ لیتا ہے۔" روحان اب کی بارہ زیفہ کی طرف مڑا جو سر جھکائے بیٹھا تھا۔ "عارضی ٹھکانے تلاش مت کرو اس غم سے نکلو بلکہ ایک منٹ؟؟؟" وہ واپس دوست کے موڈ میں آیا تھا۔

"کونسا غم؟؟ ایویں ڈرامے نہ کیا کر چل اٹھا ب۔ زراسا کچھ ہوا نہیں حزیفہ صاحب ڈپر لیشن کا شکار ہو جاتے ہیں۔" وہ کپڑے جھاڑتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔

\*\*\*

وہ آج جکل وقت پر گھر آ جایا کرتا تھا۔ علی اور اسکے درمیان خاموشی اب تک برقرار تھی۔ مگر نازیہ سے وہ ہلکی پھلکی گفتگو کر لیا کرتا تھا۔ آج اسکا آخری امتحان تھا لیکن اس سے زیادہ خوشی اسے تانیہ کے واپس آنے کی تھی۔ تانیہ اور شایان کشمیر سے گھومنے کے بعد وہیں سے ناران کاغان چلے گئے جس وجہ سے انکی واپسی ایک مہینے بعد ہو رہی تھی۔ حزیفہ پیپر دینے کے بعد گھر پہنچا تو گھر کے اندر سے گونجنے والے قہقہوں کی آوازوں سے اسے آج یہ "گھر" محسوس ہوا تھا۔ اس نے جلدی سے ہیلمٹ اتارا اور بھاگتا ہوا لان کی جانب بڑھ گیا۔ لان میں تانیہ اور شایان کے علاوہ حیمہ اور زارا بھی موجود تھیں۔ تانیہ کی نظر حزیفہ پر پڑی تو وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"آؤ آدمیرے زکوئی۔" وہ ہنسنے ہوئے بولی۔ تمام لوگ ہنس پڑے۔ حزیفہ کو اس نام سے آج چڑھنے ہوئی تھی نہ اسے سب کا ہنسنا برابر الگ تھا۔ وہ چلتا ہوا تانیہ کے قریب آیا اور بغیر کچھ کہے تانیہ کو گلے لگالیا۔ تانیہ بلکل خاموش ہو گئی۔ ان دونوں میں بہت محبت تھی یہ سب جانتے تھے لیکن وہ ہر وقت لڑتے جھگڑتے دکھائی دیتے تھے۔ اب یوں اتنے پیار سے خزیفہ کا اسے گلے لگانا سب کے لیے حیران کن تھا۔

"اتنے عرصے کے لیے کون جاتا ہے؟ میں نے آپ کو کتنا مس کیا پتا ہے؟؟" وہ اسے خود سے الگ کرتے ہوئے بولا۔

"یا اللہ کہیں میں کوئی خواب تو نہیں دیکھ رہی۔" تانیہ نے انکھیں رگڑ کر حیرت سے کہا۔

"بہت بڑی ہو آپ۔" وہ منہ کے زاویے بنایا کر بولتا شایان کی جانب بڑھ گیا۔ سب سے ملنے کے بعد وہ وہیں بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر باقی کرنے کے بعد نازیہ بولی۔

"جاوے بیٹا فریش ہو کر آ جاؤ پھر کھانا کھاتے ہیں۔"

"ابھی نماز کا وقت ہے میں فریش ہو کر نماز پڑھوں گا پھر کھاؤں گا آپ لوگ کھالیں۔" وہ گھٹری پر دیکھتا بولا۔

"یا اللہ میں واقع کوئی خواب دیکھ رہی ہوں۔ شایان زرا چٹکی کاٹنا مجھے۔" وہ حزیفہ کی طرف حیرت سے دیکھتے ہوئے بولی جبکہ اسکا ہاتھ شایان کے سامنے تھا۔

"جیسا آپ کا حکم زوجہ محترمہ۔" شایان نے یہ کہہ کر تانیہ کے ہاتھ پر ایک زوردار قسم کی چٹکی کائی تھی۔ تانیہ نے درد کے چیختنے ہوئے شایان کے کندھے پر چت لگائی تھی۔

"بہت بے شرم ہیں آپ۔" وہ اپنا ہاتھ سہلاتے ہوئے بولی۔ شایان نے مسکراتے ہوئے نرمی سے اسکا ہاتھ تھام کر سہلا یا۔

حزیفہ سب کو مسکر اتا چھوڑ کر کمرے میں آیا نہا کر لباس تبدیل کر کے باہر کی جانب بڑھا۔ گیٹ پر پہنچ کر اس کا سامنا حلیمہ سے ہوا۔

"ارے حزیفہ میاں اب کہاں چل دیے؟؟؟" حلیمہ نے اسے پکارا تو وہ انکی جانب متوجہ ہوا۔

زارا کی ماں کا رشتہ ایک جانب مگر حلیمہ آج بھی حزیفہ کو ایک نظر نہ بھاتی تھی۔ حزیفہ کو عجیب چڑھتی تھی حلیمہ سے۔ بچپن سے ہی نازیہ کے کہنے پر وہ خاموش ہو جاتا مگر حلیمہ اسے بلکل پسند نہ تھیں۔

"نماز پڑھنے جا رہا ہوں۔" اس نے بغیر کسی تاثر کے کہا۔ شاید وہ جانتا تھا اب ہمیشہ کی طرح یہاں ہلکی پھلکی جنگ ہونے والی تھی۔

"ارے تو باہر کیوں جا رہے ہو؟؟؟ گھر میں جگہ کم ہے کیا؟؟؟" وہ حیرت سے بولتی حزیفہ کو چڑھا رہیں تھیں۔

"باہر سڑک پر نہیں پڑھوں گا۔ مسجد میں پڑھوں گا۔" وہ دانت پسیتے ہوئے بولا۔

"پھر بھی پیٹا گھر میں پڑھ لو کیا مسئلہ ہے؟" وہ پیار سے بولیں تھی۔

"میں مسجد میں ہی پڑھتا ہوں تو وہیں پڑھوں گا مسئلہ کیا ہے آخر؟؟؟" اب کی بار وہ سخت لمحے میں بولا۔

"کیا ہوا خیریت ہے؟؟؟" زارا انکے قریب آتے ہوئے بولیں۔

"خبریت رہے گی اگر لوگ مجھے میرے حال میں جینے دیں۔" حزیفہ حلیمہ کو دیکھ کر کہتا باہر چلا گیا۔

"ماما کیا کہا ہے آپ نے اس سے؟؟" زارا حلیمہ کی جانب مرتے ہوئے بولی۔  
"لو بھلا میں نے تو بس اتنا کہا تھا کہ گھر میں نماز پڑھ لو اس میں اتنا اور ٹیک کرنے کی کیا بات تھی۔" حلیمہ پر سکون سی بولیں۔

"ماما پلیز آپ جانتی ہیں وہ آپ کی چھوٹی چھوٹی باتوں کو بھی سیر لیں لے لیتا ہے تو مت اسے ٹوکا کریں۔" زارا نے خفگی سے کہا۔

"اس شخص کا نام جو آج تمہارے نام کے ساتھ جڑا ہے نال وہ میری وجہ سے ہے تو مجھے یہ مفت کے بھاشن مت دیا کرو۔" حلیمہ سنجیدگی سے بولیں۔

"آپ کی وجہ سے؟؟ لا تک سیر یسلی؟؟" وہ یہ کہہ کر طنزیہ ہنسی ہنستے اندر کی جانب بڑھ گئی۔

حلیمہ کی نظر وہ نے دور تک اسکا پیچھا کیا۔ انکے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔  
جب زارا اسکی نظر وہ سے او جھل ہوئی تو حلیمہ کی مسکراہٹ گھری ہوئی اسکی نظریں ہنوز اسی جگہ تھیں جہاں سے زارا گزری تھی۔ حلیمہ کے لبوں سے ایک ہی جملہ ادا ہوا تھا۔

"میری وجہ سے۔"

\*\*\*

وہ اپنے کمرے میں بیٹھا قرآن پڑھ رہا تھا۔ وہ سورت دھر کی تلاوت کر رہا تھا۔ وہ ایک آیت کی تلاوت کرتا پھر اسکا ترجمہ پڑھتا۔ وہ سورت پڑھ کر اسے اندازہ ہوا کہ اللہ نے انسان کو ایک معمولی بے جان جمے ہوئے لوٹھڑے سے بنایا۔ پھر اسے سمنے دیکھنے، بولنے کے لیے عزادیے۔ وہ ذات کس قدر شکر کی حامل تھی اور انسان کس قدر مغور۔ آخر غرور کس بات کا؟؟ یہ حسن، یہ مرتبہ یہ کامیابی اس سب کا غرور کیوں جب دینے والی ذات اللہ کی ہے۔ ہم لوگ اپنے حسن، کامیابی، مقام و مرتبے پر فخر و غرور تو کرتے ہیں لیکن اس رب کا شکر ادا کرنا بھول جاتے ہیں جس نے ہمیں یہ سب عطا کیا۔ پھر اگر کبھی ہم سے کچھ چھن جائے تو ہمیں فوراً خدا یاد آ جاتا ہے کہ خدا ناطلم ہے۔

"وہ جسے چاہے اپنی رحمت میں داخل کر لے، اور ظالموں کے لیے اس نے درد ناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔". سورت کی آخری آیت پڑھتے ہوئے بے اختیار اسکی آنکھوں میں آنسوں جھلکے تھے۔ اس نے ہر رحمت سے بڑھ کر اپنی ہدایت کا شکر ادا کیا تھا۔ اسے رونا آیا تھا کہ وہ اتنی خطاؤں کے بعد بھی اپنے رب کو عزیز تھا جس نے اسے ہدایت دی۔

وہ قرآن کو بند کر کے بلک شیف میں رکھ رہا تھا جب اسکے کمرے کا دروازہ بجا۔ اس نے مڑ کر دیکھا تو سامنے زارا کھڑی تھی۔ سادہ سیاہ قمیض شلوار پہنے وہ

مسکراتی ہوئی حزیفہ کو دیکھ رہی تھی۔ حزیفہ نے بھی مسکرا کر اسے دیکھا اور نظریں جھکایں۔

"کیا کر رہے تھے؟؟" وہ کمرے کے اندر داخل ہوتے ہوئے بولی۔

"تلاؤت کر رہا ہے بلیٹھو۔" اس نے صوف کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"یہ تم میں ایک دم سے اتنی چینگھ کیسے آگئی؟؟" وہ مشکوک ناظروں سے اسے دیکھتی ہوئی بولی۔

"اوپلیزاب تم بھی پھوپھو کی طرح سٹارٹ مت ہو جانا۔" وہ مسکرا کر مگر خفگی سے بولا۔

"ماما کی باتوں کو انور کر دیا کرو وہ بس بول دیتی ہیں کچھ بھی۔" اس نے نرمی سے کہا۔

"میں کرنا چاہتا ہوں مگر سوری ٹو سے مجھے بس پھوپھو نہیں پسند۔" وہ بے دھانی میں بول گیا۔ پھر یاد آنے پر وہ زارا کی طرف مڑا جو سخت غصے سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"اچھا سوری ناں تمہیں پتا ہے بس وہ نہیں۔۔۔" وہ کچھ کہتا خاموش ہو گیا۔

"وہ میری ماما ہیں حزیفہ تم ایسا کیسے کہہ سکتے ہو۔" وہ غصے سے بولی۔

"اچھا سوری غلطی سے بول دیا۔" وہ بال کھجاتے ہوئے بولا۔

"آئندہ مت بولنا مجھے اچھا نہیں لگے گا۔" زارا نارمل ہوتے ہوئے بولی۔

"کیا ہوا جو پھوپھو نہیں پسند انکی بیٹی تو پسند ہے ناں تم اسی میں خوش رہا کرو۔" حزیفہ نے شرارت سے کہا۔ زارا کے گال لال ہوئے۔

"مجھے چھوڑ دیہ تم میں کب سے اتنی چینیجگ آگئی؟؟ تم شرمانے کب سے لگ گئی بھئی؟؟" وہ ہنسا تو ہنستا ہی چلا گیا۔

"بہت بڑے ہو تم حزیفہ۔" وہ ہنستی ہوئی بولی۔

"لیکن تم بہت اچھی ہو۔" وہ ایک بار پھر ہنستے ہوئے بولا۔

زارا چند پل اسے ہنستے ہوئے دیکھتی رہی۔ وہ پہلے کبھی اس سے اچھے طریقے سے بات بھی نہ کرتا تھا اور اب وہ اس کے ساتھ بیٹھا ہنس رہا تھا۔ حزیفہ کی ہنسی رکی تو اس نے زارا سے پوچھا۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہواب؟؟" مسکراہٹ اب بھی اسکے چہرے پر موجود تھی۔

"تم آمنہ کو بھول چکے ہو؟؟" سوال غیر متوقع تھا۔ حزیفہ کی مسکراہٹ سمشی تھی۔ چند پل خاموشی میں کٹے۔ خاموشی تو میل ہوئی تو زارا کا دم گٹھنے لگا۔ اسے لگا اگر حزیفہ نے کچھ غلط کہہ دیا تو وہ اسے ہمیشہ کے لیے کھو دے گی۔

"ہاں۔" حزیفہ کے جواب پر اس نے سانس لیا۔

"مگر میں اس سے نفرت نہیں کرتا۔" حزیفہ کے جواب پر زارا نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"مجھے نہیں پتا کیسے لیکن وہ میرے دل و دماغ میں کہیں بھی نہیں ہے۔ میں بس اسے بھول چکا ہوں۔" اس نے کہہ کر ایک گھر اسنس لیا۔  
"میں سوچتا تھا آمنہ وہ لڑکی ہے جو مجھے نہ ملی تو میں تو جی ہی نہیں سکوں گا۔" وہ کہہ کر کھوکلی ہنسا تھا۔

"اور دیکھو آج میں اسے بھول چکا ہوں۔ لیکن مکمل کبھی بھی نہیں۔ کبھی بھی۔۔۔ میری زندگی، دل و دماغ کا ایک حصہ۔۔۔ بی شک بلکل تھوڑا سا حصہ لیکن وہ ہمیشہ سے اسکا تھا اسکا ہے اور اسی کا رہے گا۔" وہ کہہ کر زارا کی طرف مڑا۔ زارا کے چہرے کا رنگ پھیکا پڑ پڑا تھا۔

"میں تم سے پکا وعدہ تو نہیں کرتا مگر میں تمہیں اس بات کا پکا یقین دلاتا ہوں کہ میں تم سے وفادار رہوں گا۔" حزیفہ کے الفاظ سے زارا کو حقیقتاً تسلی ہوتی۔

"اور یہ بھی کہ تم میری زندگی میں آنے والی آخری عورت ہو گی۔" اس نے کہا تو زارا نے پر سکون ہو کر گردن ہلائی۔

دور کہیں اسکے کانوں میں چند الفاظ گونجے تھے۔

"یہ شخص جس کا نام تمہارے نام کے ساتھ جڑا ہے میری وجہ سے جڑا ہے۔"

\*\*\*

حزیفہ کی ڈگری کمیٹ ہو چکی تھی اور اب وہ ایک کیمیکل انڈسٹری میں کام کرتا تھا۔ شایان اور تانیہ بھی اپنے اپنے کام میں مصروف تھے۔ تانیہ کے ہاں اولاد

ہونے والی بھی جسلی وجہ سے شایان اسے چند عرصے کے لیے جا بنا کرنے کے لیے کہہ رہا تھا مگر تانیہ کو اپنے کام سے جنوں حد تک عشق تھا، وہ یہ نہیں کر سکتی تھی۔

اس وقت حزینہ تانیہ کو رسیو کرنے کے لیے ہا سپٹل کے باہر کھڑا تھا۔

"آبھی جائیں کون سے کام کر رہی ہیں؟؟؟" وہ کال پر تانیہ سے بولا۔

"تم کہاں ہو؟؟؟" تانیہ نے خیرت سے پوچھا۔

"باہر کھڑا ہوں ایک گھنٹے سے لیکن آپ نے تو سارے مریض آج ہی ٹھیک کرنے ہیں ناں جلدی آئیں۔" اس نے خفگی سے کہہ کر کال کاٹ دی۔

"کیا کروں اس لڑکے کا ایک تو انفارم کیے بغیر آگیا اور اب عضمہ بھی مجھے دکھارہا ہے۔" وہ اپنا سامان سمیٹتے ہوئے بولی۔

"آج تم کیوں آئے خیریت ہے؟؟؟" وہ فرنٹ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے بولی۔

آسمان پر سیاہ بادل چھار ہے تھے۔ ہلکی ہلکی گرج چمک نے ماہول کو کچھ پر اسرار سابنار کھاتھا۔

"ویسے ہی سوچا آج آپ کو گھمانے لے کر چلوں۔" وہ گاڑی سٹارٹ کرتے ہوئے بولا۔

"کہاں جا رہے ہیں؟؟؟" وہ سر سیٹ کی پشت پر ٹکا کر بولی۔

"یہاں کچھ فاصلے پر آسکریم پار لر ہے وہیں چلیں گے۔" وہ سڑک پر نظریں جمائے بولا۔

"اور تمہارا یہ تھوڑا سا فاصلہ کتنا تھوڑا ہے؟" وہ مشکوک نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

"زیادہ نہیں بس ایک گھنٹا لگے گا۔" وہ میسنسی ہسی ہستے ہوئے بولا۔ تانیہ جانتی تھی حزیفہ کو تویل سفر پسند تھے، اور جب وہ باپیک کی بجائے گاڑی لے آئے سمجھو آج اسکالانگ ڈراؤ کا مود ہے۔

حزیفہ نے گاڑی میں ہلاکامیوزک چلا دیا تھا۔ تانیہ کافی تھکی ہوئی تھی سو وہ آنکھیں موند کر پر سکون سی بیٹھ گئی۔

"شام میں پھوپھو آرہی ہیں۔" کچھ دیر بعد حزیفہ نے بتایا۔

"اسی لیے اتنے خوش ہو؟؟" تانیہ نے مسکرا کر پوچھا۔

"پھوپھو آرہی ہیں۔ میں خوش ہو سکتا ہوں؟؟" وہ خفگی سے بولا۔

"پھوپھو کی بیٹی بھی تو آرہی ہے اس لیے خوش ہونا بنتا ہے۔" تانیہ نے کہا تو اس نے حزیفہ کے چہرے پر دلفریب مسکراہٹ کو امنڈتے دیکھا۔

"تم زارا کو پسند کرتے ہونا حزیفہ؟؟" تانیہ نے ناجانے کس خیال کے تحت پوچھا۔

"مجھے نہیں پتا تھا وہ ایسی ہے۔" کچھ دیر کی خاموشی کے بعد وہ بولا۔

"وہ بہت معصوم سی ہے، خوبصورت ہے۔ ہاں تھوڑی نک چڑی ہے مگر میرے ساتھ اچھی رہتی ہے اور کبھی زد کرے بھی تو بری نہیں لگتی۔ مجھے ہمیشہ سے لگا تھا جیسے وہ بہت مغرور اور ٹاکسک فشمن کی لڑکی ہے مگر وہ بکل بچوں جیسی ہے۔ ہاں تھوڑی مغرور بھی ہے مگر۔۔۔ وہ جیسی بھی ہے میری ہے اور مجھے ایسے ہی پسند ہے۔" وہ نرم مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

تانية کے لیے یہ حیرانی کی بات تھی کہ حزیفہ اتنی جلدی زارا کو دل میں جگہ کیسے دے سکتا ہے؟؟

مگر وہ خاموش رہی۔ وہ حزیفہ سے پوچھنا چاہتی تھی آمنہ کا کیا؟؟ صرف چند ماہ میں اسے زارا سے اتنی محبت ہو گئی تھی تو اس معصوم لڑکی کا کیا قصور جس نے بچپن سے اس سے محبت کی۔ اسے کس چیز کی سزا ملی؟؟ مگر وہ خاموش رہی۔ کچھ تھا جو حزیفہ کے معملنے میں اسے کھٹک رہا تھا۔ جب وہ لوگ آنسکریم پالر کے باہر رکے تو بادل پورے آسمان پر چھا چکے تھے۔ ہلکی ہلکی ہوانے موسم کو حسین بنار کھا تھا۔ وہ دونوں تقریباً آدھا گھنٹا وہاں رکے پھر گھر کے لیے نکلے۔

راتستے میں ان نے حلیمه کی گاڑی کو ایک گلی کے باہر رکتے اور حلیمه کو اس سے نکلتے دیکھا۔

"یہ پھو پھو کہاں جا رہی ہیں؟؟؟" حزیفہ نے حیرت سے انہیں دیکھ کر پوچھا۔ "معلوم نہیں۔" تانية بھی حیرت سے بولی۔

"آپ ویٹ کریں میں آتا ہوں۔" وہ تانیہ کو گاڑی میں چھوڑ کر حلیمه کی جانب بڑھا۔ حلیمه جب تک ایک تنگ و تاریک گلی میں ھس چکی تھی۔ حزیفہ بغیر انہیں پکارے خاموشی سے ان سے دور فاصلے پر چلنے لگا۔ گلی میں چند ایک لڑکے اور بچے دکھائی دے رہے تھے۔ گلی اتنی تنگ بھی نہ تھی مگر کافی خستہ حال تھی۔ حلیمه گلی میں چلتی ہوئی ایک موڑ مرڑ کر غائب ہو گئی۔ حزیفہ نے خاموشی سے انہیں وہیں سے دیکھا۔ حلیمه نے موڑ مرڑ کرا ایک سفید بڑی چادر اپنے اوپر اوڑھ لی اور ایک خستہ حال گھر کا دروازہ بجا یا۔ سامنے کھڑے مرد نے کچھ پوچھا جس کے جواب میں حلیمه نے کچھ کہا تو سامنے کھڑے مرد نے انہیں اندر آنے کا راستہ دیا۔ حزیفہ چند پل وہیں کھڑا کچھ سوچتا رہا۔ پھر گلی میں سے ایک بچے کو اپنے پاس بلا یا۔

"یہ سامنے والا گھر کس کا ہے؟؟" اس نے گھر کی جانب اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔

"یہ تومولوی عثمان کا ہے۔" بچے نے جواب دیا۔  
"کون ہوتا ہے انکے ساتھ یہاں۔" اس نے مشکوک نظر وہ سے گھر کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"جن اور بلاں۔" بچے نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"دیکھو بیٹا سہی سہی بتاؤ پھر میں تمہیں کھانے کے لیے چیز دوں گا۔" اس نے نرم مسکراہٹ سے کہا۔

بچہ چند پل اسے سخت نظر وں سے گھورتا رہا پھر اپنے کندھے پر سے حزیفہ کا ہاتھ جھٹک کر بولا۔

"اتنا بچہ نہیں ہوں جو یوں کہہ رہے ہیں بتایا تو ہے جن اور بلا تینیں رہتی ہیں یہاں، نہیں تیکن تو خود جا کر مل لیں۔" وہ بچہ کہہ کر بغیر جواب کا انتظار کیے مر گیا۔ حزیفہ حیرت سے اس پچے کو دیکھتا رہ گیا۔

"ہاں وہ لوگ مولوی صاحب سے ہر کسی کو نہیں ملنے دیتے آپ کہہ دینا پیر صاحب سے ملنا ہے تب ملنے دیں گے۔" بچے نے اسکے علم میں اضافہ کیا تھا۔ حزیفہ کو حیرت ہوئی۔ وہ چھوٹے چھوٹے قدم لیتا دھڑکنے کیختے ہوئے اس گھر کے سامنے آ کر رکا۔ گھر کا دروازہ بجانے پر ایک پکی عمر کا مرد اسکے سامنے آ کھڑا ہوا۔ سفید لباس پر سیاہ جالی دار ٹوپی سر پر پہنے ہوئے وہ مرد مشکوک نظر وں سے حزیفہ کو دیکھتا رہا۔

"جی کس سے ملنا ہے؟؟"

"؟؟" اس نے سخت لمحے میں پوچھا تو حزیفہ پہلے تو گڑ بڑا یا پھر سمجھل کر بولا۔ "میری بھوپھواندر ہیں ان کے پاس جانا ہے کچھ کام ہے۔" وہ سمجھلتے ہوئے بولا۔

سامنے کھڑے مرد نے کچھ نہ کہا تو حزیفہ خود ہی بولا۔

"وہ پیر صاحب سے ملنے آئی ہیں لیکن کچھ کام ہے تو مجھے انکے پاس جانا ہے۔"

حزیفہ نے یہ کہا تو وہ مرد سامنے سے ہٹ گیا اور حزیفہ کو اندر آنے کا راستہ دیا۔ ابھی وہ چند قدم آگے ہی چلے تھے کہ دروازے پر ایک بار پھر دستک ہوتی۔

"راستہ معلوم ہے نا؟؟؟" اس شخص نے حزیفہ کو کہا تو حزیفہ نے گردن ہاں میں ہلا دی۔

وہ شخص واپس دروازے کی طرف مر گیا تو حزیفہ نے جلدی سے موبائل نکال کرو یڈ یور یکار ڈنگ پر لگادی اور جلدی جلدی آگے بڑھنے لگا۔

سامنے ایک کمرہ تھا جس کا دروازہ کھلا تھا۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتا اندر کی جانب بڑھا۔ کمرہ ایک معمولی کمرے کی طرح تھا۔ ایک جانب بک شیلف تھی دوسری جانب دو چار پائیاں پڑیں تھیں۔ سامنے موجود الماری کے پٹ کھلے تھے۔ ایک جانب ایک اور دروازہ دیکھ کر حزیفہ اس جانب بڑھا۔ سامنے سے پردہ ہٹانے پر اس نے جو منظر دیکھا اس کی روح تک دہل گئی تھی۔ اسکے ما تھے پر ہلکی پسینے کی بوندیں چمکتیں تھیں۔ سامنے حلیمه کی حالت بھی کچھ ایسی ہی تھی مگر وہ خاموش رہیں۔

"کون ہو تم اور اندر کیسے آئے؟؟؟" ایک پچاس پچھپن کی عمر کے قریب ایک بوڑھا سامنے بیٹھا تھا۔ اس نے سفید رنگ کی لمبی قمیض اور شلوار پہن رکھی تھیں

جسکار نگ اتنا گندہ پڑھ چکا تھا کہ اب وہ کہیں سے بھی سفید نہ لگتا تھا۔ کمرہ کافی حد تک چھوٹا تھا۔ روشنی نہ ہونے کے برابر تھی۔ تھوڑی سی روشنی محض اس زیر و سائز بلب کی تھی جوانکے سروں پر جھول رہا تھا۔ ایک گدی پر وہ بوڑھا شخص بیٹھا تھا سامنے ایک چوکی رکھی تھی۔ اس چوکی پر ایک سفید پیالہ تھا جس میں سرخ رنگ کا مائع تھا۔ گاڑھا سرخ مائع۔ اسکے ساتھ ایک لکڑی کا بنایا گیا قلم موجود تھا جس سے شاید وہ بوڑھا ایک سفید کا غض پر کچھ لکھ رہا تھا جب حزیفہ وہاں آیا اور وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ کمرے کے ایک کونے میں کھوپڑی کے ساتھ چند مردہ سیاہ مرغیاں پڑیں تھیں جتنی بوپورے کمرے میں پھیلی ہوئی تھیں۔ حزیفہ کے لیے وہاں کھڑا ہونا محال ہو گیا۔ ایک اکیس سالہ لڑکے کو پہ سمجھنے میں بلکل مشکل پیش نہ آئی تھی کہ یہ سب کس لیے تھا۔ چوکی پر سفید کا غض جس پر سرخ مائع سے چند آڑھی تر چھمی لکیریں پھینچی گئیں تھیں اس کے قریب ایک مچھلی کا ڈھانچہ پڑا تھا۔ حزیفہ نے وحشت سے حلیمه کو دیکھا جس نے منہ کو چادر میں چھپا رکھا تھا۔ شاید وہ اس بو سے بچنے کے لیے تھا۔

"یہ--- یہ--- سب--- کیا--- ہے--- پھو پھو--- ؟؟" وہ اس قدر شاک میں تھا کہ اس سے بولا بھی نہ گیا۔

"کون ہو تم باہر جاؤ۔ قاسم۔ قاسم۔ ادھر مر توں ذرا۔" وہ بوڑھا اب باہر کھڑے شخص کو پکار رہا تھا۔

قاسم جو تانیہ کو اندر آنے سے منع کر رہا تھا بوڑھے کی آواز پر بھاگتا ہوا اندر بڑھا تانیہ نے بھی موقع کو غنیمت جانا اور اندر بڑھ گئی۔ اس نے اپنی آنکھوں سے حزیفہ کو یہاں آتے دیکھا تھا۔

"جی جی صاحب؟؟؟" قاسم ہر بڑا کر اندر داخل ہوا۔

"کون ہے یہ کس نے آنے دیا اسے اندر؟؟؟" وہ بوڑھا چلارہا تھا۔

"پھوپھو---؟؟؟" حزیفہ نے آہستنگی سے ایک بار پھر حلیمہ کو پکارا۔ اسکی آنکھوں کے کنارے بھیگ رہے تھے۔ اسے اتنی شدید تکلیف ہو رہی تھی کہ الامان۔

تانیہ بھی بھاگتی ہوئی اندر آئی تو اندر کا منظر دیکھ کر ساکن ہو گئی۔ بوڑھا شخص اب بھی چلارہا تھا۔ قاسم انہیں کچھ کہتے ہوئے حزیفہ کو باہر نکالنے کے کوشش کر رہا تھا۔ جبکہ حلیمہ بلکل خاموشی سے حزیفہ کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑھے کھڑی رہی۔ قاسم کے کھینچنے کے باوجود حزیفہ بلکل ٹس سے مس نہ ہوا۔ چند پل شاک میں کھڑے رہنے کے بعد تانیہ نے حزیفہ کا بازو سے پکڑا۔

"حزیفہ۔۔۔ حزیفہ۔۔۔ پلیز چلو یہاں سے۔۔۔ پلیز حزیفہ۔۔۔" تانیہ اب رو نے لگی تھی۔

"میں آپ سے بات کر رہا ہوں ناں پھوپھو۔" وہ اتنی زور سے دھاڑا کے چند پل سب بلکل خاموش ہو گئے۔

"کیا کر رہی ہیں آپ یہاں؟؟" وہ اتنی سخت لہجے میں بولا کہ حلیمه نے گڑ بڑا کر نظریں جھکائیں۔

"قاسم دھکے مار کر نکال اس بندے کو یہاں سے۔" اس بوڑھے شخص نے کہا تو حزیفہ نے تیش کے اس بوڑھے کو دیکھا۔ اسکی آنکھوں میں اتنی تپش تھی کہ وہ بوڑھا بھی گڑ بڑا گیا۔ حزیفہ نے ہاتھ میں پکڑا موبائل اٹھا کر اس شخص کی طرف موڑا۔

"کیا کہہ رہے تھے آپ؟؟" اس نے کہا تو قاسم نے جھپٹ کر اس سے موبائل لینا چاہا۔ حزیفہ نے دوسرے ہاتھ کے زور سے اسے پرے دھکیلا۔

"بولیں کیا کر رہیں ہیں آپ یہاں؟؟" حزیفہ نے موبائل حلیمه کی جانب موڑا

"حزیفہ بند کرو اسے۔۔۔ نیچے کرو موبائل۔" حلیمه نے گرد بڑا کر کہا۔ قاسم نے ایک بار پھر اس سے موبائل چھیننا چاہا تو حزیفہ نے برق رفتاری سے ایک جانب پڑھا ہوا موٹا ڈنڈا اٹھایا اور پوری قوت سے اس کے سر میں مارا۔ وہ درد سے چیخنے لگا۔

حزیفہ نے موبائل بند کیا بالوں میں ہاتھ پھیرا، آنکھیں رگڑ کر صاف کیں۔ تانیہ اسکا بازو تھامے اسے چلنے کو کہہ رہی تھی۔ حزیفہ نے خود کو پر سکون کرنے کی کوشش کی۔

"میری بات سنوا گر تم چاہتے ہو کہ تمہاری یہ ویڈیو لیک نہ ہو اور تم جیل کی چکی پسیتے نظر نہ آؤ تو مجھے سچ بتاؤ یہ یہاں کیا کرنے آتی ہیں؟؟؟" حزیفہ نے بوڑھے شخص کو گریبان سے پکڑ کر پوچھا۔ بوڑھے کی حالت قاسم کو دیکھ کر تملی ہو چکی تھی۔

"میں۔۔۔ میں۔۔۔ بتاتا ہوں۔۔۔ بیٹا تم چھوڑو مجھے۔" وہ بوڑھا انتباہ کرنے لگا۔ "فضل بقواس میں ٹائم ضائع مت کرو سچ بتاؤ۔" حزیفہ نے اپنی گرفت مزید سخت کی۔

"چزیفہ چھوڑواستے جاؤ یہاں سے کیا کر رہے ہو۔" حلیمه نے آگے بڑھ کر حزیفہ کو پیچھے دھکیلنا چاہا۔

"تم بولو گے یا میں ابھی کے ابھی پولیس کو کال ملاوں؟؟؟" حزیفہ نے کہا تو حلیمه انوپھی اوپھی آواز میں کچھ کہنے لگیں تاکہ وہ بوڑھا کچھ بک نہ دے۔

"یہ۔۔۔ یہ۔۔۔ عورت۔۔۔"

"چپ کر جاؤ۔ اپنا منہ بند کرو۔" حلیمه چیخنی تھی۔

"اس نے اپنی بچی کا رشتہ تم سے کرانے کے لیے جادو کرایا تھا۔" چند سینٹک کھیل تھا اور پھر سکوت چھا گیا۔ حزیفہ کی گرفت ڈھیلی پڑھی تھی۔ حلیمه ساکن تھی۔ اور تانیہ سن۔

"یہ تمہیں بلا وجہ پر یشان کرنا چاہتی تھی اور۔۔۔ اور۔۔۔" وہ کچھ کہہ رہا تھا جب حلیمه نے اسے دھکا دیا۔

"ابقواس کر رہا ہے جھوٹ بول رہا ہے یہ۔" حلیمه چھتر رہی۔  
حزیفہ بغیر کچھ کہے تانیہ کا ہاتھ تھام کروہاں سے باہر آگیا۔ تانیہ اب تک شل سی تھی۔ حلیمه انکے پیچے بھاگی تھی۔ ان نے حزیفہ کی بازو تھامنی چاہی جب حزیفہ نے پیچھے مرکر پوری قوت سے انہیں دور دھکیلا۔

"ہاتھ مت لگائیں مجھے۔" وہ پوری قوت سے دھاڑا۔

"اپنی گندگی کو اپنے تک رکھیں، مجھ سے دور رہیں۔" وہ یہ کہہ کر ایک بار پھر تانیہ کا ہاتھ تھام کر باہر کی جانب بڑھ گیا۔ اسے تانیہ کی حالت کا خیال نہ ہوتا تو وہ اس وقت سب تحس نحس کر دیتا۔

گاڑی تیز رفتار سے سڑک پر دوڑ رہی تھی۔ تانیہ اب تک کچھ پر اسیں نہیں کر پا رہی تھی۔ حزیفہ کی آنکھیں خون بر سانے کو تیار تھیں۔

گاڑی گھر کے سامنے رکی تو حزیفہ نے تانیہ کی ساندھ کا دروازہ کھولا۔ تانیہ باہر آئی تو حزیفہ اس کا ہاتھ تھام کر سلطان کے گھر کی جانب بڑھ گیا۔ گھر میں داخل ہو کر

اسکا سامنا شایان سے ہوا۔

"کہاں چلے گئے تھے میری بیوی کو لے کر۔ وقت دیکھا ہے تم نے؟؟ مغرب ہوئے کتنی دیر ہو گئی ہے۔" وہ فکر مندی سے تانیہ کی جانب بڑھتا ہوا بولا۔ شایان انکے قریب آیا تو انکے چہروں کے رنگ دیکھ کر اسے کچھ غلط احساس ہوا۔ "کیا ہوا ہے سب خیریت ہے؟؟؟" اس نے تانیہ کا ہاتھ تھام کر پوچھا تو تانیہ جو کب سے خاموش تھی اسکے سینے سے لگ کر روپڑی۔

"تانیہ کیا ہوا ہے؟؟ مجھے بتاؤ؟؟ حزیفہ۔۔۔ کیا ہوا ہے اسے؟؟؟" اس نے حزیفہ سے پوچھا۔ حزیفہ نے سرخ ہوتی آنکھوں سے اسے دیکھا اور خاموشی سے باہر بڑھ گیا۔ شایان عجیب کشمکش میں رہ گیا۔ وہ تانیہ کو صوف پر بٹھا کر خاموش کرانے لگا۔

حزیفہ اپنے گھر میں آیا تو کسی کو بھی دیکھے بغیر اندر کی جانب بڑھ گیا۔ سلطان، فریال، زارا اور آمنہ کے ساتھ ساتھ نازیہ اور علی کو بھی حیرت ہوئی۔ حزیفہ یوں تونہ کرتا تھا۔ رات کھانے پر اسے بلانے کے باوجود وہ نہ آیا تھا۔ محض اتنا کہا تھا کہ جب پھوپھو آئیں تو اسے بلا لیں۔ تانیہ کو سکون کی دوادیئے کے بعد شایان بھی وہیں موجود تھا جب حلیمہ کی گاڑی گھر میں داخل ہوئی۔ حزیفہ نے کھڑکی سے دیکھا تو فوراً اپنا موبائل اٹھا کر نیچے کی جانب بڑھ گیا۔

گیٹ سے داخل ہوتے ہی حلیمہ نے حزیفہ کو سامنے سے آتے دیکھا۔ انہوں نے آنکھوں، ہی آنکھوں میں اسے تنبیہ کی۔ سب لوگ انہیں آمنے سامنے کھڑے دیکھ رہے تھے۔

"آؤ حلیمہ اتنی دیر کیوں لگادی؟؟؟" علی اٹھ کھڑے ہوئے۔ "پوچھیں گے نہیں اپنی لاڈلی بہن سے کے کہاں سے آرہی ہیں؟؟؟" حزیفہ نے نفرت بھرے لمحے میں کہا۔

"حزیفہ تمیز کے دائرے میں رہ کر بات کیا کرو۔" سلطان نے بھی اسے ٹوکا۔ سب حیرت سے حزیفہ کو دیکھ رہے تھے۔

"میں تمیز میں رہ کر بات کروں، اور آپکی بہن جو جو کام کرتی پھر رہی ہے اسکا اندازہ بھی ہے؟؟؟" وہ اوپنجی آواز میں بولا۔

"بھائی صاحب چپ کرائیں اسے کیا بول رہا ہے یہ؟؟؟" حلیمہ ڈھٹائی سے بولیں۔ زارا حلیمہ کے قریب آ کر کھڑی ہوئی۔ سب لوگ اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

"حزیفہ اندر چلے جاؤ اس سے پہلے کے میرا ہاتھ اٹھ۔" علی نے عصے سے کہا۔ حزیفہ نے موبائل نکال کر علی کی جانب بڑھایا۔

"کیا آپ پوچھنا پسند کریں گے اپنے بہن سے کہ وہ یہاں کیا کرنے کیسی تھیں؟؟" وہ ویدیو دیکھتے ہوئے ہر ایک کے چہرے کارنگ پھیکا پڑا تھا۔ علی کو لوگ انکی ٹانگوں سے جان نکل گئی ہے۔ وہاں موجود ہر شخص کا یہی حال تھا۔ زارا نے موبائل لے کر ویدیو دیکھی تو موبائل اسکے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے جا گرا۔ "یہ کیا ہے حلیمه؟؟" علی تیش سے انکی جانب بڑھتے ہوئے بولے۔ زارا اب تک بلکل شل تھی۔

"بھائی صاحب جھوٹ ہے یہ میں یہاں کسی ایسے ویسے مقصد کے لیے نہیں گئی تھی۔" حلیمه آنکھوں میں آنسوں لیے بولیں۔

"خاموش رہو کافر عورت۔" سلطان نے ایک زوردار طمانچہ حلیمه کے منہ پر مارا۔ زارا نے بھیگی آنکھیں مینچ لیں۔

"اگر یہ جھوٹ ہے تو میں سچ ثابت کر دیتا ہوں۔" حزیفہ نے کہتے ہی جھک کر زارا کے قریب پڑا موبائل اٹھا کر کسی کو کال کی۔

"روحان لے کر آؤ اسے ادھر۔" حلیمه رو رو کر اپنی سچائی بیان کر رہی تھی۔ سلطان اور علی اسے کوس رہے تھے۔ انہیں حلیمه سے ایسے کام کی توقع نہیں تھی۔ باقی سب خاموش تماشائی بنے رہے۔ وہاں کھڑے کسی بھی شخص نے زارا کو نہ دیکھا۔ اسے لگ رہا تھا کسی نے اسکے بولنے کی صلاحیت چھین لی ہو۔ حزیفہ کی نظر اس پر پڑی تو اس کا غصہ مزید بڑھ گیا۔ وہ عصے سے اسکے قریب آیا۔

"تم جانتی تھی ناں یہ سب؟؟" حزیفہ نے غصے سے اسکے دونوں کندھوں سے تھام کر پوچھا۔

"بولو تم جانتی تھی ناں؟" وہ غرایا تھا۔

"حزیفہ--- میرا--- یقین۔ کرو--- میں نہیں جانتی۔" وہ اٹک اٹک کر بولی۔

"جھوٹ بول رہی ہو تم اس جرم میں اپنی ماں کی شرائط دار ہو۔ تم جانتی تھی میں کبھی آمنہ کو نہیں چھوڑ سکتا یہ سب تم نے کیا۔" اس نے ایک جھٹکے سے اسے چھوڑتے ہوئے کہا۔

آمنہ بلکل خاموشی سے ایک کنارے پر کھڑی رہی۔

"حزیفہ چھوڑ دو اس بات کو۔" شایان نے اسے منع کرنا چاہا۔

"کیوں چھوڑوں؟ میری زندگی ان دونوں کے لیے مزاق ہے؟ میں کوئی کٹپٹلی تھی جو ان نے مجھے اتنے غلط طریقے سے استعمال کیا؟؟" وہ غصے سے چینخا تھا۔

"سچ بتاؤ آمنہ کی پکھر ز تم نے بھیجی تھی ناں؟؟" وہ سخت نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولا۔ زارا کے لیے اس سے نظریں ملانا مشکل ہو گیا۔

"حزیفہ چھوڑ دو اب اس بات کو۔" شایان نے ایک بار پھر مداخلت کی۔

"بولوزارا۔" حزیفہ نے ایک بار پھر اسے کندھوں سے تھاما۔ اسکی پکڑا تھی سخت تھی کے زارا کی اسکی انگلیاں اپنے گوشت میں پیوست ہوتی محسوس ہوئیں۔

"بولو۔" وہ اتنی زور سے دھاڑا کے زارا نے سہم کر کانوں پر ہاتھ رکھا۔

"ہاں میں نے بھیجی تھیں۔" زارا نے کہا تو حزیفہ نے جھٹکے سے اسے چھوڑا۔ گیٹ پر گاڑی کی آواز پر سب اس جانب متوجہ ہو گئے۔ روحان اسی بوڑھے کو گاڑی سے لے کر باہر نکلا۔ حلیمه نے غصے سے آنکھیں مینچ لیں۔ روحان نے اسے گریبان سے پکڑ کر سب کے سامنے لا کر کھڑا کیا۔

"چلیں پیر صاحب سب کو بتائیں کہ یہ میری عزیز پھوپھو جان آپ سے کیا کام کروانے آتی تھیں؟" حزیفہ نے اسکے سامنے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ بوڑھے شخص نے نظریں اٹھا کر حلیمه کو دیکھا۔ حلیمه نے اسے اشارے سے خاموش رہنے کو کہا۔ حزیفہ نے اس بوڑھے کو گریبان سے پکڑا۔

"انہیں کیا دیکھ رہے ہو؟؟ مجھے دیکھ کر بتاؤ ورنہ پولیس باہر ہی کھڑی ہی۔" وہ بوڑھا جانتا تھا حزیفہ جھوٹ نہیں بول رہا۔

حزیفہ نے گھر آ کر روحان کو اس جگہ پولیس لے جانے کو کہا اور روحان نے ایسا ہی کیا۔ وہ پولیس والے روحان کے جاننے والے تھے سوچھ دیر کے لیے اسے روحان کے ساتھ بھیجا مگر احتیاط پکھ افسران کو ساتھ بھیجا۔

اس بوڑھے شخص نے اسی ڈر سے سارا سچ اگل دیا کہ کیسے حلیمہ نے اسے حزیفہ کی منگنگی زارا سے کروانے کے پسیے دیے۔ بعد میں وہ حزیفہ کو پریشان دیکھنا چاہتی تھی جس لیے اس نے جادو کرواایا۔ اس شخص نے حلیمہ سے وجہ پوچھی تو حلیمہ نے کہا کہ حزیفہ اس سے بیر کھاتا ہے اس سے سیدھے منه بات نہیں کرتب فلاں فلاں جس وجہ سے وہ نفرت میں ایسا کروار ہی، ہی۔

پوری بات ختم ہونے کے بعد حزیفہ نے روحان کو اس بوڑھے کو وہاں سے لے جانے کو کہا تو وہ وہاں سے چلے گئے۔

"نہیں، نہیں، نہیں، وہ۔۔۔ وہ۔۔۔ جھوٹ۔۔۔ بول رہا۔۔۔ ہے ماما۔۔۔ ماما ایسا نہیں کر سکتی۔۔۔ ماما نے ایسا نہیں کیا۔۔۔ "زار اتڑپ کر حلیمہ کے قریب آئی۔ "ماموں۔۔۔ ماموں تو یقین کریں وہ جھوٹ بول رہا ہے۔" زار انے علی کا ہاتھ پکڑ کر روٹے ہوئے کہا۔ جسے علی نے بے دردی سے جھٹک دیا۔  
زار اب سلطان کی جانب بڑھی۔

"ماموں۔۔۔ آپ تو یقین کریں۔۔۔ یار۔۔۔" وہ اب بچوں کی طرح رونے لگی تھی۔ سلطان اسے نظر انداز کرتے ہوئے حلمیہ کی جانب بڑھی۔ انکی آنکھوں سے وحشت ٹپک رہی تھی۔ حلیمہ ڈر کر دو قدم پیچھے ہوئی۔

"خاموشی سے اپنی بیٹی کو لے کر یہاں سے نکل جاؤ اور آئندہ اپنی شکل بھی مت دکھانا۔" وہ غرائے تھے۔

"ماموں پلیز ایسا ملت کریں۔۔۔" زار اروتے ہوئے بولی۔

"زارا چلو یہاں سے۔" حلیمه نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے آہستگی سے کہا تو زار اسن ہو گئی۔

"اما۔۔۔ آپ ایسے کیسے جا سکتی ہیں؟؟ انہیں بتائیں سچ کیا ہے۔" زار ان روتے ہوئے کہا۔

"یہی سچ ہے جو تم نے سنا۔ یہ لوگ جو بہت پار سا بن رہے ہیں نال انہیں ان کے حال پر رہنے دو چلو یہاں سے۔" وہ ڈھٹائی سے سلطان کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولی۔ اور زارا کی بازو تھام کرو ہاں سے رخصت ہو گئی۔

آنکی گاڑی وہاں سے رخصت ہوئی تو ایک عجیب سی خاموشی کا وہاں راج تھا۔ آسمان پر ہلکی ہلکی بھلی چمک رہی تھی۔ ہر کوئی دوسرے سے نظریں چرار ہاتھا۔ حزیفہ خاموشی سے نظریں جھکائے آمنہ کے سامنے آکھڑا ہوا۔

"میں تم سے معافی مانگنا چاہتا ہوں آمنہ۔" وہ نظریں جھکائے بولا۔ وہ اب آمنہ سے نظریں ملانے کی ہمت نہیں کر پا رہا تھا۔

"چلو یہاں سے آمنہ۔" شایان اسے اپنے ساتھ لے جاتے ہوئے بولا۔ حزیفہ کے لیے یہ متوقع بات تھی۔ اسے اب کوئی معاف نہیں کرے گا وہ یہ بات جانتا تھا۔ آمنہ کی آنکھیں بھیگ رہیں تھیں مگر وہ سخت چہرا لیے خاموشی سے شایان کے ساتھ گھر سے باہر آگئی۔ ایک ایک کر کے سب وہاں سے چلے گئے۔ اب

وہاں صرف حزیفہ تھا اور اسکی تنہائی۔ لیکن اس کا دل ٹھیک نہیں تھا۔ اس لیے نہیں کہ جو کچھ ہوا وہ سہی ہوا اس لیے کہ اس نے رب سے گلا کرنا چھوڑ دیا تھا۔ اس نے ہر حال میں راضی رہنا سیکھ لیا تھا۔ اسکے دل پر کوئی بوجھ نہ تھا۔ ہاں ایک دکھ کی لہر تھی جو اسکے اندر تھی۔ اب دکھ کس بات کا؟؟

\*\*\*

اگلے چند دن خاموشی سے گزر گئے۔ کسی نے بھی دوسرے سے کوئی بات نہ کی تھی۔ ہر جانب خاموشی کا راجح تھا۔ ہر کوئی دوسرے سے نظریں چرار ہاتھا۔ کسی کے پاس کہنے کو کچھ بھی نہ تھا۔ ہر کوئی اپنے معمول کے کاموں میں مصروف تھا۔

یہ اس واقع کے تین، چار دن کے بعد کی بات تھی۔

وہ سب لوگ ناشتے کی ٹیبل پر موجود تھے۔ شایان اور سلطان آفس کے لیے تیار بیٹھے تھے۔ تانیہ بھی جانے کے لیے تیار تھی۔

"ابو مجھے آپ سے بات کرنی ہے۔" آمنہ نے اس خاموشی کو توڑا۔ شایان نے بھی نظر اٹھا کر اسے دیکھا۔ اسکے گلے میں گلٹی ابھری تھی۔

"جی جی بچے بولو۔" سلطان کھانا کھاتے ہوئے بولے۔ شایان نے کھانے سے ہاتھ ہٹا لیے وہاں مکمل طور پر آمنہ کی طرف متوجہ تھا۔

"ابو میں چاہتی ہوں آپ حزیفہ کو معاف کر دیں۔" آمنہ نے کہا تو سب کے ہاتھ یک دم ساکت ہوئے تھے۔ شایان کی آنکھوں میں سختی تھی۔

"ٹھیک ہے معاف کر دیا۔" سلطان ٹھنڈے لبجے میں بولے۔ آمنہ اپنی کرسی سے اٹھ کر سلطان کے قریب آئی اور گھٹنوں کے بل بیٹھ گئی اور نرمی سے انکا ہاتھ تھاما۔

"ابو آپ جانتے ہیں میں کیا کہنا چاہ رہی ہوں۔" آمنہ نے معصومیت سے کہا۔ "ایسا کچھ نہیں ہو گا۔ لحاظا اس طاپک کو بند کرو۔" شایان نے سختی سے کہا۔

"ابو آپ جانتے ہیں میں اس کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ آپ۔۔۔ آپ سمجھیں قسمت کو یہی منظور تھا۔" وہ اب بھی سلطان کے چہرے کو دیکھتے ہوئے بول رہی تھی۔ سلطان خاموش رہے۔ انہیں سمجھنا آیا وہ اسے کیا جواب دیں۔

"ابو آپ پلیز چاچو سے بات کریں۔" اسکی آنکھوں میں ہلکی نمی تھی۔ اس نے محبت کے آگے خود کو جھکا لیا تھا لیکن ایک باو قاردل کے لیے یہ سب آسان نہ تھا۔ یوں عزت نفس کو ٹھکرانا عزیت ناک تھا۔

ثانیہ خاموشی سے یہ سب دیکھتی رہی بولی کچھ نہیں۔

"آمنہ تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے؟؟" شایان غرایا تھا۔

"میں بات کروں گا۔" سلطان نے کہا تو شایان کے غصے میں اضافہ ہوا۔ آمنہ نے انکے ہاتھوں کو عقیدت سے چوما۔

"اشکر یہ ابو۔" وہ اتنا کہہ کر اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

"ابو یہ سب کیا ہے؟؟ اسکو تو عقل ہے، ہی نہیں آپ تو سوچ سمجھ کر فیصلہ کریں۔" وہ ملکے غصیلے لہجے میں بولا تھا۔

"میری لیے میری بیٹی کی خواہش سے بڑھ کر کچھ نہیں ہے۔" وہ دوبارہ ناشستہ میں مصروف ہو گئے یوں جیسے کچھ ہوا، ہی نہ ہو۔

ثانیہ خاموشی سے اٹھ کر باہر کی جانب بڑھ گئی۔ شایان بھی اٹھ کر چلا گیا۔ "اس میں کچھ غلط نہیں ہے مگر حزیفہ نے پہلے بھی اچھی حرکت نہیں کی تھی اس بات کی کیا گارنٹی ہے کہ وہ آمنہ کے ساتھ دوبارہ ایسا نہیں کرے گا؟؟؟" فریال نے فکر مندی سے کہا۔

"دیکھتے ہیں۔" سلطان اتنا کہہ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ گھر میں ایک بار پھر ویسی ہی خاموشی تھی۔

\*\*\*

\*\*\*

وہ دونوں مسلسل خاموش تھے۔ انکے درمیان کوئی بات نہ ہوئی تھے۔ "اگر آمنہ چاہتی ہے تو۔۔۔" ثانیہ کی بات ابھی مکمل بھی نہ ہوئی تھی کہ شایان نے اسے ٹوکا۔

"وہ جو چاہتی ہی میں اسکے حق میں نہیں ہوں اور تم بھی اب ایسی کوئی بات مت کرنا۔" شایان کے چہرے پر واضح ناگواری تھی۔

"حزیفہ کو بچہ سمجھ کر معاف کر دیں۔ آپ تو جانتے ہیں اس نے نادانی میں سب کیا اور آپ تو یہ بھی جانتے ہیں ناں کہ حزیفہ آمنہ کو کتنا پسند کرتا ہے۔" تانیہ نے ایک بار پھر کوشش کی۔ شایان نے گاڑی ہا سپیل کے سامنے کھڑی کی تھی۔ گاڑی روک کر وہ تانیہ کی طرف مرٹا تھا۔

"بس یہ ہفتہ اگلے ہفتے سے تم جا ب پر نہیں جاؤ گی۔" اس نے نرمی سے کہا جبکہ تانیہ کامنہ ہی کھل گیا تھا۔ وہ کس بات کا جواب کیا دے رہا تھا۔

"میں جا ب نہیں چھوڑوں گی۔" اس نے احتجاج کیا تھا۔ شایان اسے کچھ دیر دیکھتا رہا پھر نظریں جھکا کر ہنس دیا۔

"بیگم میں آپ کی حالت کے پیشِ نظر کہہ رہا ہوں ورنہ آپ کی جا ب چھڑوا کر میں کیا کروں گا؟" وہ نرمی سے اکاہاتھ تھام کر بولا۔

"چھوڑیں مجھے میں کیا بات کر رہی تھی اور آپ کیا بات لے کر بیٹھ گئے۔" وہ خفگی سے اپناہاتھ چھڑا کر گاڑی سے باہر آئی۔ وہ جب یوں خفا ہوتی تو اسکے پھولے گال دیکھ کر منا نے کو جی نہ چاہتا۔ گاڑی سے باہر آ کر تانیہ نے پوری قوت سے گاڑی کا دروازہ بند کیا تھا۔ شایان ٹھوڑی تلے ہاتھ رکھے چہرے پر

مسکر اہٹ سجائے دچپسی سے اسے دیکھتا رہا۔ جب تانیہ نے دروازہ بند کیا تو شایان ایک بار پھر ہنس دیا۔

".So cute "

وہ یہ کہہ کر دل کھول کر ہنسا یقیناً گرتا نیہ یہ سن لیتی تو اپنا پرس اسکے سر پر ضرور مارتی۔

\*\*\*

وہ مسجد میں خاموشی سے بیٹھا تھا۔ نماز ادا کر کے سب لوگ جا چکے تھے محض ایک دلوگ موجود تھے۔ اور اسکے ساتھ روحان تھا۔ جو خاموشی سے ناجانے کتنی دیر سے اسکے ساتھ بیٹھا تھا۔ یہ اس کارروز کا معمول تھا۔ حزیفہ اور روحان ہمیشہ ساتھ ہی مسجد میں آتے تھے اور پچھلے کچھ دنوں سے حزیفہ ایسے ہی نماز پڑھ کر ناجانے کتنی دیر خاموشی سے بیٹھا رہتا۔

"اب کیوں پریشان ہو؟؟؟" روحان نے آج اس سے پوچھا تھا۔

"پریشان نہیں ہوں۔" چند پل کی خاموشی کے بعد وہ بولا۔

"پھر کہاں الجھے ہوئے ہو؟؟؟" روحان نے نرمی سے پوچھا۔

"مجھے نہیں پتا۔" اس نے اپنا سرد و نوں ہاتھوں میں گرا دیا۔

"میں واقع الجھا ہوا ہوں لیکن پتا نہیں کہاں۔ میں ۔۔۔ میں ۔۔۔ پریشان بھائی ہو ۔۔۔ میں ۔۔۔ دکھی بھی ہو ۔۔۔ میں تکلیف میں ہوں۔" وہ ایسے ہی کھوئے

ہوئے لہجے میں بولا۔

"مگر کیوں؟؟" اس نے وجہ جاننی چاہی۔

"میں اسے واقع پسند کرتا تھا وہ حان۔" اسکی آنکھ سے آنسوں نکلے تھے۔

"میری محبت صاف تھی یہ--- یہ اسکی ماں کے اعمال کی سیاہی تھی جو ہمارے پیچ آگئی۔" اس نے آنکھیں رگڑ کر صاف کیں۔

"تو تم آمنہ سے محبت نہیں کرتے تھے؟؟" اسکے سوال نے حزیفہ کو چند پل کے لیے خاموش کر دیا۔

"تم مجھے بے وفا کہہ سکتے ہو میں برا نہیں مانوں گا۔" شاید وہ اس سوال سے پچنا چاہتا تھا۔

"اگر اب آمنہ دوبارہ آئی تو تم کیا کرو گے؟؟" وہ اتنے سخت سوال کیوں کر رہا تھا؟؟

"وہ ایسا نہیں کرے گی۔ وہ بہت باوقار ہے۔ جس نے اسے ایک بار ٹھکرایا وہ دوبارہ اسکی طرف مرٹ کر بھی نہیں دیکھتی۔" وہ نظریں جھکائے جواب دیتا چلا گیا۔

"محبت میں عزت نفس نامی کوئی چیز نہیں ہوتی حزیفہ۔" وہ کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ "اگر وہ دوبارہ آئے تو سمجھ جانا اسکی محبت سچی ہے، اسے قبول کر لینا۔" اس

نے ہھیلی حزیفہ کے سامنے رکھی۔ یہ اشارہ تھا کہ اب چلننا چاہیے۔ حزیفہ بھی اٹھ کھڑا ہوا۔

مسجد گھر سے زیادہ دور نہ تھی سو وہ دونوں پیدل ہی نکل پڑے۔  
حزیفہ کے گھر کے باہر پہنچنے پر اس نے روحان سے ہاتھ ملا یا۔ روحان نے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"یہ تکلیف، یہ غم، یہ مشکلات عارضی ہیں حزیفہ۔ تمہیں یہ زندگی کا سب سے مشکل موڑ لگ رہا ہو گا لیکن زندگی یہاں ختم نہیں ہوتی۔ تمہیں لگ رہا ہو گا یہ غم ساری زندگی تمہیں کھاتا رہے گا، تم کبھی دوبارہ مسکرا نہیں سکو گے۔ مگر میرا رب ہر ہر غم کو ختم کرنا جانتا ہے۔ وہ تمہاری ہر مشکل کے لیے کچھ حل نکالے گا۔ اور میرا رب تمہیں ایسی خوشیوں سے نوازے گا کہ تم اسکا شکر ادا کرتے نہیں تھکو گے۔"

یہ ہمارے اللہ کی محبت۔ "بے شک ہر مشکل کی ساتھ آسانی ہے۔" وہ اتنا کہہ کر اسکے کندھے پر تھکی دے کر چلا گیا۔ حزیفہ نے اسے دور تک جاتے دیکھا۔ محض یہ ایک تسلی ہی حزیفہ کو کتنا پر سکون کر گئی تھی کوئی نہ جانتا تھا۔ وہ مسکرا کر اندر کی جانب بڑھ گیا۔

اسکے بیڈ پر سامان بکھرا پڑا تھا۔ چھوٹی چھوٹی جیولری جس میں بہت سی چوریاں اور جھمکے موجود تھے ڈبوں سے باہر پڑے تھے۔ اسکے ہاتھ میں ایک ڈائری موجود تھی جس میں کافی شعر لکھنے کے لئے چوریاں یا جھمکے لا یا کرتا تھا۔ وہ اسے منع کرتی تھی کہ وہ اتناسب کب پہنے گی مگر حزیفہ کہتا تھا ملت پہننا بس میراپیار سمجھ کر اپنے پاس رکھ لو۔ ڈائری میں چند صفحوں بعد پھولوں کی پتیاں موجود تھیں۔ کچھ مر جھاچکیں تھیں انکی خوشبو بھی بلکل ماند پڑ چکی تھی۔ اور کچھ مر جھائی تو تھیں لیکن انکی خوشبواب تک زندہ تھی۔ آمنہ نے ان پتیوں کو ناک کے قریب لے جا کر سونگھا تھا۔ آنکھیں بند کیے وہ اس خوشبو کو اندر تک اتار رہی تھی۔ بے اختیار اسکے گال پر ایک آنسوں بہا تھا۔ اس نے آنکھیں کھول کر سامنے موجود ڈائری پر نظر ڈالی۔ سامنے حزیفہ کی لکھائی میں ایک غزل لکھی ہوئی تھی۔ یہ ڈائری حزیفہ نے آمنہ کو گفت کی تھی۔ اور حزیفہ ہر چند عرصے بعد اس سے واپس لے لیا کرتا تھا اور اس پر کوئی نہ کوئی غزل لکھ کر واپس کیا کرتا تھا۔ کبھی اسے منانے کے لیے، کبھی اسے چڑانے کے لیے اور کبھی اپنی بے لوث محبت جتنا نے کے لیے وہ ایسے ہی غزل لکھا کرتا تھا۔

مانا کے تھوڑی نکمی ہے وہ  
مگر اس دل نادان کی شہزادی ہے وہ

مزانج اسکا میرے سامنے بلکل گلاب جیسا  
دوسروں کے لیے کانٹوں سے بھرے شاخ ہے وہ  
ڈر اسکو کھونے کا اندر سے کھا جاتا ہے مجھے  
جیسے کینسر کی بیماری ہے وہ  
جو بھی دیکھے فوراً پکھل جائے  
اس قدر بھولی صورت رکھتی ہے وہ  
جو بھی آئے منہ میں جھٹ سے بول دیتی ہے  
اس قدر دل صاف رکھتی ہے وہ  
باتوں میں کوئی بھی اس سے آگے نکلنہ پائے  
تلوار سی تیز زبان رکھتی ہے وہ  
موت اسے آئے مر میں جاؤں  
میری جان میں جان رکھتی ہے وہ  
وہ الفاظ پڑھتے پڑھتے کب آنسوں کی رفتار میں اضافہ ہو گیا اسے معلوم نہ ہوا مگر  
وہ زور زور سے رونے لگی۔ وہ بچوں کی طرح بلکہ کر رورہی تھی۔ کیوں؟  
آخر حزیفہ اس کے ساتھ ایسا کیسے کر سکتا ہے؟ وہ تو اس سے محبت کا داعوے دار  
تھا۔ پھر کہاں گئی اسکی محبت؟ کیا یہ محبت تھی جو ختم ہو گئی؟ مگر جو ختم ہو جائے  
وہ تو محبت نہیں ہوتی۔

ہاں اس نے حزیفہ سے بے انہتا نفرت کی تھی۔ وہ نفرت نہیں آگ تھی۔ مگر کب تک؟ آگ ایک دن بجھ جاتی ہے۔ وہ دنیا کے سامنے اس سے نفرت کر سکتی تھی مگر جب وہ اسے یاد کرتی تھی تو وہ بلکل پہلے کی طرح اس پر حاوی ہو جاتا تھا۔ چند بیل، ہی سہی مگر وہ نفرت اسکے دل میں کہیں نہیں ہوتی تھی۔

ناجانے کتنی دیر وہ ایسے ہی روئی رہی۔ وہ کبھی ایک چیز کو اٹھا کر دیکھتی کبھی دوسری۔ کافی وقت گزرنے کے بعد اس نے بے دردی سے اپنی آنکھیں صاف کیں تھیں۔ رونے کے باعث اسکی آنکھوں کے پیو پڑے سونج چکے تھے۔ اس نے ایک ایک کر کے وہ ساری چیزیں سمجھیں اور ایک ڈبے میں ڈال کر الماری کے اوپر رکھ دی۔ اسکے چہرے پر کہیں بھی وہ بیچارگی، وہ بے بُسی اور آنکھوں میں وہ محبت کہیں بھی نہیں تھی۔

\*\*\*

وہ تینوں ناشتے کی ٹیبل پر موجود تھے۔ بچھلے چند دنوں کی خاموشی آج بھی برقرار تھی۔ ناشتا کرتے ہوئے علی نے کھانے سے ہاتھ پچھے کھینچ لیے۔ "اب بھی اپنی منہماںی کرنی ہے یا باپ کی بات مانو گے؟؟؟" علی نے حزیفہ سے پوچھا جو بے دلی سے ناشتہ کر رہا تھا۔

"کیا مطلب؟؟؟" اس نے ناسمجھی سے کہا۔ نازیہ خاموشی سے دونوں کی گفتگو سنتی رہی۔ وہ جانتی تھی کیا بات ہونے والی ہے۔

"حزیفہ تم نے اپنی مرضی سے کیا جو بھی کیا میں نے کوئی سوال نہیں کیا بلکہ

تمہارا ساتھ دیا اب خدار امیری بات مان لو۔" وہ نرمی سے بولے۔

"آپ بتائیں تو سہی آپ کہہ کیا رہے ہیں؟" حزیفہ کو کچھ سمجھنا آئی۔

"آمنہ سے شادی کرلو۔" علی نے کہا تو حزیفہ بے بسی سے ہنس دیا۔

"وہ مجھ سے شادی نہیں کرے گی۔" وہ نظریں جھکا کر بولا۔

"وہ کرے گی اس نے خود کہا ہے۔" علی نے کہا تو حزیفہ کو دھچکا لگا۔

"اس نے خود کہا ہے ایسا؟؟؟" حزیفہ نے پوچھا۔

"ہمہم رات کو سلطان سے بات ہوئی اس نے بتایا کہ آمنہ یہ چاہتی ہے۔" حزیفہ کو انکی بات پر بلکل یقین نہ آیا وہ بے یقینی سے انہیں دیکھتا رہا۔

"خدار احیفہ مجھے میرے بھائی کے سامنے مزید ذلیل مت کروانا۔" وہ بیچارگی سے بولے۔

"ٹھیک ہے جیسا آپ کو بہتر لگے۔" وہ یہ کہہ کر باہر کی جانب بڑھ گیا۔

مگر اس کا دماغ وہیں اٹکا تھا۔ آمنہ واقع دوبارہ رشتہ جوڑنا چاہتی ہے؟؟ اسے اب

بھی یقین نہیں آ رہا تھا۔ وہ جانتا تھا آمنہ اتنی مظبوط اور باوقار تھی کہ محبت

ہونے کے باوجود بھی وہ ایسے شخص کا ساتھ نہ مانگتی جس نے اسے ٹھکرایا۔

گاڑی ڈرائیور کرتے ہوئے بھی وہ مسلسل اسی سوچ میں کھویا ہوا تھا۔

حزیفہ کو بے اختیار برالگا تھا۔ وہ لڑکی اپنا وقار گنو کر اس کا ساتھ مانگ رہی تھی مگر  
حزیفہ اب اسے اپنے دل میں وہ مقام نہیں دے سکتا تھا۔ اگر وہ اس سے پہلی سی  
محبت کرنے کی ہزار کوشش کرتا تو وہ ناکام ہوتا کیوں کہ وہ مقام زارا حاصل کر  
چکی تھی۔ اچانک حزیفہ نے بریک پر پاؤں رکھا۔ پوری رفتار سے دوڑتی گاڑی  
یک دم ٹھر گئی۔ اسے خود پر غصہ آرہا تھا۔ اسے زارا پر غصہ آرہا تھا۔ اس نے بے  
بُسی سے اپنا سر تھام لیا۔ کافی دیر ایسے ہی رہنے کے بعد اس نے بالوں میں ہاتھ  
پھیر کر خود کو پر سکون کیا اور گاڑی سٹارٹ کر کے وہ آگے بڑھ گیا۔

\*\*\*

زارا آج جل بلکل غائب تھی۔ اسکی کوئی خبر نہ تھی۔ حزیفہ نے کئی بار سوچا وہ  
اسے کال کرے۔ اسے ایک وضاحت تودے کہ وہ توبے قصور تھی مگر ہر جانب  
سکوت رہا۔ وہ خود اس سے بات کرنا چاہتا تھا مگر اب وہ مزید کوئی کشیدگی نہیں  
چاہتا تھا سو وہ بھی خاموش رہا۔

وہ مسجد جانے کے لیے گھر سے باہر نکلا تھا کہ سامنے سے آمنہ کو آتے دیکھ کر  
رک گیا۔ وہ سفید رنگ کی قمیض شلوار میں ملبوس تھی جس پر اس نے کلرفل  
دوبٹا اوڑھ رکھا تھا۔ حزیفہ آج بہت دنوں بعد۔ اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ چہرے پر  
معصومیت سجائے حزیفہ کی جانب بڑھی۔

"کیسے ہیں؟" وہ مسکرا کر بولی۔ حزیفہ کو اسکی مسکراہٹ پر شک ہوا۔ آمنہ کو تو اس کا سر پھاڑنا چاہیے تھا پھر وہ اتنی ریلیکس کیسے تھی؟

"ٹھیک ہوں تم کیسی ہو؟" وہ نظر وں کا زاویہ ادھر ادھر موڑتے ہوئے بولا۔ "ٹھیک ہوں۔" وہ اتنا کہہ کر اندر جانے والی تھی جب حزیفہ نے اسے روکا۔ "بات سنو۔" حزیفہ نے کہا۔

"جی۔" وہ نرمی سے بولی۔

"تایا ابو نے بابا سے جو بات کی وہ سچ ہے؟؟؟" اس سے سمجھنہ آیا وہ اس سے کیسے ذکر کرے۔

"جی سچ ہے۔" وہ اپنی انگلیاں مسلتے ہوئے کنفیوزسی بولی۔

"مگر تم ایسا کیوں چاہتی ہو؟؟؟" حزیفہ کو اب بھی یقین نہ آیا۔

"مجھے نہیں پتابس میں یہی چاہتی ہوں۔" وہ اتنا کہہ کر بغیر وقت ضائع کیے اندر کی جانب بڑھ گئی تھی۔

"محبت میں عزت نفس جیسی کوئی چیز نہیں ہوتی۔" روحان کے الفاظ اسکے ذہن میں گونجے تھے۔

وہ سر جھٹک کر وہاں سے چلا گیا۔

\*\*\*

سب کی رضامندی لینے کے بعد حزیفہ اور آمنہ کا سادگی سے نکاح کر دیا گیا تھا۔

وہ اس وقت لان میں بنے سادہ سے تیج پر بیٹھا تھا۔ کریم کلر کی شلوار فیض پہنے بازو کو کھنیوں تک فولڈ کیے وہ مسکرا کر کسی سے بات کر رہا تھا۔ نکاح مکمل ہو چکا تھا اور اب سب انہیں مبارکباد دے رہے تھے۔ آمنہ بھی کریم کلر کی سادہ سی پاؤں کو چھوتی میکسی میں ملبوس تھی جس کے گلے اور بازو پر گولڈن رنگ کا نفیس کام کیا گیا تھا۔ سر پر حجاب آج بھی ویسا ہی تھا۔ دودھ دھیار نگت پر سب سے سخنے والی چیز اسکی سرخ لپسٹیک تھی۔ اسکے علاوہ اسکے چہرے پر کوئی میک آپ نہ تھا۔ اور اس سادگی میں بھی وہ کمال لگ رہی تھی۔

شايان اسکے قریب آ کر ٹھہر گیا۔ اسکی آنکھوں میں وہ بھائی والی محبت کافی کم تھی نے نرمی سے آمنہ کو ہاتھ سے پکڑ کر کھڑا کیا اور سینے سے لگایا۔

آمنہ کی آنکھوں میں آنسوں جھلکے تھے۔ کچھ دیر یوں ہی رہنے کے بعد شايان آہستہ سے اسکے کان کے قریب ہو کر بولا۔

"یہ مت سمجھنا کہ میں اب تمہارا ساتھ دوں گا۔" یہ وہ الفاظ نہیں تھے جو آمنہ آج اسکے منہ سے سننا چاہتی تھی۔ وہ پتھر کی ہو گئی۔

"دیکھو تو تم کتنی بڑی ہو گئی اب اپنا ہر فیصلہ خود لے سکتی ہو میں تمہاری خواخواہ مدد کرتا رہا۔" وہ مسکرا کر اتنی آہستگی سے بول رہا تھا کہ صرف آمنہ اسکو سن پا رہی تھی۔

"بھائی؟؟" آمنہ کے اندر کچھ بہت زور سے ٹوٹا تھا۔ اسکی آنکھوں میں کرچیاں سے بھر گئیں۔

"بھائی مانتی تو مجھ سے پوچھتی، مجھے بتاتی۔ کیا میں نے آج سے پہلے کچھ غلط ہونے دیا تھا تمہارے ساتھ جواب ہونے دیتا؟؟ مگر تم تو بڑی ہو گئی نا۔" وہ تلنگ سے ہنسا۔ آمنہ کا چہرہ لٹھے کی مانند سفید ہو گیا۔

"اللہ تھمہیں ڈھیر سی خوشیاں دے۔ آمین" وہ اسکے ماتھے کونزی سے چھوتے ہوئے بولا۔ مگر یہ دعا آمنہ کو بد دعا لگی تھی۔ وہ کیسے خود کو اس سے دور کر سکتا تھا؟؟ وہ تو اس کا بھائی تھا۔ اس کا دوست، اس کا گارڈین، اس کا ہم راز۔ ہم راز؟؟ کیا واقع؟؟ شاید یہیں آمنہ سے غلطی ہو گئی تھی۔

\*\*\*

وہ حزیفہ کے کمرے میں آج اسکی دلہن کے روپ میں سمجھی بیٹھی تھی۔ مگر اسکی آنکھیں ویران تھیں۔ شایان کے الفاظ اسکے ذہن میں ہتھوڑے کی مانند برس رہے تھے۔

انہی سوچوں کے درمیان کب حزیفہ اسکے سامنے آ کر بیٹھا اسے کچھ معلوم نہ تھا۔

"آمنہ؟؟" حزیفہ کے پکارنے پر وہ ہوش کی دنیا میں آئی۔ "ہم۔" وہ چونک کر بولی۔

"تم ٹھیک ہو؟؟" اس نے پریشانی سے پوچھا۔

آمنہ کی آنکھوں میں آنسوں چمغ ہوئے تھے۔

"مجھے۔۔۔ مجھے ڈر لگ رہا ہے۔" وہ اتند کہہ کر رونے لگی۔

"کیا ہوا ہے؟؟ کسی نے کچھ کہا ہے تم سے؟؟" حزیفہ نے اسکے چہرے کو ہاتھوں میں تھام کر پوچھا۔

آمنہ نے اسکے ہاتھوں کے پردے دھکیلا اور اسکے سینے سے لگ کر رونے لگی۔  
حزیفہ حیران رہ گیا۔

"ریلیکس۔ کیا ہو گیا کچھ بتاؤ تو۔" وہ مسلسل اسے چپ کروانے کی کوشش کر رہا تھا۔

کچھ دیر بعد آمنہ خاموش ہوئی۔

"میں چینچ کر کے آتی ہوں۔" وہ آنکھیں رگڑتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔ کچھ دیر بعد وہ ہلکے سبز رنگ کی سادہ سی فراک میں ملبوس تھی۔ دوبٹہ گلے میں جھول رہا تھا اور بال کھلے چھوڑ دیے گئے تھے۔ چہرے پر پانی کی ہلکی بوندیں موجود تھیں۔

"اب پتاو کیا ہوا تھیں؟؟" اس نے نرمی سے اسکا ہاتھ تھام کر پوچھا۔

"کچھ نہیں بس عجیب لگ رہا تھا۔" وہ بس اتنا بولی۔

حزیفہ نے اس سے مزید کوئی وضاحت نہیں مانگی تھی۔ تھوڑی دیر بعد جب وہ چنچ کر کے آیا تو آمنہ بیڈ پر بیٹھی بالوں کو چھیا کی صورت میں باندھنے میں مصروف تھی۔

حزیفہ اسکے دوسری طرف سے اسکے قریب بیٹھ گیا۔ وہ دونوں ہی ایک دوسرے کے بولنے کے منتظر تھے۔

"آئی ایم سوری۔" حزیفہ اسکی جانب مرٹے ہوئے بولا۔

"کس لیے؟؟" آمنہ نے انجان بننے کی کوشش کی۔

"پتا نہیں مجھے کیا ہو گیا تھا جو میں نے اس سب پر یقین کر لیا۔" وہ نظریں جھکا کر شرمندگی سے بولا۔

"اب ان سب باتوں کا فائدہ نہیں ہے حزیفہ۔ آپ بس یہ بتائیں کہ اب آپکے خیالات کیا ہیں؟؟" آمنہ نے اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔  
حزیفہ اس سے نظریں نہیں ملا سکا۔ آمنہ کے دل کو کچھ ہوا۔

"آئی ایم سوری۔" حزیفہ نے ایک بار پھر کہا۔ اس بار آمنہ نے کوئی وضاحت نہ مانگی۔

"میں اسے بھولنے کی کوشش کروں گا۔" یہ الفاظ آمنہ کو اپنے کانوں میں پکھلتے ہوئے سیسے کے طرح محسوس ہوئے۔ وہ کچھ بولنے کے قابل ہی نہ رہی۔  
"تم--- نے --- یہ شادی۔ زبردستی کی ہے؟؟" آمنہ نے پوچھا۔

"او نہوں مگر شاید یہ محبت کی شادی نہیں ہے۔" آمنہ کو لگا وہ سانس نہیں لے سکے گی۔

"تم مجھے ہمیشہ سے پسند تھی، ہو اور رہو گی۔ مجھے تم سے محبت بھی تھی مگر۔۔۔ مگر۔۔۔" اسے الفاظ چننے میں مشکل ہوئی۔

"مجھے نہیں پتا تھا مجھے اس سے محبت ہو جائے گی۔"

"ستاپ اٹ حزیفہ۔" اسکی آنکھوں میں آنسوں کی تہہ تھی جنہیں وہ کمال مہارت سے چھپا گئی تھی۔ اسے اپنا آپ بے مول لگا تھا۔

"اب مزید کوئی لفظ مت کہنا۔" وہ اتنا کہہ کر اسکی جانب پیٹھ کر کے لیٹ گئی۔ حزیفہ نے ٹھنڈی سانس خارج کی۔ وہ اسے جھوٹ کی دنیا میں نہیں رکھنا چاہتا تھا۔ مگر وہ نہیں جانتا تھا اس نے آمنہ کے دل کو کس بے دردی سے پیروں تلے رونداتھا۔

وہ خود کو احترام کے قابل سمجھتی تھی۔ وہ خود کو با وقار سمجھتی تھی۔ اس نے جس شخص کو چاہا تھا اسے حاصل کیا تھا مگر وہ اسے اسکی اپنی نظر وں تک میں گرا گیا تھا۔

شادی کے دو دن بعد ہی وہ لوگ گھونے کے لیے نکل پڑے تھے۔ حزیفہ جس کیمیکل انڈسٹری میں کام کرتا تھا وہاں زیادہ دن کی چھٹی نہیں مل سکتی تھی۔ آمنہ اس وقت گھرے براؤن رنگ کے پاؤں تک چھوتے فرماں میں ملبوس تھی۔

جبکہ حزیفہ سیاہ فیض شلوار پہنے ہوئے تھا۔ آمنہ کے سر پر جا ب آج بھی ویسا ہی تھا۔ وہ لوگ اس وقت لاہور کی مشہور بادشاہی مسجد میں موجود تھے۔ آمنہ معصومیت سے مسکرار ہی تھی جبکہ حزیفہ اسکی تصویریں لے رہا تھا۔ حزیفہ اسے کوئی پوز بتاتا جسے کرنے سے وہ انکار کر دیتی۔ مگر کچھ دیر بعد وہ ہی پوز بناتے ہوئے ہنس پڑی حزیفہ بھی اسے دیکھ کر مسکرا دیا۔ آمنہ اسکے قریب کھڑی تصویریں دیکھ رہی تھی۔ حزیفہ کافی دراز قد تھا۔ آمنہ اسکے کندھوں تک آتی تھی۔ کوئی ایسی تصویر آتی جسے حزیفہ کو ہر گز ملک نہیں کرنا چاہیے تھا، آمنہ پوری گردان اٹھا کر گھور کے اسے دیکھتی جس پر وہ محض ہنس دیتا۔ آمنہ اب بھی اسے گھور رہی تھی جب اچانک حزیفہ کی مسکراہٹ سمٹی تھی۔ اسکی نظریں آمنہ پر جمی تھی مگر وہ ساکن تھیں۔ اسکی دھڑکن بے ترتیب ہوئی۔ حزیفہ نے یک دمپٹ کر ادھر ادھر دیکھا۔

"کیا ہوا حزیفہ؟؟" آمنہ نے اسکی بازو پکڑتے ہوئے پوچھا۔ حزیفہ نے کوئی جواب نہ دیا، وہ ایسے ہی ادھر ادھر دیکھتا رہا۔

"حزیفہ؟؟" آمنہ نے ایک بار پھر اسے پکارا۔

"مجھے لگا یہاں زارا تھی۔" وہ کھویا کھویا سا بولا۔ آمنہ کی گرفت یک دمڈھیلی پڑی تھی۔ اسکا چہرہ بالکل سفید ہو گیا۔ حزیفہ چند پلیوں ہی متلاشی نظرؤں سے ادھر ادھر دیکھتا رہا پھر اچانک آمنہ کا خیال آنے پر اسکی جانب مرڑا۔

"آئی ایم سوری۔" اس نے آمنہ کا ہاتھ تھا منا چاہا جسے آمنہ نے بے حسی سے جھٹک دیا۔

"چلیں چلتے ہیں واپس۔" وہ اتنا کہہ کر مڑ گئی۔ حزیفہ بھی اسکے پیچھے چل دیا۔

\*\*\*

وہ لوگ آپریشن تھیٹر کے باہر بے چینی سے کھڑے تھے۔ شایان سینے پر ہاتھ باندھی ٹھیٹل رہا تھا۔ سیاہ شرٹ کے اوپری دو بٹن کھلے ہوئے تھے۔ وہ بکھری ہوئی حالت میں تھا۔ حزیفہ بھی اسکے ساتھ کھڑا تھا جبکہ آمنہ پیش پر بیٹھی تھی۔ وہ لوگ آج صحیح ہی واپس آئے تھے۔ آپریشن تھیٹر کا دروازہ کھلتے ہی ڈاکٹر باہر آئی۔

"مبارک ہو بیٹی ہوئی ہے۔" ڈاکٹر کے کہنے پر شایان کے قلب تک راحت ملی تھی۔ سب اسے مبارکباد دے رہے تھے۔

"ڈاکٹر تانیہ کیسی ہے؟" اس نے ڈاکٹر سے پوچھا۔

"بلکل ٹھیک ہیں کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے۔" وہ اتنا کہہ کر آگے چل پڑیں۔ پیچھے سے ایک درمیانی عمر کی نر س بچے کو گود میں لیے باہر نکلی تھی۔ سب لوگ بھاگے ہوئے اسکی جانب بڑھے۔

"اسکے پاپا کون ہیں انکو دکھائیں گے پہلے۔" وہ ایسے کہتی ہوئی حزیفہ کو زہر لگی تھی۔

"میں دیکھوں گا پہلے۔" وہ اچھل کر سامنے آیا تھا۔

نرس نے بغیر کچھ سمجھے بھی کو اسکے سامنے کیا۔ واللہ وہ تانیہ کی کاپی تھی۔ گول مٹول چہرہ اور ٹھوڑی پر موجود ہلکا سا گڑھا۔ ابھی حزیفہ نے جی بھر کر دیکھا بھی نہ تھا کہ نرس اسے لے کر چل پڑی۔

"ارے ارے دیکھنے تو دو۔" حزیفہ اور شایان اسکے پچھے بھاگے تھے۔

"ابھی بے بی کو کچھ دیر نرسری میں رکھیں گے بعد میں دیکھیے گا۔" وہ اتنا کہتے ہوئے نرسری کی جانب بڑھ گئی جہاں مردوں کا داخلہ منع تھا۔

"تم کیوں ٹپک پڑتے ہو ہر جگہ میں نے سہی سے دیکھی بھی نہیں۔" شایان نے غصے سے کہا۔

"کیوں کے پہلے میرا حق بنتا تھا دیکھنے کا۔" وہ بھی اسے تپاتک ہوئے بولا۔

"میں اسکا باپ ہوں۔" شایان نے بھنوئیں سکریٹریتے ہوئے کہا۔

"ہاں تو؟ میں ماموں ہوں اسکا۔" وہ با قائدہ لڑنے لگے تھے۔

"ارے بس کرو ہمارا بھی حق تھا۔" نازیہ نے انہیں ٹوکا تھا۔ وہ دونوں اس خونخوار نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔

\*\*\*

دودن بعد تانیہ کو ڈسچارج کر دیا گیا تھا۔ آمنہ اور حزیفہ نے گھر کو بہت خوبصورتی سے سجا�ا تھا۔ حزیفہ اور آمنہ کی اچھی خاصی لڑائی ہوتی تھی۔ حزیفہ

چاہتا تھا تانیہ اور بے بی کا ویکم اسکے گھر ہو جبکہ آمنہ نے اسے بہت سمجھایا کہ ایسا نہیں ہوتا۔ پھر بل آخر نازیہ کے سمجھانے پر حزیفہ تھوڑا خاموش ہوا۔ پورے گھر میں جگہ جگہ پنک ٹکڑے غوبارے اور پھول لگائے گئے تھے۔ تانیہ کے گھر میں داخل ہوتے ہی فریال نے اسکے اور بچی کے سر سے پیسوں کا صدقہ دیا تھا۔

\*\*\*

تانیہ اس وقت بیڈ پر بیٹھی کھانا کھانے میں مصروف تھی جبکہ حزیفہ شایان سے بچی کو چھین کر اس سے کھلنے میں مصروف تھا۔ شایان ایک جانب صوفے پر بیٹھا اسے سخت نظرؤں سے گھور رہا تھا۔

"اوو اوپی دیکھیں اسکی آنکھیں بلکل میرے جیسی ہیں۔" حزیفہ کے کہنے پر تانیہ ہلاکاسا مسکراتی جبکہ شایان کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔

"چھوٹے مکار انسان غور سے دیکھو میری جیسی ہیں۔" وہ بھی اسکے قریب آ کر دیکھنے لگا۔

"جی نہیں دیکھیں اسکی آنکھیں گولڈن ہیں۔ گولڈن اور بلو میں فرق پتا ہے؟؟" حزیفہ نے بچی کو پیار کرتے ہوئے کہا۔

"مگر کل تو اسکی آنکھیں بلو تھیں۔" شایان بس رو دینے کو تھا۔ جبکہ تانیہ کا قہقہا گونجا تھا۔

"اسکی آیز کا گلریر ہے۔ اسکی آیزاصل میں گولڈن ہیں لیکن انکے گرد نیلی لکیر ہے۔" اسکے کہنے پر دونوں کی آنکھیں کھلی رہ گئیں۔  
"ہاں کبھی زیاد بلوگتی ہیں کبھی گولڈن مگر اصل میں اسکی آنکھیں زیادہ گولڈن ہیں۔" وہ تومزے سے کھانا کھاتے ہوئے کہہ رہی تھی نگر حزیفہ اور شایان کو جھٹکا لگا تھا۔

"اللہ کرے کچھ وقت بعد مکمل بلو ہو جائیں۔ آمین۔" شایان نے دعا کی تھی جب کی حزیفہ نے عصے سے اسے گھور کر دیکھا تھا۔

\*\*\*

آمنہ اس وقت پر سکون سی بیڈ پر بیٹھی تھی۔ کچھ دیر بعد بور ہونے کی وجہ سے اس نے بلا وجہ اٹھ کر ایک جانب پڑے درمیانے سائز کے بک شیلف سے میں کتابیں دیکھنے لگی۔ ابھی وہ کچھ دیکھ رہی تھی کہ اسکی نظر وہاں موجود ایک ڈائری پر پڑی۔

"ہف بدھو! یہ یہاں رکھنے کی چیز ہے؟" وہ خود سے کہتی وہ ڈائری اٹھائے ایک بار پھر بیڈ پر بیٹھ گئی۔ اس نے بغیر کسی خیال کے وہ ڈائری کھو لی تھی۔ اس ڈائری میں شاعری کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔ وہ جانتی تھی حزیفہ شاعری کا کتنا شوقیں تھا۔ ڈائری پڑھتے ہوئے اچانک اسکی نظر ایک شعر پر پڑی۔ آمنہ کو محسوس ہوا کسی نے اسکے سینے میں خنجر دے مارا ہو۔

اس نے احتیاطاً کسی اور کو بھی نظر میں رکھا تھا

اسے ہمارے انکار کا ڈر تھا

یہ شعر نہیں تھا جس نے آمنہ کو اتنا بے چین کیا تھا۔ اصل میں وہ الفاظ تھے جن نے آمنہ کو فنا کر دیا تھا۔

Atleast i wasn't expecting this from ".Amna Sultan

وہ شعر کے بعد کبھی کچھ نہیں لکھتا تھا۔ نہ کوئی وضاحت، نہ کوئی تبصرہ۔ ہال وہ شعر جس کے لیے لکھا گیا ہوا سکانام لکھ دیا کرتا تھا۔ مگر آج جو اس نے لکھا تھا اس نے آمنہ کو پتھر کا بنادیا تھا۔

کیا وہ اسے بے وفا سمجھتا رہا تھا؟

وہ آمنہ کے بارے میں کیا خیال کر بیٹھا تھا؟ آمنہ کو اپنادل بند ہوتا محسوس ہوا۔ وہ جس نے پچپن سے آج تک اسکے علاوہ کسی کے خیال کو بھی خود پر حرام کر رکھا تھا محض ایک غلط فہمی کی وجہ سے وہ شخص اسکے بارے میں کیا سوچ بیٹھا تھا؟! بھی وہ ناجانے کیا کیا سوچتی جب اگلی صفحے پر لکھے الفاظ نے اسے زمین میں گاڑ دیا۔ وہ جیسے جیسے پڑھتی گئی اسے اپنا آپ فنا ہوتا محسوس ہوا۔

وہ ایک غزل تھی جس کے نیچے نام، تاریخ اور دن لکھے ہوئے تھے۔  
اے چاند کی کرنوجاؤنا

تم اسکو چھو کر آؤنا  
وہ کب کب کیا کیا کرتا ہے  
وہ جاگتا ہے یا سوتا ہے  
تم حکمے حکمے جاؤنا  
تم اسکو چھو کر آؤنا  
ہم اسکے بنا ادھورے ہیں  
اور جانا مشکل لگتا ہے  
تم کان میں اسکے کہہ دینا  
کوئی یاد بہت اسے کرتا ہے  
اے چاند کی کرنو جاؤنا

Zara haider

10-10-2023

آمنہ کے ہاتھ سے ڈائری چھوٹ کر گری تھی۔ یہ انکی شادی کے دو دن پہلے کی تاریخ تھی۔ اسے سمجھنے میں مشکل ہوئی کے وہ شخص کیا تھا۔ اسے حزیفہ سے اس پل اتنی شدید نفرت ہوئی کے الامان۔ اگر وہ آمنہ سے وہ توقع نہیں رکھتا تھا تو آمنہ بھی اس سے یہ توقع نہیں رکھتی تھی۔ آمنہ کو حزیفہ سے نفرت ہوئی کیوں کے اسے معلوم ہو چکا تھا کہ حزیفہ آمنہ سے کبھی پہلے والی محبت نہیں کر

سلکتا۔ یا پھر حزیفہ نے بھی آمنہ سے محبت کی، ہی نہ تھی۔ اگر محبت ہوتی تو ختم نہ ہوتی۔ مگر اسکی وجہ محض یہ تھی کہ جب حزیفہ کو دھو کاملاً تو اسے سمجھا لئے والی زارا تھی۔ جب وہ ٹوٹ چکا تھاتب اسے زارا ملی تھی۔ اور جو شخص آپ کے ٹوٹ جانے پر آپ کو ملے اور سکون دے اس سے محبت نہیں عشق ہوتا ہے۔ آنکھوں سے بہنے والے آنسوں کو بے دردی سے صاف کرنے کے بعد اس نے ڈائری کو واپس اسکی جگہ پر رکھ دیا۔ اس نے ہار تسلیم کر لی تھی۔ آمنہ نے جس شخص کے لیے سب ہارا تھا آج وہ اس شخص کو بھی ہار چکی تھی۔ مگر وہ کسی کو الزام نہیں دے سکتی تھی کیونکہ یہ اسکا اپنا فیصلہ تھا۔ وہ ہمیشہ خود ہی فیصلہ لینے کے عادی جو تھی۔

\*\*\*

شايان آج کل کچھ زیادہ ہی بے چینی کا شکار رہنے لگا تھا اور اسکی وجہ اسکی اولاد وریشہ شایان سلطان کی آنکھوں کا رنگ سنہر اہونا تھا۔ وریشہ کی آنکھیں دن بدن سنہری ہوتی جا رہی تھیں اور نیلارنگِ محض انکے گرد ایک لکیر کی صورت میں رہ گیا تھا۔

\*\*\*

زندگی دگنی رفتار سے چل رہی تھی۔ ہر کوئی اپنے اپنے کام میں کھوسا گیا تھا۔ ان سب میں آج بھی بس وہی تھا جو تنہائی کے چند لمحے اسکی یاد کے نام کیا کرتا تھا۔

زارا حیدر اب محض حزیفہ کی یاد کی سا نکھی تھی۔ وہ کہیں کم ہو گئی تھی۔ کوئی نہ جانتا تھا وہ کہاں گئی، نہ کوئی جاننا چاہتا تھا۔ حزیفہ نے کئی مرتبہ سوچا وہ پتا کروائے مگر خاموش رہا سکا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ وہ بظاہر فائل پکڑے بیٹھا تھا مگر اسکی سوچ وہیں اٹکی تھی۔ آمنہ کے پکارنے پر وہ ہوش کی دنیا میں آیا تھا۔

"یہ لی جیے چائے۔" وہ پیالی کچھ دور پڑے ٹیبل پر رکھتے ہوئے بولی۔

"پتا ہے میں نے تم سے شادی کیوں کی؟؟" حزیفہ نے نرمی سے اسکا ہاتھ تھام کر اسے اپنے قریب بٹھایا۔ آمنہ چند لمحے کنگرہ گئی۔ ناجانے اب وہ اسکا دل کس انداز میں توڑنے والا تھا۔

"کیوں؟؟" اس نے ہلکی آواز میں پوچھا۔

"اس چائے کے لیے۔ مجھے ہمیشہ سے بس تمہارے ہاتھ کی چائے پسند تھی۔" آمنہ چند پل اسکی بات پر خاموش رہی پھر بے اختیار ہنس دی۔

"اور ایک مزے کی بات بتاؤ؟؟" حزیفہ نے مسکرا کر پوچھا۔  
"بولیے۔" آمنہ نے بھی دلچسپی سے کہا۔

"تم نے شادی کے بعد سے اب تک چائے کے علاوہ میرے لیے کچھ نہیں بنایا۔" حزیفہ نے کہا تو آمنہ سوچ میں پڑ گئی۔ واقع ایسا ہی تھا۔ کیوں کہ گھر کے سب کام ہی ملازمین کر دیا کرتے تھے۔

"آپ چاہتے ہیں میں بناؤ؟؟" آمنہ نے پوچھا۔

"او نہو تم بس چائے بنادیا کرو یہ میرے لیے یہی بہت خاص ہے۔" حزیفہ نے مسکرا کر کہا۔

"چائے خاص ہے یا میں خاص ہوں؟؟؟" آمنہ نے شرات سے پوچھا۔  
"ظاہر ہے تم خاص ہو ورنہ ایسی چائے کون بنایا کر دیتا مجھے۔" حزیفہ نے کہا تو وہ دونوں ہنس دیے۔

"مطلوب آپ نے بس ایک چائے کی پیالی کے لیے شادی کی مجھ سے؟؟؟" آمنہ منہ کے زاویے بگاڑتے ہوئے بولی۔

"نہیں ایسی بھی بات نہیں ہے۔ تمہیں معلوم ہے تم مجھے بچپن سے اچھی لگتی تھی۔" حزیفہ نے چائے کی پیالی اٹھائی۔

"کتنی اچھی؟؟؟" آمنہ نے پوچھا۔

"اس چائے کی پیالی سے بھی زیادہ۔" حزیفہ نے کہا تو وہ دونوں ایک بار پھر ہنس دیے۔

"مطلوب آپ کو مجھ سے محبت نہیں تھی۔" آمنہ نے مسکرا کر کہا۔ مگر اسکی بات نے حزیفہ کو خاموش کر دیا۔ آمنہ چاہتی تھی وہ ایک بار کہے کہ حزیفہ علی کو آمنہ سلطان کے علاوہ کسی سے محبت نہیں تھی، اور نہ ہے۔ مگر حزیفہ بس مسکرا دیا۔ آمنہ کے دل کو کچھ ہوا تھا۔ وہ نا محسوس انداز میں خاموشی سے وہاں سے اٹھ گئی۔ حزیفہ نے بھی اسے نہ روکا تھا۔ وہ نہیں جانتی تھی آج بھی محبت

کے نام پر حزیفہ کو بس ایک ہی عورت یاد آتی تھی۔ کیوں کہ مرد اپنی پسند بھول سکتا ہے مگر محبت نہیں۔ اس کے بعد وہ کسی بھی عورت کو پسند کر سکتا ہے، اس سے عقیدت رکھ سکتا ہے مگر محبت نہیں کر سکتا۔

\*\*\*

حزیفہ شام کے قریب گھر لوٹا تھا۔ وہ شاید کام کر کر کے تھک چکا تھا سو آرام کرنے کے لیے کمرے میں چلا گیا۔ رات کے تقریباً بارہ نجح رہے تھے جب آمنہ نے اس کا شانا ہلایا تھا۔

"حزیفہ--" وہ اسے پکار رہی تھی۔ حزیفہ نے مندی مندی آنکھیں کھول کر اسے دیکھنے کی کوشش کی تھی۔ اسکی بصارت دھنڈلاتی تھی۔ اسے محسوس ہوا کوئی اسکے سر پر ہتھوڑے برسا رہا ہے۔

"آپ ٹھیک ہیں؟؟؟" آمنہ نے پریشانی سے پوچھا۔ حزیفہ نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ لیٹے ہوئے ہی اپنا سر مسل رہا تھا۔

"سر-- میں-- درد ہے۔" اس نے اٹک اٹک کر کہا۔

"میں دوائی لاتی ہوں رکیں۔" آمنہ اتنا کہہ کر اٹھی۔

کچھ دیر بعد آمنہ کھانے کے ٹرے لے کر کمرے میں داخل ہوئی۔

"آپ نے کچھ کھایا نہیں ہے پہلے کچھ کھالیں۔" آمنہ نے ٹرے سائیڈ ٹیبل پر رکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں چاہیے کھانا۔" حزیفہ نے سخت لہجے میں کہا۔ درد کی شدت اتنی تھی کہ وہ ٹھیک سے غصہ بھی نہیں کر سکا۔

"پلیز حزیفہ بس تھوڑا سا کھائیں۔" آمنہ نے روٹی کانوالا بنا کر اسکے سامنے کیا۔ حزیفہ مزمت کرنے کی حالت میں نہ تھا سو خاموشی سے کھاتا رہا۔ تھوڑا کھانے کے بعد آمنہ نے اسے ایک ٹیبلٹ دی تھی۔ حزیفہ نے ایک اور مانگی۔

"حزیفہ پلیز صرف ایک ہی کھائیں۔" آمنہ نے بچارگی سے کہا مگر حزیفہ کی سرخ ہوتی و حشی آنکھوں کو دیکھ کر خاموش ہو گئی۔

حزیفہ نے اپنا سر تکیے پر چینک دیا۔ وہ درد سے کراہ رہا تھا۔ کبھی ایک جانب کروٹ بدلتا کبھی دوسرا جانب۔ آمنہ کے چہرے پر کرب تھا۔ کچھ دیر بعد یوں ہی کروٹ بدلتے بدلتے حزیفہ کی آنکھ لگ گئی۔ آمنہ نے سکون کا سانس لیا۔ حزیفہ کے قریب بیٹھ کر آمنہ نے اسکی پیشانی سے بال پیچھے کیے۔ کچھ دیر نرم نظروں اسے دیکھتے رہنے کے بعد آمنہ اسکے قریب سے اٹھ گئی۔

\*\*\*

صبح اسکی آنکھ نازیہ کے پکارنے پر کھلی تھی۔

"میرا بچہ اٹھ گیا؟" وہ پیار سے اسکی پیشانی مل رہی تھی۔ حزیفہ کی بصارت ایک بار پھر دھنڈ لائی تھی۔ کچھ دیر ایسے ہی خلامیں گھورنے کے بعد وہ ہوش کی وادی میں لوٹا تھا۔

"کیسی طبیعت ہے؟" نازیہ نے پیار سے پوچھا۔

"ٹھیک ہوں ماما۔ بس سر درد تھا معمولی سا۔" اس نے اٹھتے ہوئے جواب دیا۔  
"دھیان رکھا کرو اپنا۔" انہوں نے اسکے ماتھے پر بوسا دیا تھا۔

\*\*\*

تانية اور شایان وریشہ کے ساتھ کچھ زیادہ مصروف ہو گئے تھے۔ تانية کے بار بار کہنے پر بھی حزیفہ نے چیک آپ نہیں کروایا تھا۔ بھلا معمولی سے سر درد کے لیے کون چیک آپ کرواتا ہے؟

اسے روز ہلکا سر درد محسوس ہوتا رہتا تھا۔ اسکی بصارت اچانک کمزور پڑ جایا کرتی تھی۔ مگر اس نے زیادہ دھیان نہیں دیا۔

وہ ایسے ہی ایک دن گھر جانے کے لیے فیکٹری سے باہر آیا تھا۔ اسے ابھی بھی ہلکا سر درد محسوس ہو رہا تھا۔ اس نے سوچا آج چیک آپ کرو، ہی لے۔ باہر روحان کی گاڑی دیکھ کر اس کا سر درد کہیں غائب ہوا تھا۔

وہ بس اس کا دوست نہیں تھا۔ وہ ایسا شخص تھا جو ہر مصیبت میں اسے راحت دیتا تھا۔ آج بھی اسے یقین تھا روحان کے ساتھ چند لمحے گزارنے پر اسے سکون نصیب ہو گا۔ وہ مسکرا کر اسکی گاڑی کی جانب بڑھ گیا۔

"جی جی آئیے آئیے آپ کا، ہی انتظار تھا۔" روحان نے مسکرا کر کہا۔ ایک دوسرے سے گلے ملنے کے بعد وہ گاڑی میں بیٹھے۔

"بیٹھ تو تم اپسے گئے ہو جیسے میں تمہارے لیے ہی کھڑا تھا۔" روحان نے کڑوے تاثرات سے کہا۔

"تو اور کون سی گرل فرینڈ ہے یہاں تمہاری جس سے ملنے آئے تھے۔" اسکی بات پر روحان کے گال سرخ ہوئے تھے۔

"انہائی بے شرم انسان ہو تم۔" اس نے کہتے ہی گاڑی چلائی۔ روحان کو سعودیہ میں نوکری مل گئی تھی اور وہ اسے یہی خوش خبری دینے والا تھا۔ گاڑی چلانے کے دوران روحان نے محسوس کیا تھا کہ حزیفہ بار بار اپنا سر مسل رہا تھا۔

"تم ٹھیک ہو؟" روحان نے پوچھا تھا۔

"اسر میں درد۔۔۔" وہ کچھ کہتے کہتے خاموش ہوا۔

"اووشٹ میں اپنا مو بائل فیکٹری ہی چھوڑ آیا۔" اس نے سر ہاتھوں میں تھام کر کہا۔

"اپنا مو بائل دے ڈرائیور سے بولوں بائک لینے جائے اور ساتھ لے آئے۔" اس نے روحان کے سامنے ہتھیلی پھیلائی۔

"یہ لے کیا یاد رکھے گا کہ دوست نے تجھے فری کال کرنے دی تھی۔" اس نے اپنا آئی فون حزیفہ کے ہاتھ میں دیا۔ جسے دیکھ کر حزیفہ کا دل چاہا اسکا سر پھاڑ دے۔

"توں اور تیرا یہ لھٹیاں ہوں پی۔۔۔ اے فون اپنے پاس رکھ۔" حزیفہ نے اسکا موبائل ڈلیش بورڈ پر پڑھا تھا۔

"ہم سہ بھلائی کا تو زمانہ ہی نہیں ہے۔" روحان نے جلے ہوئے انداز میں کہا۔

"اگلے مہینے میں سعودیہ جا رہا ہوں۔" روحان نے پر سکون انداز میں کہا۔

"کیوں؟؟" حزیفہ نے بھنوئیں سکریٹ کر پوچھا۔

"کیا مطلب کیوں کام کرنے کے لیے۔" روحان نے کہا۔

"یہ تو بہت اچھی بات ہے مبارک ہو۔" حزیفہ نے مسکرا کر کہا۔

"خیر مبارک۔"

"ویسے اتنے دور کیوں جا رہے ہو یہاں بھی کوئی اچھی جا بمل سکتی ہے۔"

حزیفہ نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

"بس مل گئی تو سوچا چلا جاؤں یہاں جا ب ڈھونڈتے ہوئے ہی خوار ہوتا رہوں

گا۔" اس نے جواب دیا۔

"تم بھی چلو۔" روحان نے آفردی۔

"میں بیوی والا ہوں اس کے بغیر دل نہیں لگتا توں، ہی سنگل گھومتارہ۔" اس نے ہنس کر کہا۔

"کہیں توں یہ تو نہیں کہنا چاہا کہ تجھے میری یاد آئے گی؟؟؟" حزیفہ نے اسے چھیڑا تھا۔

"ہاں آئے گی کیوں کے میں سال یاد و سال بعد ہی آیا کروں گا۔" روحان نے کہا۔

"میں تجھے بلکل مس نہیں کرنے والا جا۔" روحان نے ہنسنے ہوئے کہا۔  
"ہاں میں تمہیں یاد کیا کروں گا تم مت کرنا۔" وہ بھی ہنس کر بولا۔

"اگر وہاں جا کر مجھے بھول گیانا پھر دیکھنا کیسے چھڑی ادھیر دوں گا میں تیری۔"  
کچھ دیر بعد حزیفہ نے دل کی بات کہہ ڈالی تھی۔

"لو بھلا میں کیوں بھولوں گا تمہیں۔" روحان نے برا منا یاتھا۔

"جب بھی کال کروں فوراً آٹھانی ہے۔ اگر توں نے کہاناں بیزی ہوں، کام ہے،  
کہیں جا رہا ہوں پھر دیکھنا۔" ایک اور تنبیہ۔

"ماڑایہ تم میری بیوی بننے کی کوشش کیوں کر رہے ہو۔" روحان ہنسا تو ہنستا  
ہی چلا گیا۔

"بیوی آئے تب بھی ایسے ہی چلے گا۔" روحان نے کہا۔  
"بلکل۔" روحان نے ہنسنے ہوئے کہا۔

\*\*\*

وہ لوگ اپنے کچھ اور دوستوں کے ساتھ مل کر ریஸٹورنٹ گئے۔ روحان نے  
جانب کی خوشی میں سب کو ٹریٹ جو دینی تھی۔

رات کافی ہو چکی تھی اور وہ لوگ اب بھی کھانا کھانے کے بعد باتوں میں مصروف تھے۔

"یار روحان میں چلتا ہوں میری طبیعت سہی نہیں ہے۔" حزیفہ نے اس سے کہا۔

"کیا ہوا تمہیں؟" روحان نے پریشانی سے پوچھا۔

"میرے سر میں درد ہے میں ہاسپیٹل جا رہا ہوں چیک آپ کے لیے۔" اس نے سر مسلتے ہوئے کہا۔

"تم تو اپنی واٹی کو چھوڑ آئے۔" روحان نے اسے چھیڑتے ہوئے کہا۔

"آؤ میں چلتا ہوں ساتھ۔" وہ سب سے اجازت لے کر باہر آئے۔ حزیفہ نے گاڑی میں بیٹھ کر اپنا سر ہاتھوں میں گردادیا۔ اسکی آنکھیں سرخ پڑ رہیں تھیں۔ بصارت دھنڈ لارہی تھی۔

"اچانک کیا ہو گیا تمہیں؟" روحان اب حقیقتاً پریشان ہونے لگا تھا۔ حزیفہ نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ مسلسل اپنا سرد باتار ہا۔ اسکی آنکھیں بند ہو رہیں تھیں جنہیں وہ کھولنے کی کوشش کر رہا تھا۔ روحان نے پریشانی سے اسے دیکھا اور گاڑی کی سپیڈ بڑھادی۔ ہاسپیٹل پندرہ منٹ کی دوری پر تھا۔

"جلدی۔۔۔ کرو۔۔۔ روحان۔۔۔ پلیز۔۔۔" حزیفہ نے اٹک اٹک کر کہا۔ اسکی آنکھوں سے پانی بہہ رہا تھا۔ روحان نے پریشانی سے پریشانی مسلی اور گاڑی مزید

تیز کر دی۔

حرزیفہ سیٹ کی پشت پر سر ٹکا کر بیٹھ گیا۔ روحان نے پندرہ منٹ کارستہ پانچ منٹ میں مکمل کیا۔ اتنی رش میں اس نے بغیر سوچے سمجھے اتنی تیز گاڑی چلائی جتنی وہ چلا سکتا تھا۔ اس کے پاس اتنا وقت نہیں تھا کہ وہ گردن موڑ کر حرزیفہ کو دیکھتا۔ ہا سپیٹل پہنچ کر اس نے گردن موڑ کر حرزیفہ کو دیکھا۔ اور روحان کو لگا کسی نے اسکی روح اسکے جسم سے کھینچ کر نکالی ہو۔ حرزیفہ کے ناک سے مسلسل خون نکل رہا تھا۔ اسکی آنکھیں بند تھیں بلکل ساکن۔

"حرزیفہ۔" ایک دلخراش چیخ روحان کے گلے سے نکلی تھی۔ اس نے فوراً گاڑی سے اتر کر حرزیفہ کو اٹھایا تھا اور اندر کی جانب بھاگا تھا۔

"حرزیفہ میرے بھائی پلیز ہوش کر اٹھ جا۔" وہ مسلسل روتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ ہا سپیٹل داخل ہوتے ہی اس نے چیخ چیخ کر ڈاکٹرز کو اگھٹا کیا۔

"پلیز پلیز اسکو دیکھیں کیا ہو گیا ہے اسے۔" ڈاکٹر اسکے سڑپچر کو گھسیٹ کر لے کر جا رہے تھے۔ آپریشن تھیٹر کے باہر کھڑے ہو کر کچھ دیر وہ پھوٹ پھوٹ کر رویا تھا۔ وہ فرش پر بیٹھا مسلسل رورہا تھا۔ پھر اس نے آنکھیں صاف کرتے ہوئے اپنا موبائل نکالا۔

"یہ گھٹیاںون پی۔ ٹی۔ اے موبائل اپنے پاس رکھ۔" حرزیفہ کے الفاظ اسے یاد آئے۔

وہ بھاگتا ہوا ریسیپشن پر گیا۔

"پلیز پلیز ایک کال کرنی ہے۔" ریسیپشن پر کھڑے لڑکے نے ترس بھری نظروں سے اسے دیکھا اور ٹیلیفون اسکے سامنے کیا۔ روحان نے جلدی سے علی یوسف کا نمبر ملا یا۔

"انکل انکل حزیفہ۔ حزیفہ کی طبیعت خراب ہو گئی ہے آپ پلیز جلدی آ جائیں۔"

سامنے علی کو دھچکا لگا تھا۔ وہ کچھ پوچھ رہے تھے۔ وہ چلارہ ہے تھے۔ انہیں طبیعت خراب نے نہیں روحان کے رونے نے پریشان کیا تھا۔

"مجھے نہیں معلوم بس آپ آ جائیں۔" اس نے روتے ہوئے ہا سپٹل کا پتادیا اور بغیر کوئی جواب سنے بھاگا ہوا واپس آیا۔ جب وہ واپس آیا تو ڈاکٹر زسامنے ہی کھڑے تھے۔

"ڈاکٹر ڈاکٹر کیسا ہے وہ؟ ہوش میں آیا؟؟؟" اس نے ڈاکٹر کو بازو سے پکڑ کر پوچھا۔

"آئی ایم سوری ہم انہیں نہیں بچا سکے۔" کس بے دردی سے ڈاکٹر نے یہ الفاظ کہے تھے۔

"یہ۔۔۔ یہ۔۔۔ آپ کیا کہہ رہے ہیں ڈاکٹر۔۔۔ وہ۔۔۔ وہ۔۔۔ ٹھیک تھا اسے۔۔۔ کچھ نہیں تھا۔۔۔ آپ جھوٹ کہہ رہے ہیں۔" روحان نے بے یقینی

سے کہا۔

"آپ نے بہت دیر کر دی ہم کچھ نہیں کر سکتے تھے۔" ڈاکٹر نے اسکا کندھا خپچتھپایا۔

"مگر۔۔۔ مگر کیسے۔" وہ چیخ چیخ کر رورہا تھا۔ کوئی اسے تسلی دینے والا نہیں تھا۔ "ہوا۔۔۔ ہوا۔۔۔ کیا تھا اسے؟" اس نے روتے ہوئے پوچھا۔

"ہم پتا لگانے کی کوشش کر رہے ہیں۔" ڈاکٹر یہ کہہ کر چلا گیا۔ کچھ ڈاکٹر زباہر سے اندر جا رہے تھے۔ اسکی بیماری کا پتا لگایا جا رہا تھا۔ وہ قریب ایک بیچ پر بیٹھ گیا۔

وہ بکل اکیلا تھا۔ وہاں اسکا کوئی اپنانہ تھا۔ جو تھا وہ بے جان پڑا تھا۔ ناجانے کتنی دیر وہ وہاں بیٹھا روتا رہا اسے کچھ معلوم نہیں۔ کبھی وہ اٹھ کر آپریشن تھیٹر کے دروازے تک آتا، شاید وہ اٹھ جائے، شاید یہ سب جھوٹ ہو۔ مگر ایسا کچھ نہیں تھا۔ حزیفہ علی ہر چیز سے بے پرواہ نہیں الوداع کہہ گیا تھا۔

"میں تجھے بکل مس نہیں کرنے والا جا۔"

"توں میرا دوست نہیں ہے، جان ہے۔" وہ اسے چھیٹر رہا تھا۔  
وہ روحان سے اپناد کھ بانٹ رہا تھا۔

وہ اسکے گلے گلے کر کسی بات پر رورہا تھا۔  
وہ روحان کی کسی غلطی پر مسلسل اسے تنگ کر کے ہنس رہا تھا۔

وہ روحان کے لیے کسی سے لٹر رہا تھا۔

وہ اسکی کامیابی پر خوش ہو رہا تھا۔

کلاس کے دوران وہ اسکے نوٹس پر آڑھی تر چھپی لکیریں کھینچ رہا تھا۔

اسکی بائیک کو گالی دینے پر وہ بیٹ لے کر اسکے پچھے بھاگ رہا تھا۔

وہاں بیٹھے انکی کون سی ایسی یاد نہ تھی جو اس وقت روحان کو یاد نہ آئی تھی۔ اسے لگا کسی نے اسکی زندگی سے رنگ چھین لیے تھے۔ حزیفہ بس اسکا دوست نہیں تھا، وہ اس کا گھر تھا۔ اس کا کمفرٹ زون۔ وہ مسلسل رورہا تھا۔ وہ اللہ سے شکوا نہیں کر سکا۔ وہ ہمیشہ حزیفہ کو سہارا دیتا تھا کہ کوئی شخص تنہا نہیں ہوتا اللہ اسکے ساتھ ہوتا ہے مگر آج اللہ نے اسے تنہا کر دیا تھا۔

یہ کیسی بے بسی تھی کہ اپنے رب سے شدید محبت کی بعد بھی وہ آج خود کو اس بھری دنیا میں تنہا محسوس کر رہا تھا۔ اسے لگا اسکے رب نے اسے بلکل اکیلا کر دیا۔

کچھ دیر بعد حزیفہ کے سب گھروالے وہاں پہنچے تھے۔ سب سے آگے تانیہ تھی جو بے پرواہ حلیے میں بھاگ کر آئی تھی۔

"کیسا ہے وہ؟؟؟" تانیہ نے دھڑکتے دل سے پوچھا۔ روحان نے آنکھیں رگڑ کر صاف کیں۔ جب تک علی اسکے قریب آئے۔

"پیٹا حزیفہ کیسا ہے؟؟؟" انہوں نے روحان کو کندھوں سے تھام کر پوچھا۔

روحان انکے گلے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رودیا۔ وہ سب اس لیے پریشان تھے کہ حزیفہ کی طبیعت زیادہ خراب ہے اسکی موت کا تو کسی کو خیال بھی نہ آیا تھا۔ "وہ۔۔۔ مر گیا۔۔۔ انکل حزیفہ۔۔۔ مر گیا۔" وہاں کھڑے ہر شخص پر آسمان ٹوٹ کر گرا تھا۔ آمنہ نے بے اختیار دل پر ہاتھ رکھا تھا اگر شایان اسے سہارا نہ دیتا تو وہ گرجاتی۔ تانیہ کی چلتی سانسیں تھم گئی۔ شایان اور علی کا بھی یہی حال تھا۔

"پیٹا یہ۔۔۔ یہ۔۔۔ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔" علی نے اسے خود سے الگ کرتے ہوئے پوچھا۔

"ایسا ایسا نہیں ہو سکتا۔ بھائی بھائی یہ جھوٹ بول رہا ہے" آمنہ نے روتے ہوئے کہا۔ تانیہ نے باہر آتی ایک ڈاکٹر کو پکڑ لیا۔ "یہ۔۔۔ یہ کیا کہہ رہا ہے۔۔۔ ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔۔۔ وہ بلکل ٹھیک تھا۔۔۔ اسے کوئی بیماری نہیں تھی۔" تانیہ نے روتے ہوئے کہا۔

"پیشٹ کوہائی لیوں کا بین ٹیو مر تھا۔ مجھے یقین نہیں آتا اتنی بڑی بیماری اس لیوں تک پہنچی کیسے آپ نے انکا وقت پر چیکاپ کیوں نہیں کروایا۔" ڈاکٹر انکی حالت سے بے پرواہ بول رہی تھی۔ تانیہ سن کھڑی تھی۔ وہ کوئی رد عمل بھی نہ دے سکی تھی۔ اس نے لوگوں کو زندگی بخشنے والا شعبہ چنا تھا۔ بہت سے ایسے لوگ تھے جنہیں آج تک تانیہ نے نئی زندگی دی تھی مگر وہ اپنے سب سے عزیز

رشتے کو اپنی نظر وں کے سامنے کھو چکی تھی۔ وہ اب بھی یہ سب قبول نہیں کر پا رہی تھی۔ علی کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے مگر وہ مضبوط لہجے میں ڈاکٹر سے بات کر رہے تھے۔

"انکی بادڑی میں کیمیکل کی ہلکی مقدار ملی ہے شاید کوئی کیمیکل و فنا فو قٹاً انکی بادڑی میں داخل ہوتا رہا ہے جس کی وجہ سے کیس یہاں تک پہنچا۔" ڈاکٹر کچھ کہہ رہی تھی۔ آمنہ زار و قطار رورہی تھی شایان اسے سہارا دے رہا تھا۔ تانیہ بلکل سن کھڑی رہ گئی۔ وہ بہت چھوٹی تھی جب حزیفہ پیدا ہوا تھا مگر بچپن سے لے کر آج تک کوئی ایسی یاد نہیں تھی جو اسے یاد نہ ہو۔ وہ سکول میں ہمیشہ اسے پروٹیکٹ کرتی تھی۔ چوت لگنے پر وہ اپنی ماں کی بجائے روتا ہوا تانیہ کے پاس آتا تھا۔ وہ چھوٹا ہونے کے باوجود تانیہ کو تحفظ دیتا تھا۔ مگر آج تانیہ اسے نہیں بچا سکی تھی۔ وہ اپنی کس کس بے بسی پر روتی اسے سمجھنہ آئی۔

"اگر میں ڈاکٹر بن گئی ناں زکوٹ تو تم اپنی خیر مناؤزہ زہر کا نجیکشنا دے کر ماروں گی تمہیں۔"

اس نے اپنے قدم اندر کی جانب موڑ لیے۔

"اچھا رہ لیں گی میرے بغیر؟"

وہ آپریشن تھیٹر کے اندر داخل ہوئی۔

"ہم کو شش کر سکتی ہوں ویسے بہت مشکل ہے۔"

وہ اسے یہ نہیں بتا سکی تھی کہ وہ یہ کوشش بھی نہیں کرنا چاہتی۔ سامنے سڑ پچھر پر اس کا کابے جان وجود پڑا تھا۔ سیاہ رنگ کی شرط اسکے جسم پر تھی۔ وہ ہمیشہ سے ہی سیاہ رنگ کا دیوانہ تھا۔ ناجانے اسے یہ رنگ اتنا پسند کیوں تھا۔  
وہ قدم قم چلتی اسکے قریب آئی۔

"حزیفہ۔" اس نے پیار سے اسکے ماتھے پر آئے بال پچھے کیے۔  
"حزیفہ میرے پچ آنکھیں کھولو۔" وہ اسکے چہرے کے ہر نقش کو چھورا ہی تھی۔ اس نے نرمی سے اسکے ماتھے پر بوسہ دیا تھا۔

"حزیفہ میری جان پلیزر حم کھاؤ مجھ پر اٹھ جاؤ ایسا مت کرو۔" وہ اس کا ہاتھ تھامے پھوٹ پھوٹ کر روئی تھی۔

"میں نہیں جی سکوں کی تمہارے بغیر حزیفہ خدار اٹھ جاؤ۔" وہ فرش پر بیٹھے بلک بلک کر رورا ہی تھی۔

اسکے پچھے سب اندر داخل ہوئے تھے۔ علی نے کرب سے آنکھیں مینچ لیں تھی۔ شایان نے تانیہ کو اٹھانے کی کوشش کی۔

"شایان اسے بولیں ناں اٹھ جائے یہ ایسا کیسے کر سکتا ہے۔"  
"وہ شایان کے سینے پر سر رکھے رورا ہی تھی۔

شایان کی آنکھوں سے مسلسل آنسوں بہہ رہے تھے مگر وہ کچھ بول نہ سکا۔

"میں مر جاؤں گی شایان میں تہارہ جاؤں گی اسکے بغیر۔" وہ مسلسل روتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ حزیفہ وہاں کھڑے ہر شخص کو الگ انداز میں تہا کر گیا تھا

"چپ ہو جاؤ تانیہ حوصلہ کرو۔" شایان نے اس سے کہا۔

"میں کسیے حوصلہ کروں شایان میں نے اپنے ہاتھوں سے اسے بڑا کیا ہے۔ اب وہ مجھے ایسے نہیں چھوڑ کر جاسکتا۔" وہ روتے ہوئے آمنہ کے پاس آئی۔

"آمنہ وہ تم سے بہت محبت کرتا ہے وہ ہمیشہ کہتا تھا وہ تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا اب تو تم بھی اسے مل گئی تھی تم اسے کہوناں وہ اٹھ جائے۔" وہ آمنہ کا ہاتھ تھام کر روتے ہوئے بولی۔ آمنہ خاموشی سے سر جھکائے مسلسل رورہی تھی۔ اس نے کیا کچھ برداش نہیں کیا تھا ایک حزیفہ کا ساتھ حاصل کرنے کے لیے۔ اور اب جب وہ اسے ملا تھا تو اس نے یہ کیا کر دیا تھا۔ وہ بے بس تھی۔

ہر شخص اس وقت بے بسی کی انتہا پر تھا۔ مگر تانیہ پر جو قیامت گزری اسکا ہر ایک کو اندازہ تھا۔ وہ ڈاکٹر تھی ہر چھوٹی بڑی بیماری کا منٹوں میں پتا لگایتی تھی مگر اسکا بھائی اسکے سامنے اتنی بڑی بیماری کی وجہ سے مر گیا تھا اور وہ کچھ بھی نہ کر سکی۔ اسکا دل چاہا تھا وہ اپنی ڈگریوں کو آگ لگادے۔ اسکی ساری زندگی کی محنت میں مل چکی تھی۔ وہ مکمل طور پر ہار چکی تھی۔

\*\*\*

اسکی موت کا سن کر پورے گھر میں قیامت کا سما تھا۔ نازیہ کار و روکر براحال تھا۔ ہر فرد کا ایسا ہی حال تھا۔ نازیہ حلیمه اور زارا کو بد دعا میں دے رہی تھیں۔ یہ سب انکی وجہ سے ہوا تھا۔

روحان ایک جانب کھڑا خاموشی سے آنسوں بہار ہاتھا۔ شایان بھی اسکے ساتھ آ کر کھڑا ہو گیا۔ کچھ دیر وہ دونوں خاموشی سے آنسوں بہاتے رہے۔ پھر شایان نے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"صبر کرو۔" اس نے کس طرح اپنے لہجے کو مظبوط کیا وہی جانتا تھا۔ مگر اسکا صبر ختم ہو گیا جب روحان اسکے گلے لگ کر بے تحاشہ رو یا تھا۔ شایان اسے تھسکتے ہوئے کب خود بھی ایسے رونے لگا اسے معلوم نہ ہوا۔ ان دونوں نے اپنا بھائی کھو یا تھا۔ وہ انکی زندگی میں ہر چیز سے زیادہ اہم تھا۔ وہ انکے لیے انکی زندگی جتنا اہم تھا۔ مگر آج وہ انکی نظروں کے سامنے سفید کفن میں بے جان پڑا تھا۔

\*\*\*

اگلی صحیح تک حزیفہ کی تدفین کر دی گئی تھی۔ دور کے لوگ واپس جا چکے تھے۔ کچھ قریبی رشتہ دار وہیں تھے مگر کوئی چیز اس وقت حزیفہ کے گھر والوں کو حوصلہ نہیں دے سکتی تھی۔ انہوں نے گھر کا سب سے چھوٹا، معصوم، پیارا بچہ کھو یا تھا۔ کوئی شخص اسکا نعمالبدل نہیں کر سکتی تھی۔

ثانیہ اس وقت وریشہ کو گود میں اٹھائے سلانے کی کوشش کر رہی تھی۔ اسکی آنکھیں نیند اور رونے کے باعث سرخ ہو چکیں تھیں۔ شایان نے نرمی سے اس سے وریشہ کو لیا تھا۔

"آرام کر لو جا کر تمہاری طبیعت خراب ہو جائے گی۔" اسکی اپنی آنکھیں لال تھی مگر اسکے لیے ثانیہ کا سکون زیادہ معنی رکھتا تھا۔ ثانیہ نے پیار سے وریشہ کو دیکھا جسکی سنہری آنکھیں ثانیہ پر جمی تھی۔ ثانیہ کی آنکھ سے آنسو ٹوٹ کر گرے۔ اس نے نرمی سے وریشہ کی آنکھوں کو چوما اور کمرے کی جانب بڑھ گئی۔ اس نے سوچا وہ حزیفہ کے کمرے میں جائے۔ اس نے اپنے قدم حزیفہ کے کمرے کے جانب موڑ لیے۔

حزیفہ کے کمرے میں آمنہ سورہی تھی۔ اسکی آنکھوں کے پیو پٹے سوچ کچے تھے۔ اس کارنگ پیلا پڑ رہا تھا۔ ثانیہ نے اسے ترجم بھری نظروں سے دیکھا۔ کمرے میں جگہ جگہ حزیفہ کی چیزیں تھیں۔ وہ اسکی ہر ایک چیز کو چھو کر محسوس کر رہی تھی۔ اب اسکی آنکھوں میں آنسو نہیں تھے۔ وہاں ویرانہ پن تھا۔ اسکی آنکھیں بلکل بخیر تھیں۔ کچھ تھا وہاں جس نے ثانیہ علی کی پوری زندگی بدل دی تھی

\*\*\*

آٹھ سال بعد۔۔۔

مکمل سیاہ بال اسکے کندھوں سے نیچے جھول رہے تھے۔ پھولے ہوئے گالوں پر وہ بنس ل رکھے منہ کے زاویے بنائے کچھ سوچ رہی تھی۔ شاید یہ کہ اسے اپنے سکیج میں کس چیز کی کمی محسوس ہو رہی تھی۔ آٹھ سال کی وریشہ اس وقت اپنے کمرے میں بیٹھی اپنے پسندیدہ مشغلے میں مصروف تھی۔ اسکے کمرے کا دروازہ کھلا۔ وہ ہر چیز سے بے نیاز بھاگتی ہوئی دروازے میں آئی۔

"پاپا۔۔۔ پاپا۔۔۔" وہ خوشی سے کہتی اسکی جانب دوڑی۔ شایان کی ساری تھکوٹ کہیں غائب ہوئی تھی۔ اس نے اسے اٹھاتے ہوئے پہلے اسکے گال چو میں پھر اسکی آنکھوں پر بو سہ دیا۔ اسکی پسندیدہ سنہری آنکھیں۔ شایان کی خواہش تھی کہ وریشہ کی آنکھیں سنہری ہی رہیں۔ وریشہ کی آنکھوں میں اب بھی ایک نیلی لکیر موجود تھی۔ جو کبھی کبھار زیادہ دکھائی دیتی تھی۔

"میرا پیارا بچہ کیا کر رہا تھا؟" اس نے اسے چوتے ہوئے پوچھا۔

"میں ڈرائیور بنارہی تھی۔ دکھاؤ؟؟؟" اس نے معصومیت سے پوچھا۔

"بلکل میں خود دیکھوں گا۔" وہ اسکے بیڈ کے قریب آیا۔ وریشہ نے اسے اپنا تیار کردہ سکیج دکھایا۔ وہ لان کی تصویر کا بنایا گیا سکیج تھا۔ وریشہ کی ڈرائیور بہت کمال تھی۔ اس عمر کے مطابق اسکی ڈرائیور کمال تھے۔ وہ کسی بھی منظر کو بہت مہارت سے اپنے ہاتھوں سے بنایا کرتی تھی۔ پہلی نظر میں یقین، ہی نہ آتا تھا کہ

یہ کسی آٹھ سالہ بچی نے بنائی ہے۔ تصویر میں ایک باپ اپنی بیٹی کے ساتھ فٹ بال کھیلنے میں مصروف تھا۔ وہ دونوں مسکرار ہے تھے۔ انکے پچھے نظر آنے والی ایک کھڑکی میں اس بچی کی ماں کھڑی تھی۔ اس لڑکی کے چہرے پر کوئی احساس نہ تھا۔ وہ بس خاموشی سے انہیں دیکھ رہی تھی۔ اسکی ڈرائیور تھوڑی بچگانہ تھی مگر اس کے باوجود ہر چیز میں احساس بھرا گیا تھا۔

"یہ میں، یہ آپ اور یہ ماما۔" اس نے ہر ایک کی نشاندہی کی تھی۔

"اچھا تو ماما! تی دور کیوں کھڑی ہیں؟؟؟" اس نے ہلکی پھلکی بات کرنا چاہی۔

"میں نے دیکھا ہے جب آپ میرے ساتھ کھیلتے ہیں تو وہ اس وندو سے ہمیں دیکھتی ہیں۔ شاید انہیں بھی ہمارے ساتھ کھیلنے کا دل کرتا ہو بابا۔" اس نے اپنے مطابق بہت سمجھداری کی بات کی تھی۔ شایان مسکرا دیا۔

"تو آپ ان سے کہا کریں کہ وہ آپ کے ساتھ آ کر کھیلا کریں۔" اس نے اسکے بالوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"کہا تھا مگر وہ کہتی ہیں انہیں دل نہیں ہے۔ ماما ز سور وڈ۔" اس نے منہ کے زاویے بنائے کہا۔ شایان کے تاثرات پل بھر میں بدالے تھے۔ اسکے چہرے پر آیا رنگ وریشہ نہیں پہچان سکتی تھی۔

"اوے کے آپ کام کرو میں فریش ہو کر آتا ہوں۔" وہ اسکا ماتھا چوم کر اٹھ کھڑا ہوا۔

اسکارخ اپنے کمرے کی جانب تھا۔ جب وہ اپنے کمرے میں داخل ہوا تو تانیہ کھڑکی میں خاموش کھڑی تھی۔ شایان کے داخل ہونے پر اس نے خاموشی سے اسکابیگ لیا۔ شایان اسے سخت نظروں سے دیکھ رہا تھا۔  
تانیہ اسکابیگ جگہ پر رکھ کر کمرے سے باہر آگئی۔ شایان نے ٹھنڈی سانس تھا۔ تانیہ اسکابیگ جگہ پر رکھ کر کمرے سے باہر آگئی۔ شایان اسے خارج کرتے ہوئے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرا تھا۔

جب وہ فریش ہو کر باہر آیا تو تانیہ اسکے لیے چائے بنانا کر لائی تھی۔ شایان اسے انہی سخت نظروں سے دیکھتے ہوئے بیڈ پر بیٹھا۔ تانیہ کی نظریں بھی اس پر جمی تھی مگر ان میں کوئی احساس نہیں تھا۔ نہ غصہ نہ نفرت نہ محبت۔ شایان نے چائے کا ایک گھونٹ بھر کر پیا اور اپس رکھ دی۔ تانیہ تب تک بیڈ کے دوسرا جانب بیٹھ چکی تھی۔

"یہ کیسی چائے ہے؟ اس میں چینی ہی نہیں ہے۔" اس نے حد درجہ سخت لہجے میں کہا۔ تانیہ خاموشی سے اٹھ کر ایک بار پھر کمرے سے باہر نکل گئی۔  
شایان کا دل چاہا وہ اسکا گلا دبادے۔ تھوڑی دیر بعد تانیہ اسکی چائے کے لیے چینی لے کر کمرے میں داخل ہوئی۔

"اب تک چائے ٹھنڈی ہو چکی ہے۔ ٹھنڈی چائے پیوں گا میں؟؟؟" اس نے ایک بار پھر غصے سے کہا۔ تانیہ نے ٹھنڈی سانس خارج کی اور بغیر کچھ کہے چائے

لے کر کمرے سے باہر آگئی۔ چند پل بعد جب وہ کمرے میں آئی تو اس نے دیکھا شایان کمرے کی لائٹ آف کیے سوچ کا تھا۔ تانیہ نے بے بسی سے تازہ چائے کو دیکھا تھا۔ وہ اسکے لیے سب کچھ تو کر رہی تھی۔ پھر وہ ایسا سلوک کیوں کرتا تھا؟ یہ آج پہلی بار نہیں تھا اور آج بھی اسکے خیال میں شایان کی غلطی تھی۔ حزیفہ کے مرنے کے بعد تانیہ بکل خاموش ہو گئی تھی۔ اس نے جاب بھی چھوڑ دی تھی۔ وریشہ پورا پورا دن ملازموں اور فریال کے رحم و کرم پر ہوتی تھی۔ شایان نے اسے ہر طرح سے حوصلہ دیا۔ اسے پہلے سے بڑھ کر پیار دیا، توجہ دی مگر تانیہ ولیسی ہی رہی خاموش۔ شایان اسے پیار سے سمجھاتے سمجھاتے اس پر غصہ کرنا شروع ہو گیا۔ تانیہ پھر بھی خاموش رہی۔ وہ اسے وریشہ کا خیال نہ رکھنے پر کڑوی باتیں سنانے لگتا۔ وہ اپنے رد عمل پر شرمند ہوتا تو اسے پیار سے معزرت کرتا سے سمجھاتا۔ مگر تانیہ نے مانوا پنے زبان سی لی تھی۔ جو چند الفاظ وہ ضائع کرتی تھی وہ بھی غنیمت ہوتے۔ آہستہ آہستہ شایان نے اسے سمجھانا چھوڑ دیا۔ وہ اب روز اس پر کسی بات کا غصہ کرنے کا عادی ہو گیا تھا اور اب وہ اس سے معزرت بھی نہیں کرتا تھا۔

وریشہ نے جب سے ہوش سمجھا لا تھا اسے یاد نہیں کہ اسکی ماں نے اسکے ساتھ خوشی کے کوئی پل گزارے ہوں۔ اور یہ بات شایان کو تیر کی مانند لگتی تھی۔ شایان کے ساتھ وریشہ بھی تانیہ کی توجہ کے طلبگار ہی رہ گئے تھے۔

ایک رات شایان گھر آیا تو تانیہ کو خبر نہ ہوئی۔ وہ اپنی سڈڈی میں کام کر رہا تھا جب تانیہ اسکے لیے چائے بنانا کرا سے دینے کے لیے آئی۔ سڈڈی کے دروازے پر تانیہ کے پیر زنجیر ہی گئے۔

وہ کسی سے فون پر بات کر کے ہنس رہا تھا۔

"جی جی ملائکہ میں سمجھ گیا۔ تم پریشان مت ہو میں سب ہینڈل کر لوں گا۔" وہ ہنس کر کہہ رہا تھا۔ تانیہ کو محسوس ہوا کسی نے اس کا دل جکڑ لیا ہو۔ اس نے دروازہ ناک کیا۔ شایان نے اجازت دی تو تانیہ اندر دا خل ہوئی۔ اسے دیکھ کر شایان کے چہرے کی مسکراہٹ سمٹی تھی۔

"اوکے سمجھ گیا کرلوں گا میں۔" وہ بہت احتیاط سے الفاظ کا چناو کر رہا تھا۔

\*\*\*

ایک دن گاڑی خراب ہونے کی وجہ سے ڈرائیور تانیہ کو شایان کے آفس چھوڑ آیا۔ وہ خاموشی سے اسکے آفس میں ایک جانب بیٹھی تھی۔ شایان خاموشی سے اپنا کام کرتا رہا۔ اچانک دروازہ کھلا اور ایک لڑکی اندر دا خل ہوئی۔ شایان اسے دیکھ کر مسکرا ایا۔

"مسٹر میں نے آپ کو فائل ای میل کی تھی اب تک جواب نہیں آیا۔" وہ عمر میں پچیس سال کے قریب لگتی تھی۔ بال کرل کر کے کھلے چھوڑ دیے گئے تھے۔ سادہ سے قمیض شلوار اور دوبٹہ گلے میں جھول رہا تھا۔ اس کا گیٹ آپ کافی

ایستھیٹک تھا۔ اس نے سائٹ پر بیٹھی تانیہ کو نہیں دیکھا تھا مگر تانیہ نے سرتاپیر اسے دیکھا تھا۔

"سوری تھوڑا زیادہ کام تھا میں ابھی چیک کرتا ہوں۔" شایان مسکرا کر بولا۔ لڑکی کی نظر تانیہ پر پڑی تو وہ حیران ہوئی۔

"یہ کون ہے؟؟" اس نے شایان سے پوچھا۔ وہ کون ہوتی تھی اتنے حق سے شایان سے بات کرنے والی؟ شایان کا آفس اسکی مرضی۔ تانیہ نے سوچا پھر خاموش ہو گئی۔ تانیہ کو اسکے سامنے آپنا آپ بہت معمولی لگا۔ وہ بکھری سی حالت میں سادہ سالباس پہنے ہوئے تھی۔

"اوو یہ میری والف ہیں۔" شایان نے مسکرا کر کہا۔

"اوہہ اور تم اب بتار ہے ہو؟؟؟" لڑکی نے کہا۔

"ہیلو میں ملائیہ غازی۔" ملائکہ نے ہاتھ اسکے سامنے کرتے ہوئے کہا۔ تانیہ کو اسکے نام پر حیرت ہوئی۔ اسی سے تو شایان اتنا مسکرا کر بات کر رہا تھا۔ تانیہ نے کوئی رد عمل نہ دیا تو شایان نے اسے سخت نظروں سے گھورا۔ تانیہ نے ٹھنڈی سانس خارج کی اور مسکرا کر اسکا ہاتھ تھاما۔

"ناکس ٹومیٹ یو۔" وہ بولی۔

"آپکا نام؟؟" ملائکہ نے پوچھا۔ تانیہ نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"آپ کے باس نے آپ کو بتایا نہیں؟؟؟" اس نے باس پر زور دے کر کہا۔

"اوہ نہیں بھی اس بارے میں بات ہی نہیں ہوئی۔" ملائکہ بولی۔  
"اتانیہ علی۔" اس نے بس اتنا ہی کہا۔ ملائکہ بھی مسکرا کر شایان سے کچھ بات کرنے لگی۔

\*\*\*

ملائکہ سے ملاقات کے بعد تانیہ مزید خاموش ہو گئی تھی۔ وہ جو شایان سے ہاں ناں میں بات کیا کرتی تھی اب وہ بھی بند ہو چکی تھی۔ جسکی وجہ سے شایان اس سے مزید چڑھنے لگا تھا۔ وہ ہر ممکن کوشش سے اسے زوج کرنے کی کوشش کرتا تھا۔

\*\*\*

آج کچن میں ہچل سے محسوس ہورہا تھا کوئی مہماں آرہا ہے۔  
"کون آرہا ہے آج؟" تانیہ نے بغیر کسی تمہید کے کہا۔  
"شاپن صاحب کے آفس کی کولیگ ہے کوئی اپنے والد کے ساتھ آرہی ہے۔"  
ماز مہ نے بتایا۔ تانیہ بغیر پوچھے بھی جانتی تھی ملائکہ آرہی ہے۔ وہ شام سے رات تک کمرے میں بند رہی۔ آمنہ اسکے کمرے کا دروازہ ناک کر کے اندر داخل ہوئی۔ وہ ہلکے نیلے رنگ کے لباس میں نکھری نکھری لگ رہی تھی۔ تانیہ نے احساس سے عاری نظروں سے اسے سر سے پیر تک دیکھا۔ تانیہ کو اسکے

اتنے بڑے دل نے ہمیشہ حیران کیا تھا۔ وہ کتنا مظبوظاً دل لے کر پیدا ہوئی تھی جو آج بلکل سمجھل چکی تھی۔

وہ مسکراتی ہوئی تانیہ کے قریب آ کر بیٹھ گئی۔ تانیہ سفید اور سرخ رنگ کے لباس میں تھی۔ مگر اسکی حالت کافی اجرٹی ہوئی تھی۔

"آپ کو اس وقت نچے ہونا چاہیے تھا۔" آمنہ نے کہا تو تانیہ نے کوئی جواب نہ دیا۔

"بھا بھی اس گھر کو بھائی کو وریشہ کو آپ کی ضرورت ہے پلیز اپنے آپ کو سمجھالیں۔" اس نے تانیہ کا ہاتھ تھام کر فکر مندی سے کہا۔ تانیہ ہنوز خاموشی سے اسے دیکھتی رہی۔ آمنہ نے ٹھنڈی آہ بھری تھی۔

"وریشہ دن بدن آپ سے بد زن ہوتی جا رہی ہے۔ اس کے ساتھ وقت گزارا کریں پلیز۔" آمنہ نے کہا۔

"اٹھیک ہے آپ یوں ہی بیٹھی رہیں پھر بھائی کو جہاں سے توجہ ملے گی وہ وہیں جائیں گے پھر آپ گلامت کیجیے گا۔" وہ تانیہ کی خاموشی سے بیزار ہو کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ تانیہ کی سرد نظر وں نے کمرے سے باہر نکلنے تک اسکا پیچھا کیا تھا۔ وہ چلی گئی تو تانیہ کی آنکھوں میں آنسوں جمع ہو گئے۔ اس نے اٹھ کر دروازہ بند کیا پھر وہی فرش پر بیٹھے بغیر آواز کے رو تی رہی۔ وہ کافی رات تک شایان کا

کمرے میں انتظار کرتی رہی مگر وہ نہیں آیا تھا۔ ناجانے وہ کہاں تھا۔ وہ رات روئے روئے کب اسکی آنکھ لگی اسے معلوم نہ ہوا۔

\*\*\*

اگلی شام وہ ناجانے کس خیال کے تحت وریشہ کے کمرے کی جانب مڑی تھی۔ کمرے کا دروازہ کھولا تو وریشہ سامنے ہی بیٹھی تھی۔ اس نے تانیہ کو دیکھ کر کوئی رد عمل ظاہرنہ کیا تھا۔ تانیہ قدم قدم چلتی اسکے قریب آئی۔

"کیا کر رہی ہو؟؟" اس نے اسکے قریب بیٹھتے ہوئے پوچھا۔  
"ڈرائینگ۔" یک لفظی جواب۔

"اسکول کیسا جا رہا ہے؟" اسے سمجھنہ آیا وہ اس سے کیا پوچھے۔  
"بہت اچھا۔" وہ کاپی پر جھکی جواب دیتی رہی۔ چند لمحے خاموسی سے گزر گئے۔  
پھر اچانک وریشہ کو کچھ یاد آیا۔

"اوہہ آپ کو پتا ہے آج میں کلاس میں ہی سوگئی تھی۔" اس نے معصومیت سے بتایا۔

"اچھا۔ کیوں؟؟" تانیہ نے اسکے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے پوچھا۔  
"ویسے ہی۔ مگر ٹھیک پچھ انٹر سٹنگ پتار ہی تھی۔ اونو میں نے مس کر دیا۔" وہ صدمے سے بولی۔

"اکیا بتارہی کھی ٹیچپر۔" تانیہ نے پوچھا۔ اسکے ہاتھ مسلسل وریشہ کے بالوں میں حرکت کر رہے تھے۔

"جادو کے بارے میں۔" تانیہ کا چلتا ہاتھ یک دن رک گیا۔ اسکی آنکھیں ساکن ہو گئی۔

"ٹیچپر کہہ رہی تھی جادو بہت گندی چیز ہوتی ہے۔" وہ اپنے بڑی بڑی سنہری آنکھیں تانیہ پر جمائے بولی۔ تانیہ کے لیے ان سنہری آنکھوں سے نظر ہٹانا مشکل ہو گیا۔

"مالوگ جادو کیوں کرتے ہیں؟؟؟" اسکے سوال نے سالوں سے خاموش رہتی تانیہ کے دل کو چھلنی کر دیا تھا۔ اسے وہ رات آج بھی یاد تھی۔

حیمہ کے جاتے ہی سب لوگ اپنے کمروں میں بند ہو چکے تھے۔

رات کے تقریباً گیارہ بجے تانیہ نے حزیفہ کے کمرے کا دروازہ بجايا۔ حزیفہ دروازہ کھول کر ایک جانب ہو گیا۔ تانیہ اسکے سامنے آ کر کھڑی ہو گئی۔

"دکھی ہو؟؟؟" تانیہ نے اسکے چہرے کو تھامے پوچھا۔

"نہیں بے بس ہوں۔" وہ کہتا ہوا بید کے ساتھ نیچے فرش پر بیٹھ گیا۔ تانیہ بھی اسکے ساتھ بیٹھ گئی۔

"وہ کچھ بھی کرتی میں اسے معاف کر دیتا مگر جادو۔۔۔" اس نے جھر جھری لی تھی۔

"واقع یہ بہت غلط کیا اس نے۔" تانیہ نے ہامی بھری۔

"آپی لوگ جادو کیوں کرتے ہیں؟" وہ ایسے ہی معموصیت سے اسکی آنکھوں میں دیکھ کر پوچھ رہا تھا۔ وہ ایک سمجھدار لڑکا تھا تانیہ اسے سمجھا سکتی تھی۔

"جب لوگوں کا ایمان کمزور پڑ جاتا ہے نال تب وہ اپنی ہوس میں اتنے گر جاتے ہیں کہ اسے اپنے رب سے مانگنے کی بجائے غلط طریقے استعمال کرتے ہیں۔ اگر وہ اس کی بجائے اپنے رب سے مانگیں تو وہ انہیں اس سے کہیں گناز یادہ بہترین عطا کرے۔ مگر لوگ عقل نہیں رکھتے۔" وہ اسے سمجھا رہی تھی۔ وہ سمجھدار تھا سمجھ سکتا تھا مگر آج وہ اپنی معموصم بیٹی کو کس طرح یہ بات سمجھاتی۔

"ٹیچر کہہ رہی تھی لوگوں کو جب دعاؤں پر یقین نہ رہے یعنی اللہ پر یقین نہ رہے تو وہ جادو کرتے ہیں۔" وہ تانیہ کو خاموش دیکھ کر بولی۔

"پھر میری آنکھ لگ گئی۔" اس نے افسوس سے کہا۔

"لوگوں کو جب کچھ چاہیے ہو اور وہ انہیں نہ ملے تو لوگ جادو کرتے ہیں۔" اس نے بات کا آغاز کیا۔

"تو یہ غلط تو نہیں ہے۔" وریشہ نے بات کاٹی تھی۔

"میرا بچہ ہمیں جب بھی کچھ چاہیے ہو تو ہمیں اپنے رب سے مانگنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سب کچھ دے سکتے ہیں اور اگر وہ دعا کے بعد بھی نہ ملے تو اس چیز کو چھوڑ دینا چاہیے۔ جادہ گناہ ہے اس میں لوگ اللہ کی جگہ انسانوں سے مانگتے ہیں جو بہت بڑا گناہ ہے۔" اس نے پیار سے اسے سمجھایا۔

"سمجھ گئی؟؟؟" تانیہ نے مسکرا کر پوچھا۔ وریشہ نے بھی مسکرا کر اثبات میں سر ہلا کیا۔

\*\*\*

رات کو سب لوگ لان میں بیٹھے تھے۔ تانیہ وریشہ کونہ دیکھ کر اسکے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔ اس نے آہستہ سے اسکے کمرے کا دروازہ کھولا۔ سامنے وریشہ بہت مشکل سے دوپٹہ سر پر ٹکائے چھوٹے سائز کی جائے نماز پر بیٹھی تھی۔ تانیہ اسے دیکھ کر مسکرائی۔ وریشہ کی پیٹھ اسکی جانب تھی سو وہ اسے دیکھنے سکی۔ وریشہ معصومیت سے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے بیٹھی تھی۔

"یا اللہ جی میں جادو کبھی نہیں کروں گی۔ وہ بہت گندی چیز ہوتی ہے نا۔ ماں کہہ رہی تھی مجھے کچھ بھی چاہیے ہو تو میں آپ سے مانگ لوں۔" وہ معصومیت سے بول رہی تھی۔ تانیہ دروازے میں ہی کھڑی مسکرا کر اسے دیکھ رہی تھی۔

"یا اللہ جی آپ میری ماما کو چینچ کر دیں پلیز۔" تانیہ کی مسکراہٹ غائب ہوئی تھی۔

"مجھے بھی عائلہ کی ماما جیسی ماما چاہیے جو میرے ساتھ فٹبال بھی کھیلیں اور ہوم ورک بھی کریں۔" وہ کہہ رہی تھی اور تانیہ کو لگا وہ ڈھنے کئی ہے۔ اسکی اولاد کی کیا خواہشیں تھیں۔ وہ آج جان کر پانی پانی ہو گئی تھی۔ اسے آج بھی وہی بے بسی محسوس ہوئی جیسی حزیفہ کو کھونے پر ہوئی تھی۔

"میری ماما تو مجھے بہت دنوں کے بعد ملتی ہیں اور بس سکول کا پوچھ کر چلی جاتی ہیں۔ مجھے ایسی ماما نہیں چاہیے۔ پلیز اللہ میاں آپ انہیں چینچ کر دیں۔" وہ کہہ کر اٹھی تو پیچھے تانیہ کو کھڑے دیکھا۔ وہ ڈر گئی۔ وہ خاموشی سے نظریں جھکائے کھڑی رہی۔ تانیہ اسکے قریب آ کر بیٹھ گئی۔

"میں بس دعا کر رہی تھی۔" اس نے معصومیت سے کہا۔

تانیہ کی آنکھوں سے مسلسل آنسوں بہہ رہے تھے۔ اس نے نرمی سے وریشہ کو کندھوں سے تھام کر سینے سے لگایا اور پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ وریشہ کچھ بھی سمجھنا سکی۔

"ماما آتی ایم سوری میں بس دعا مانگ رہی تھی۔" وہ سہم کر بولی۔

تانیہ نے اسے خود سے الگ کیا۔ اسکے ہاتھ چومنے اسکا ماتھا چوما۔ وریشہ حیرت سے کھڑی رہی۔ تانیہ نے آج آٹھ سال بعد وریشہ کی آنکھیں چومی تھی۔

وہ ان آنکھوں کو کیسے نظر انداز کر کرتی رہی ہے۔ اسے وریشہ پر ترس آیا۔ اس رات وہ وریشہ کے ساتھ باتیں کرتی کرتی سوگئی۔ بہت عرصے بعد اس مشکل فیز سے نکلا اتنا آسان نہیں تھا۔ مگر اسے یقین تھا وہ آہستہ آہستہ دوبارہ سمجھل جائے گی۔

\*\*\*

اگلی رات وہ چائے بنائے شایان کی سٹڈی کی جانب بڑھی تھی۔ آج ایک بار پھر اندر سے آنے والی آواز نے تانیہ کو منجمند کر دیا۔

"امی میں تانیہ کو طلاق دینا چاہتا ہوں۔" شایان کے الفاظ نے تانیہ کو ساکن کر دیا۔ ڈورناب پر اسکی گرفت ڈھیلی پڑی تھی۔

"بیٹا خدارا یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔" فریال تڑپ اٹھی تھی۔

"میں ملائکہ سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔" اس نے کہا۔

"ہوش سے کام لو بیٹا ہم علی سے کیا کہیں گے۔" فریال نے اسے سمجھایا۔

"مجھے نہیں پتابس میرا فیصلہ اٹل ہے۔" وہ منظوظ لمحے میں بولا۔

"تم ایسا کیوں کر رہے ہو؟؟" فریال نے بے بسی سے پوچھا۔ تانیہ کی آنکھوں سے مسلسل آنسوں بہہ رہے تھے۔

"امی میرا اس شہر میں کوئی مقام ہے۔ ہر شخص مجھے جانتا ہے مگر میری بیوی کو آج تک کوئی نہیں جانتا۔ میرے ساتھ ایسی لڑکی سوت کرتی ہے؟؟" اس نے

زہر پلے لبھے میں کہا۔ تانیہ کے ہاتھوں کی لسیں ابھری تھیں۔

"میرے ساتھ کوئی ہائی لیول کی لڑکی ہونی چاہیے۔ جو میرے ساتھ چلے تو مجھے فخر ہو۔ اینڈ آئی ایم سوری تانیہ اب ایسی کبھی نہیں بن سکتی سو میں اسے چھوڑ رہا ہوں۔" شایان نے کہا۔ تانیہ نے بغیر سوچ سمجھے اتنی زور سے دروازہ کھولا کہ شایان اور فریال دونوں اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ تانیہ نے پہلے توڑے ٹیبل پر پٹھنی تھی پھر سرخ ہوتی آنکھوں سے شایان کو دیکھا۔

"بیٹا آرام سے بات کرتے ہیں۔" فریال نے کہا مگر تانیہ انہیں نظر انداز کرتی شایان کے پاس آئی۔

"مجھے طلاق دیں گے آپ؟؟" اس نے سفاک لبھے میں پوچھا۔

"ہاں دوں گا۔" شایان نے منظبوط لبھے میں کہا۔

"ابھی کے ابھی دیں۔" تانیہ نے اسی انداز میں کہا۔ شایان کے گلے میں گلٹی ابھر کر معدوم ہوئی۔

"میں نے ہر ممکن کوشش کی آپ کا ساتھ نبھانے کی مگر آپ اس لاکٹ نہیں تھے۔" تانیہ کی رگیں تنی ہوئیں تھیں۔

"تمیز سے بات کرو تانیہ۔" شایان نے غصے سے کہا۔

"ہیں آپ اس لائق کہ آپ سے تمیز سے بات کی جائے؟ آپ کو اپنا مقام برقرار رکھنے کے لیے بیوی چاہیے؟ یاد رکھنا شایان سلطان آپ کے بغیر بھی میرا اس دنیا میں ایک مقام رہا ہے۔ مجھے آپ کے بغیر بھی دنیا جانتی تھی اور جانتی رہے گی۔ آپ کے علیحدگی سے مجھے ردی برابر بھی فرق نہیں پڑے گا۔ دیں مجھے ابھی کے ابھی تلاق۔" وہ آخر میں غصے سے چیخنی تھی۔ شایان نے غصے سے اسکی جانب قدم بڑھایا۔ تانیہ چند سیننڈ کے لیے ڈر کر پچھے ہوتی۔ مگر سرخ ہوتی آنکھیں اب بھی شایان پر جمی تھی۔ شایان نے اسے بازو سے کھینچ کر خود کے قریب کیا۔

"بلکل ایسی بیوی ہی تو چاہیے تھی۔" اسکے چہرے سے عضہ کہیں غائب ہوا تھا۔ اب وہاں نرمی تھی۔ شایان نے نرمی سے اسکے ہاتھ تھامے۔

"مجھے تم ہی چاہیے تھے بلکل ایسی۔" اس کی نظریں تانیہ کے ہاتھوں پر جمی تھی۔ تانیہ بلکل سن ہو گئی۔ وہ کچھ کہنے کے قابل بھی نہ رہی تھی۔

"تم نے میرے لیے سب کیا تو بتاؤ میں نے تمہارے لیے کیا نہیں کیا تانیہ؟" اس نے نظریں اٹھائیں اسکی آنکھوں میں آنسوں کی تہہ تھی۔

"تم جیسی بھی تھی میری بیوی تھی میں نے کسی اور کے خیال کو بھی خود پر حرام کر رکھا تھا۔" اس نے ایک بار پھر نظریں جھکالیں۔

"تو۔ تو۔ آپ۔۔۔ ابھی کیا کہہ رہے تھے؟؟؟" تانیہ کو کچھ سمجھنہ آئی وہ کیا کہے۔ شایان کے چہرے پر مسکراہٹ ابھری۔

"جہاں تمہیں واپس لانے کے لیے اتنا زچ کیا اتنا غصہ کیا وہاں ایک اور وار کرنے کی کوشش۔" وہ مسکرا کر بولا۔ فریال بھی مسکرا رہی تھی۔ تانیہ کو بے پناہ حیرت ہوئی۔ مطلب وہ اس کی مزاق کر رہے تھے۔

"بہت بڑے ہیں آپ۔" اس نے شایان کو دورد ھکیلہ۔ اور ہاتھوں میں چہرا چھپائے رونے لگی۔ شایان نے نرمی سے اسکے ہاتھ ہٹا کر اسکے آنسوں صاف کیے۔

"آئی ایم سوری۔" اس نے نرمی سے کہا۔ تانیہ بغیر کچھ کہے اسکے سینے سے لگی رونے لگی۔

"میں بہت اکیلی ہو گئی تھی مجھے وہ ہمیشہ یاد آتا ہے، مجھے وہ نظر آتا ہے۔ وہ مجھ سے شکوہ کرتا ہے میں اسے کیوں نہیں بچا سکی۔" وہ روتے ہوئے کہتی رہی۔  
شایان خاموشی سے اسے تھپکتا رہا۔

دل کا غبار نکلنے کے بعد وہ اس سے الگ ہوئی۔

"آئی ایم سوری میں نے آپ کو تنگ کیا؟؟؟" وہ معصومیت سے بولی۔

شایان نے نفی میں سر ہلایا۔ "تم نے ہم سب کا وقت ضائع کر دیا۔ مجھے اور وریشہ کو کب کب تمہاری ضرورت تھی تمہیں علم بھی نہیں ہے۔" تانیہ کو

حیرت ہوئی کہ وہ کیوں اس قدر آنکھیں بند کیے ہوئے تھی۔ اسکے اپنوں نے اسکے لیے کیا کچھ برداشت نہ کیا تھا۔ وہ مر نے والے کی قدر کرنے میں اتنی گم ہو گئی تھی کہ اسے زندہ انسان دکھائی بھی نہ دیے۔

\*\*\*

اس رات شایان اور تانیہ نے بہت سے باتیں کیں۔ اور تانیہ کو معلوم ہوا کہ ملائکہ غازی سلطان کے دوست کی بیٹی ہی۔ انکے دوست انکے بزنس پار ٹر ٹھے اور ملائکہ اسی آفس میں جا ب کر رہی تھی۔ اس وجہ سے وہ شایان سے کافی فری تھی۔ شایان اس سے حد درجہ دور رہنے کی کوشش کرتا رہا۔ مگر ملائکہ نے اس سے پسندیدگی کا انظہار کیا تھا۔

"ملائکہ میں شادی شدہ ہوں تمہیں مجھ سے ایسی بات نہیں کرنی چاہیے۔" وہ سنجیدہ لہجے میں بولا جب ملائکہ نے اسے شادی کی پیشکش کی۔

"سووٹ تمہاری بیوی تو کہیں نظر نہیں آتی کوئی تو ہونی چاہیے جو تمہارے کندھے سے کندھا ملا کر چلے۔" وہ ٹسلی سے بولی۔

"میں ایسا سوچ بھی نہیں سکتا اور امید کرتا ہوں تم بھی آئندہ اس بارے میں بات نہیں کرو گی۔" وہ سخت لہجے میں کہتا کام میں مصروف ہو گیا۔

"مگر تم ایک بار۔۔۔" اسکی بات نیچے میں تھی جب شایان نے فائل کو غصے سے ٹیبل پر پھینکا۔

"تمہیں ایک بات سمجھ میں نہیں آتی؟؟ ہمارے اچھے تعلقات ہیں اور میں نہیں چاہتا میں تمہیں بہت بڑے طریقے سے بے عزت کروں سو آئندہ ایسی بات کرنے کی کوشش بھی مت کرنا۔" وہ سخت نظریں اس پر گاڑے بولا۔ "اتنی بھی کوئی حسین نہیں ہے وہ جس کے لیے تم مجھے ٹھکرائے ہو۔" وہ بھی غصے میں بولی۔

"بولو کیا مجھ سے زیادہ پیاری ہے؟؟" وہ سینے پر بازو باندھ کر بولی۔ یہ ملانکہ کی تانیہ سے ملاقات کے بعد کی بات تھی مگر اس سے پہلے کہیں ناں کہیں شایان نے یہ بات محسوس کر گی تھی۔ اور ملانکہ کے مطابق وہ عام سے بھی زیادہ عام تھی۔ شایان اسکی بات سن کر مسکریا۔

"تم اسکی ٹھوڑی کے دلکش گڑھے کا بھی مقابلہ نہیں کر سکتی۔ پھر ان بھوری آنکھوں، ریشمی بالوں اور نازک رخساروں کا مقابلہ کیسے کرنے کی کوشش کر سکتی ہو؟؟" وہ تپاد بینے والی مسکراہٹ کے ساتھ اسے دیکھتے ہوئے بولا۔ ملانکہ اسکی بات سن کر غصے سے پیر پُختی وہاں سے چلی گئی۔

جس دن تانیہ اور ملانکہ کی ملاقات ہوئی تھی شایان نے تانیہ کو نظر وہی نظر وہ میں تنبیہ کی مگر تانیہ نے اسے غصہ سمجھ لیا۔ شایان چاہتا تھا تانیہ اسے اپنا مقام بتائے مگر اسکی خاموشی نے شایان کو برباد کیا۔

اس دن دعوت پر تانیہ کی غیر موجودگی نے شایان کو غصہ نہیں دلا یا تھا اسے  
تکلیف ہوئی تھی۔ وہ تانیہ کی اس رویے کی وجہ سے دن بدن اسے کھوتا جا رہا تھا۔  
وہ چاہتا تھا تانیہ اس پر چلائے اس پر حق جمائے اس سے اپنے دل کی بات کہے مگر  
تانیہ نے جیسے اپنی زبان، ہی سی لی تھی۔ شایان جانتا تھا تانیہ کی زبان مُحض غصہ  
کرنے پر ہی کھل سکتی ہے اس لیے وہ نہ چاہتے ہوئے نہیں اس سے سختی سے پیش  
آتا تھا۔ وہ کبھی کبھار حقیقتاً بے بس ہو کر اس پر غصہ کر دیتا تھا۔

\*\*\*

"اگر میں اب بھی کچھ نہ کہتی اور آپ سے طلاق مانگتی تو آپ کیا کرتے؟" تانیہ  
نے پوری بات سن کر پوچھا۔

"میں اتنا تابعدار تو نہیں ہوں کہ یہ مان لیتا۔" وہ مسکرا کر بولا۔

"مجھے اسے بچانا چاہیے تھا۔" اس نے اچانک سے بات بدی۔ شایان خاموش  
رہا۔

"میں ڈاکٹر تھی میں سب کو ٹریٹ کرتی رہی اور میرا اپنا بھائی میری نظر وں کے  
سامنے مر گیا میں کچھ نہیں کر سکی۔" وہ اب رونے لگی تھی۔ شایان نے اسے  
سینے سے لگایا مگر بولا کچھ نہیں۔ وہ چاہتا تھا تانیہ کھل کر اپنی بات کہے۔

"وہ مجھے نظر آتا ہے شایان۔" اس نے آنسوں سے لبریز آنکھیں اٹھا کر شایان کو  
دیکھ کر کہا۔ یوں جیسے کوئی بچہ اپنی بات کا یقین دلانا چاہتا ہو۔ شایان اسکی

آنکھوں میں نہیں دیکھ سکا۔

"وہ بس خاموشی سے مجھے دیکھتا رہتا ہے۔ کچھ نہیں کہتا۔ اسکی آنکھوں میں تکلیف ہوتی ہے۔ مجھے۔۔۔ مجھے اسکی آنکھوں میں خود کے لیے نفرت نظر آتی ہے۔" وہ زار و قطار روتے ہوئے بولی۔ کافی دیر رونے کے بعد شایان نے اسکے آنسو صاف کیے۔

"وہ یہاں نہیں ہے تانیہ تم صرف اسے ہیلو سینیٹ کرتی ہو۔ اگر تمہیں لگتا ہے کہ وہ تمہیں نفرت سے دیکھتا ہے تو ایسا ہی ہو گا۔" شایان نے کہا تو چند سینٹ کے لیے تانیہ کا دل بند ہو گیا۔

"کیوں کہ وہ بھی ایسی تانیہ کو نہیں جانتا جو اپنا آپ کھو چکی ہو۔ وہ ہمیشہ تمہیں خوش دیکھنا چاہتا تھا اور تم نے خود کا کیا حال کر لیا ہے۔" وہ اسکا چہرہ اہاتھوں میں تھام کر بولا۔

"تم واپس سے پہلے والی تانیہ بوجاؤ پلیز۔" وہ مسکرا کر بولا۔  
تانیہ نے بھی مسکرا کر اثبات میں سر ہلا کیا۔

\*\*\*

گاڑی اپنی پوری رفتار سے سڑک پر دوڑ رہی تھی۔ بھورے رنگ کی قمیض شلوار پہنے وہ خود گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔ سیاہ آنکھوں میں کچھ تکلیف دہ تھا۔ چہرے

پر موجود داڑھی جو آٹھ سال پہلے کافی چھوٹی تھی اب بڑھ چکی تھی۔ دودھ دھیا رنگت والا روحان اپنے پانچ سالہ بیٹے کے ساتھ گاڑی میں بیٹھا تھا۔

"بaba آپ جب بھی آتے ہیں گھر جانے سے پہلے یہاں آ جاتے ہیں دیس ناٹ فیسر۔" وہ بچہ محض دیکھنے میں معصوم تھا۔ وہ اتنی چھوٹی عمر میں بھی کافی ذہین تھا۔ بس اسکی تھوڑی تو تلی زبان اسکے بچہ ہونے کی دلیل تھی۔ روحان اسکی بات سن کر بس مسکرا دیا۔ اسکی فلاٹ آدھا گھنٹہ پہلے ہی پاکستان پہنچی تھی۔ وہ سب کو گھر پہنچ کر داش کے ساتھ آگیا۔  
اس نے اپنا فون اٹھا کر سکرین روشن کی۔

"جب بھی کال کروں فوراً آٹھانی ہے۔ اگر تو نے کہاناں بیزی ہوں، کام ہے، کہیں جا رہا ہوں پھر دیکھنا۔"

حزیفہ کے کہے الفاظ اسے آج بھی یاد تھے۔ وہ ایک سمجھدار مرد ہونے کے باوجود ناجانے دن میں کتنی مرتبہ موبائل اٹھا کر دیکھتا تھا کہ شاید وہ اسے کال کرے۔ شاید وہ اسکی آوازن سکے۔ مگر یہ ناممکنات میں سے تھا۔

اس نے قبرستان پہنچ کر گاڑی سے تازہ گلاب نکالے اور ایک قبر کے قریب بیٹھ گیا۔ اس نے مسکرا کر تختے پر لگے نام کو چوما اور گلاب قبر پر رکھ دیے۔ اسکی

آنکھوں میں آنسوں تھے مگر وہ مسکراتا رہا۔ اس نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔  
دانش نے بھی ہاتھ اٹھائے۔ روحان کافی دیر دعا مانگتا رہا۔ دانش ادھر ادھر دیکھتا  
رہا۔ جب اسکی نظر اسکے باپ پر پڑی تو وہ بلکل حیران نہیں ہوا کہ اسکے باپ کا  
چہرہ آنسو سے تر تھا۔ اس نے جب سے ہوش سمجھا لا تھا وہ اس کا عادی تھا۔  
روحان جب بھی وہاں آتا دانش کو بھی ساتھ لاتا تھا اور اس کا یہی عمل ہوتا تھا۔  
جب روحان نے دعا مکمل کر کے ہاتھ چہرے پر پھیرے تو دانش اٹھ کھڑا ہوا۔  
"انگل تواب مر گئے ہیں پھر آپ کیوں ہر بار اس طرح رو تے رہتے ہیں؟" اس  
نے اپنے تو تلے لبھے میں پوچھا۔ روحان اسکی بات سن کر مسکرا یا۔

"بیٹا، کچھ رشتے وقت یا موت سے ختم نہیں ہوتے۔ وہ میرا دوست نہیں، میری  
زندگی کا وہ حصہ تھا جس نے ہر اندھیرے میں مجھے روشنی دی۔ وہ چلا گیا، مگر اس  
کی یادیں، اُس کی باتیں، اُس کی ہنسی آج بھی میرے دل میں زندہ ہیں۔  
میں اُسے صرف یاد نہیں کرتا، اُس کے لیے ہر روز دعا بھی کرتا ہوں، کیونکہ  
مرنے والوں کے لیے ہماری دعائیں ایک تحفہ ہوتی ہیں۔ جب ہم کسی کے لیے  
ہاتھ اٹھاتے ہیں نال تو وہ اسکے لیے آخرت میں روشنی کی امید بن جاتی ہیں۔" وہ  
کھوئے ہوئے لبھے میں بولا اس بات سے بے پرواہ کے اس معصوم دماغ کو کچھ  
سمجھ آ رہا ہے کہ نہیں کیونکہ اسے یقین تھا اس معصوم سے شیطانی دماغ کو ہر

بڑی سے بڑی بات سمجھ آ جاتی ہے۔ سو اسے کوئی بھی بات پچوں کی طرح سمجھانے کی ضرورت نہ تھی۔

"سچا دوست وہی ہوتا ہے جس کی کمی سانسوں میں محسوس ہو، اور جس کے لیے دل ہر لمحہ اللہ کے حضور جھک جائے۔ میں روتا نہیں، بیٹا... میں اُس رشتے کو نبھاتا ہوں جو زندگی سے آگے تک چلتا ہے۔" روحان نے اپنی بات مکمل کر کے مسکرا کر اسے گود میں اٹھالیا اور اس سے با تین کرتا ہوا گاڑی تک پہنچ گیا۔ پیچے اس قبر پر پڑے گلاب کی خوشبو کافی دور تک پھیلی تھی۔ قبر کے کتبے پر نام لکھا تھا۔

حزیفہ علی ولد علی یوسف۔

\*\*\*

آنچ تانیہ پورے آٹھ سال بعد اس قبرستان میں آئی تھی۔ وہ اکیلی ہی وہاں آئی تھی۔ قبرستان کے باہر کھڑے ہو کر اس نے آنکھیں بند کیں، ٹھنڈا سانس لیا اور اندر داخل ہوئی۔ تھوڑا دور ہی وہ قبر تھی جسکی اسے تلاش تھی۔ وہاں ایک عورت بڑی سی سیاہ چادر میں بیٹھی کچھ پڑھ رہی تھی۔ شاید وہ کسی قریبی قبر پر آئی تھی۔ تانیہ نے اپنے قدم اس جانب بڑھائے۔ وہ بڑی سی سیاہ چادر والی عورت سورۃ یاسین مکمل کر کے اسے سینے سے لگائے رہ رہی تھی۔ تانیہ اسکے پیچے سانس روکے کھڑی تھی۔

"میں نے کچھ نہیں کیا حزیفہ میرا یقین کرنا۔" وہ روتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ تانیہ اسکے ٹوٹے پھوٹے الفاظ سنتی رہی۔ وہ روتے ہوئے معافی مانگ رہی تھی، اپنی بے گناہی کا یقین دلارہی تھی۔ تانیہ نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ وہ لڑکی بدک کر پچھے مرڑی۔ سیاہ آنکھوں میں عجیب ساخوف تھا۔ وہ پھٹی پھٹی نظروں سے تانیہ کو دیکھتی رہی۔ تانیہ کی حالت بھی کچھ ایسی ہی تھی۔ وہ آٹھ سال پہلے والی زارا ہو ہی نہیں سکتی تھی۔ تانیہ کو لگا سے سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے۔

زارا چادر درست کرتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔

وہ بغیر کچھ کہے جانے لگی جب تانیہ نے اسے روک لیا۔

"زارا۔" اس نے روندھی ہوئے لہجے میں اسے پکارا۔

"مجھے جانے دو تانیہ مجھ میں مزید الزام برداشت کرنے کی سکت نہیں ہے۔" یہ اداس آنکھیں، یہ ٹوٹا ہوا لہجا، یہ بکھری حالت۔ تانیہ کو بے اختیار اس پر ترس آیا۔ اس نے بغیر کچھ کہے زارا کو گلے لگالیا۔

"تم کہاں تھی زارا؟" وہ اسے گلے سے لگائے بوی۔

زارا ساکن ہو گئی۔ تانیہ کافی دیر اسے گلے سے لگائے کھڑی رہی۔

"تم میرے ساتھ چلو گی۔" تانیہ اس کا ہاتھ تھام کر بولی۔ زارا نے اپنا ہاتھ چھڑا لیا۔

"کوئی میرا یقین نہیں کرے گا۔ سب کو لگتا ہے وہ ماما کے جادو کا شکار ہو گیا۔ مگر خدار امیرا یقین کرو میں نے کبھی ایسے اسکی خواہش نہیں کی تھی۔ مجھے وہ نہ بھی ملتا میں رہ لیتی میں برداشت کر لیتی میں۔۔۔ ماما کی باتوں میں آگئی۔" وہ نظریں جھکا کر بولی۔

"مجھے تم پر یقین ہے زارا۔" تانیہ نے اسکے ٹھوڑی پکڑ کر کہا۔ زارا نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"مجھے۔۔۔ مجھے۔۔۔ تم پر پورا یقین ہے۔ تم نے کچھ نہیں کیا۔ نہ پھوپھونے۔" اس نے ٹوٹے ہوئے لہجے میں کہا۔

"میں پھر بھی وہاں نہیں جاؤں گی۔ میں گمان زندگی بسر کر رہی ہوں اور ایسے ہی ٹھیک ہوں پلیز مجھے ایسا، ہی رہنے دو۔ میں نے بہت گناہ کیے ہیں اب دوبارہ کچھ غلط نہیں کرنا چاہتی۔" وہ آنسو صاف کرتے ہوئے بولی۔

"میں جارہی ہوں تانیہ۔ اللہ حافظ۔" وہ اتنا کہہ کر تیز تیز قدم اٹھاتی وہاں سے چلی گئی۔ تانیہ وہیں قبر کے قریب بیٹھ کر بچوں کی طرح بلک بلک کروئی۔

"سب۔۔۔ سب۔۔۔ غلط ہو گیا۔" وہ رو تے ہوئے بولی۔ دل کا بوجھ ہلاکرنے کے بعد اس نے دعا مانگی اور آنسو صاف کر کے اٹھ کھڑی ہوئی۔

\*\*\*

وہ قبرستان سے سیدھا پنے گھر آئی تھی۔ نازیہ سے سلام دیا کے بعد وہ حزیفہ کے کمرے کی جانب بڑھی۔

اس نے دروازہ ناک کیا۔ آمنہ کی اجازت ملنے پر وہ اندر داخل ہوئی۔

"ارے بھا بھی آپ کیوں ناک کرتی ہیں آ جایا کریں۔" وہ کتاب ایک جانب رکھتے ہوئے بولی۔ وہ ایک یونیورسٹی میں ٹیچر کی جاپ کرتی تھی۔

"میں نے ڈسٹریب ٹونہیں کر دیا۔" تانیہ نے مسکرا کر پوچھا۔

"کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ۔" آمنہ نے ہنس کر بات کو ٹالا۔

وہ آمنہ کے ساتھ بیڈ پر بیٹھ گئی۔ اس نے غور سے آمنہ کو دیکھا۔ بے بی پنک رنگ کی پاؤں تک چھوتی فرائک میں اسکارنگ نکھرا نکھر الگ رہا تھا۔ سیاہ کھنے بال کمر پر جھول رہے تھے۔ تانیہ نے بے اختیار اسکے بالوں کو چھوا۔ آمنہ مسکراتے ہوئے نظریں جھکا کر بیٹھی رہی۔

"حزیفہ کو تمہارے بال بہت پسند تھے۔" وہ کھوئے ہوئے لہجے میں بولی۔ یہ آٹھ سال میں پہلی بار تھا جب تانیہ اس سے حزیفہ کی بات کر رہی تھی۔ آمنہ کی مسکراہٹ اسکی بات پر گہری ہوئی۔

"وہ تمہیں بھی بہت چاہتا تھا۔" تانیہ نے اسکے چہرے کو دیکھ کر کہا۔ ہاتھ اب گود میں تھے۔

آمنہ نے لنگی میں سر ہلایا۔ "اسے مجھ سے بھی محبت نہیں تھی۔" وہ عجیب انداز میں ہنس کر بولی۔

"اس لیے تم نے اسے مار دیا؟" تانیہ نے بہت آرام سے اسکے سر پر دھماکا کیا۔ اگر کوئی اور ہوتا تو اس وقت بھوکلا جاتا مگر وہ بھی آمنہ سلطان تھی۔

"مجھے معلوم تھا آپ جانتی ہوں گی۔" وہ اسکی آنکھوں میں دیکھ کر بولی۔ آمنہ کی آنکھوں میں کوئی رنج، ملال، پچھتاوا نہیں تھا۔ وہ کس بے دھڑک انداز میں اپنا گناہ قبول کر رہی تھی۔

\*\*\*

حزیفہ کو دفنانے کے بعد جب تانیہ حزیفہ کے کمرے میں آئی تو وہ ہر چیز کو دیکھنے میں مصروف تھی۔ اچانک اسکی نظر بیڈ کے قریب پڑے کاغذ پر گئی۔ شاید کسی نے بے دھیانی میں اسے وہاں پھینک دیا تھا۔ تانیہ نے جھاک کر وہ کاغذ اٹھایا اور ڈسٹین میں ڈالنے لگی۔ ڈسٹین کا ڈھکن کھلنے پر تانیہ کو حیرت ہوئی۔ وہاں چھوٹی چھوٹی شیشے کی بو تلیں تھیں۔ کچھ خالی تھیں اور کچھ میں ہلکے رنگ کا مادہ تھا۔ تانیہ نے انہیں ہاتھ میں اٹھایا۔ وہ ایک کیمیکل تھا۔ ایسا سخت ترین کیمیکل جو دماغی کینسر کا باعث بنتا ہے۔ ڈاکٹر کا کہنا تھا شاید ان ڈسٹری میں کام کرتے ہوئے وہ کوئی کیمیکل انخیل کرتا رہا ہے جس کی وجہ سے اسے برین ٹیو مر ہوا۔ سب نے اس بات کو تسلیم کر لیا تھا۔ تانیہ ڈاکٹر تھی اسے سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ آمنہ

اسے یہ کیمیکل کسی چیز میں بہت ہلکی مقدار میں ملا کر دیتی رہی ہے۔ اگر وہ ایک ہی وقت میں زیادہ مقدار دیتی تو سب کو شک ہو جاتا۔ تانیہ کو لگا وہ سانس نہیں لے سکے گی۔ وہ ان شیشیوں کو ہاتھ میں اٹھائے پھٹی پھٹی نظر وہ سے انہیں دیکھتی رہی۔

اسکی آنکھوں سے آنسوں بہہ رہے تھے۔ اسکا بھائی کس قدر بے دردی سے مارا گیا تھا یہ احساس اسے توڑ گیا تھا۔ اس دن کے بعد تانیہ کہیں کھو گئی تھی۔ اسے کوئی پرانا جاننے والا ملتا تو وہ وہاں سے بھاگ جاتی۔ کہیں کوئی اس سے یہ نہ پوچھ لے کہ اتنا علم حاصل کرنے کے بعد اسکا بھائی کیسے اسکی نظر وہ سامنے مر گیا اور وہ کچھ نہ کر سکی۔

"تم نے ایسا کیوں کیا؟؟" اسکی آنکھوں سے آنسوں سے نکل رہے تھے۔

"اس نے میرے ساتھ ہمیشہ غلط کیا تھا۔" آمنہ نے دلیل دی۔

"تو تم نے اسے مار دیا؟؟ کیا کوئی اور حل نہیں تھا؟؟" وہ رو تے ہوئے بولی۔

"میں نے اسکی ہر غلطی کو معاف کیا۔ اس نے میری تزلیل کی میں نے معاف کیا، اس نے مجھے میری خاندان میں بدنام کیا میں نے معاف کیا۔ ہر غلطی کو نظر انداز کر کے اس سے شادی کی اور اسے مجھ سے محبت نہیں تھی۔ پھر مجھ پر فرض تھا کہ میں اپنی ہر تزلیل کا بدلا لوں۔" اس نے بغیر ہچکچائے کہا۔

"تم نے ایک بار پوچھا تھا ان کہ انسان کے دل سے حیا کیسے ختم ہو جاتی ہے۔  
خود کو دیکھو آمنہ آج تمہارے دل سے بھی حیا ختم ہو چکی ہے۔ تم نے گناہ کیا  
ہے اور اسے جسٹیفی کرنے کے لیے تمہارے پاس ہر دلیل ہے۔ تم بے حیا ہو  
چکی ہو۔" اس نے زہر میلے لجھے میں کہا۔

"میں نے کچھ غلط نہیں کیا۔" آمنہ اپنی بات پڑاڑی رہی۔

"تم صبر کرتی آمنہ۔ وہ رب صبر کا پھل دیتا ہے۔ تمہیں بھی نوازتا۔ وہ حزیفہ کا  
دل تمہارے لیے بد لئے کی طاقت رکھتا تھا مگر تم نے یہ کیا کر دیا۔" تانیہ نے نفی  
میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

آمنہ بکل خاموش رہی۔

"پتا ہے تانیہ جب ہمارے نبی قرآن کی تلاوت کرتے تھے ناں تو کفار بھی اکثر  
چھپ چھپ کر انکے کلام کو سنا کرتے تھے۔ مگر وہ سب مسلمان نہیں ہو جاتے  
تھے۔ جانتی ہو کیوں؟" اس نے ٹھہر کر پوچھا۔ آمنہ نے کوئی جواب نہ دیا۔

"ہمارے نبی کی آواز میں اس پاک کلام کا اثر کسی بھی مخلوق کا دل موم کر سکتا تھا  
مگر کفار پر کوئی اثر نہیں ہوتا تھا۔ کیوں کہ انکے دل سخت ہو چکے تھے۔ شیطان  
نے انہیں اس قدر بہہ کا دیا تھا کہ ان پر اللہ کا پاک کلام بھی اثر نہیں کرتا تھا۔ تمہارا  
دل بھی سخت ہو چکا ہے۔" اس نے ٹھہر کر آمنہ کو دیکھا۔ وہ بغیر کسی تاثر کے  
اسے سن رہی تھی۔ شاید واقع اس کا دل سخت ہو چکا تھا۔

تانية بات مملک کے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"آپ نے بہت دیر کر دی جانے میں بھابی، بھائی تو شادی کے دن سے جانتے تھے میں نے حزیفہ سے شاد کس لیے کی ہے۔" اسے نکاح کے دن والے شایان کے الفاظ یاد آئے۔ وہ اسکا بھائی تھا۔ اسکی رگ رگ سے واقف۔ وہ جان چکا تھا آمنہ کا حزیفہ سے شادی کرنا محبت نہیں کچھ اور ہے اور وہ اس میں آمنہ کے ساتھ نہ تھا۔ مگر شایان نے بھی یہ نہ سوچا تھا کہ آمنہ اسے مارہی دے گی۔ "آپ سب کو بتانا چاہیں تو بتا سکتی ہیں مجھے فرق نہیں پڑے گا۔" وہ ڈھٹائی سے بولی۔

"پتا ہے آمنہ جیسے ہر نیکی کا اجر دنیا میں ہی نہیں ملتا ویسے ہی ہر گناہ کی سزا بھی دنیا میں نہیں ملتی۔ اور یقین جانو اُس جہان کی سزا اس دنیا کی سزا سے کئیں گناہ زیادہ دردناک ہو گی۔ تم بھی اس دنیا کی لذتوں کا مزہ لیتی رہو تمہیں اسکی سزا اگلے جہان میں ملے گی۔"

تانية اتنا کہہ کر چلی گئی۔ پچھے وہ اکیلی کھڑی رہ گئی۔ اسکے چہرے پر عجیب شیطانی مسکراہٹ تھی۔ وہ بلکل اطمنان سے کھڑی تھی یوں کہ تانية کی کسی بات کا اس پر کوئی اثر نہ ہوا تھا۔ آمنہ ان لوگوں میں سے بن گئی تھی جو اپنے گناہوں کی پسیفیکیشن دے کر بھی پر سکون رہتے ہیں۔

دنیا میں ہر خوشحال اور پر سکون انسان نیک نہیں ہوتا بعض اوقات یہ سکون در آصل آزمائش ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو دنیا میں کھلی چھوٹ دیتا ہے تاکہ وہ اپنی مرضی سے گناہوں میں ڈوبتے رہیں۔ وہ لوگ حقیقت سے ناواقف ہوتے ہیں۔ ہم حیران ہوتے ہیں کہ یہ شخص اتنے گناہوں کے بعد بھی پر سکون کیوں ہے؟؟ مگر در حقیقت وہ اللہ کی مهلت ہوتی ہے۔ اور اسکے لیے آخرت میں سخت ترین عزاب تیار کیا گیا ہوتا ہے۔ وہ بھی انہی لوگوں میں سے تھی جسکی ساری زندگی اسکے گناہوں پر پردہ پڑا رہے اور وہ سکون کی زندگی بسر کرے مگر اسکے گناہوں کا بدلہ آخرت میں اسکا منتظر تھا۔

\*\*\*

ختم شدہ

اس ناول کا مقصد یہ کہ نسیپ دینا ہرگز نہیں ہے کہ حجابی، نقابی یا کوئی بھی دیندار یا نیک شخص ہمیشہ گناہ کرتا ہے۔ یہ ہر انسان کی پر سنل چائس ہوتی ہے۔ ہاں شیطان ایمان والوں کو ہی بھڑکاتا ہے وہ بہت سے گناہ کرتے ہیں مگر ان کا اگلا عمل انکے ایمان کا ثبوت ہوتا ہے۔ دل کی حیا اور ظاہری حیاد والگ الگ چیزیں ہیں، جن کا آپس میں گہرا تعلق ہے مگر یہ کہنا بلکل غلط ہے کہ "دل میں حیانہ ہو تو پردہ بے کار ہے"۔ اسکا یہ مطلب تونہ ہوا کہ مثلاً کوئی شخص باحیانہ ہو تو وہ پردہ بھی چھوڑ دے۔ نہیں!! اگر انسان ایک سے شروعات کرنا چاہتا ہے تو ضرور کرنا چاہیے۔ مگر حقیقتاً یہ دونوں ہو اور پانی کی طرح ضروری ہیں۔